جواہرِ سخن

یعنی اُردو شعرا کے کلام کا انتخاب

جسے

مولوی محمد مبین کیفیؔ، چریاکوٹی، نے مرتب کیا

پہلی جلد: پہلا دور

پہلا اور دوسرا حصہ

۱۹۳۳

ہندستانی اکیڈمی صوبۂ متحدہ، الٰہ آباد

نمبر شمار	مضمون	صفحہ

نمبر شمار	مضمون			صفحه

احاطه مدارس و بیجاپور

نمبر شمار	مضمون			صفحہ
۹۰	ولی دکھنی ...	...	...	۸۲
۹۱	مناجات ..	...	...	۸۳
۹۲	محمود ...	...	...	,,
۹۳	صبائی ...	...	...	۸۵
۹۴	احمد ...	...	...	,,
۹۵	آگاہ ...	...	...	,,
۹۶	آغاز ...	...	...	۸۶
۹۷	آغاز سیرت ...	...	...	۸۷
۹۸	وجدي ...	...	...	۸۸
۹۹	نمونہ باغ جاں فزا	...	...	,,
۱۰۰	آغاز ...	...	...	۹۲
۱۰۱	خاکي ...	...	...	۹۳
۱۰۲	آزاد ...	...	..	۹۸
۱۰۳	نمونۂ کلام ..	..	..	,,

شعراے اورنگ آباد

۱۰۴	ولي ..	..	..	,,
۱۰۵	نعتیہ ..	..	..	۱۰۵
۱۰۶	مخمس ..	..	..	۱۳۹
۱۰۷	ترجیع بند	..	..	۱۴۰
۱۰۸	قصائد ..	..	..	۱۴۱
۱۰۹	مدح شاہ وجیہ‌الدین	..	..	,,
۱۱۰	نعت ..	..	..	,,

نمبر شمار	مضمون	صفحه

حصہ دوم

شعراے دهلي

اسماے شعرا

نمبر شمار	نام شعرا
۱	وجہي
۲	محمد قلي قطب شاہ
۳	سلطان محمد قطب شاہ
۴	عبد اللہ قطب شاہ
۵	ملا غواصی
۶	ملا قطبی
۷	جنیدی
۸	طبعي
۹	ابن نشاطي
۱۰	نوری
۱۱	فائز
۱۲	شاہی
۱۳	مرزا
۱۴	نصرتی
۱۵	ہاشمي
۱۶	عاجز
۱۷	پنچھي
۱۸	بحري
۱۹	امین

نمبر شمار	نام شعرا
۲۰	مومن
۲۱	ذوقی
۲۲	مجرمی
۲۳	نتھر اولیا
۲۴	ولي دکھني
۲۵	مقصود
۲۶	صبائي
۲۷	احمد
۲۸	آگاہ
۲۹	وجدی
۳۰	خاکی
۳۱	آزاد
۳۲	ولی
۳۳	داؤد
۳۴	عزلت
۳۵	سراج
۳۶	صارم
۳۷	شیدا
۳۸	واقف
۳۹	عزیز
۴۰	عاشق
۴۱	مهدي
۴۲	مرزا

نمبر شمار	نام شعرا
۴۳	مہدی
۴۴	ضیا
۴۵	فضلی
۴۶	منورالدولہ
۴۷	شفیق
۴۸	آرزو
۴۹	بہار
۵۰	آصف
۵۱	آبرو
۵۲	مضمون
۵۳	ناجی
۵۴	یکرنگ
۵۵	کلیم
۵۶	واقف
۵۷	حاتم
۵۸	امانی
۵۹	فغاں
۶۰	مظہر
۶۱	حسرت
۶۲	یقین
۶۳	بیان
۶۴	تاباں
۶۵	شاعر

نمبر شمار	نام شعرا
۶۶	ضیا
۶۷	احسن
۶۸	عشق
۶۹	قدرت
۷۰	مائل
۷۱	حزیں
۷۲	لطف
۷۳	رنگیں
۷۴	نثار
۷۵	حسرت
۷۶	قسمت
۷۷	ممنون
۷۸	وفا
۷۹	راقم
۸۰	فیض
۸۱	خاموش
۸۲	امین
۸۳	حسن
۸۴	گرفتار
۸۵	عظیم
۸۶	بقا

تعارف

چھ سال کی مسلسل کوششوں کے بعد اکیڈیمی ''جواہر سخن'' کی پہلی جلد پبلک کے روبرو پیش کرتی ہے، اکیڈیمی کی مجلس انتظامیہ نے سنہ ۱۹۲۷ع میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ اردو کے سربر آوردہ سخنوروں کے کلام کا انتخاب شائع کیا جائے، ضرورت یہ تھی کہ ایک ایسا جامع انتخاب مرتب ہو جس میں نہ صرف غزلوں کا انتخاب ہو بلکہ وہ ہر صنف سخن پر حاوی ہو، اس میں تاریخی اصول بھی مد نظر رہے تاکہ شعر اور اس کے زمانے کا تعلق عیاں ہو جاے اور زبان کی تدریجی ترقی کی منزلیں نگاہ کے سامنے آ جائیں - اس انتخاب میں اس امر کا بھی لحاظ رکھا جاے کہ نہ تو اتنا مختصر ہو کہ شاعر کی خصوصیات اور اس کے شاہکاروں کی پوری طرح نمایندگی نہ ہوسکے، نہ اتنا بسیط ہو کہ اس میں کل رطب و یابس شامل ہو جائیں، چنانچہ یہ انتخاب انہیں اصولوں کے تحت میں تیار ہوا ہے، اس کے علاوہ اس میں شعرا کے انتخاب کے معاملے میں بھی احتیاط برتی گئی ہے، جہاں تک ممکن ہوا

ہے ہر ایسا شاعر جس کو صاحب طرز کہہ سکتے ہیں اس میں شامل کیا گیا ہے -

اردو شاعری کے ابتدا سے آج تک متعدد دور قائم کئے گئے ہیں ' ہر دور ایک خاص زمانے تک محدود ہے ' جو شاعر اس زمانے میں ہوے ' یا جو کلام حیطۂ تحریر میں آئے ' تاریخ کی قیود کے مطابق اس دور کے تحت میں جمع کر دئے گئے : آخری دور کے متعلق یہ تحریر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جو شعرا بہ قید حیات ہیں ان کو اس انتخاب میں جگہ نہیں دی گئی کیونکہ ان کے کارناموں کے متعلق خامہ فرسائی قبل از وقت معلوم ہوتی ہے -

انتخاب سخن کے علاوہ ' شاعروں کے حالات اختصار کے ساتھ درج کئے گئے ہیں اور ہر شاعر کے کلام پر بہت مختصر نقد و تبصرہ بھی کر دیا گیا ہے - ہر جلد میں انتخاب سے پہلے خلاصۂ دور کی صورت میں ' دور کی شعری خصوصیات پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے ' مقصد یہ ہے کہ ناظرین کو '' جواہر سخن '' کے ذریعہ سے اردو شاعری سے مجملاً واقفیت اور اردو کے ان کارناموں سے تعارف ہو جاے جن پر اردو ادب کی عظمت کا انحصار ہے -

اکیڈیمی کی مجلس انتظامیہ نے یہ کام مولوی محمد مبین کیفی چریا کوتی اردو اسکالر کے سپرد کیا انہوں نے اردو کے کثیر دواوین ' کلیات ' انتخابات ' تذکرے اور سوانح سامنے رکھ کر یہ انتخاب تیار کیا ' چونکہ شعر کا انتخاب زیادہ تر ذاتی رجحانات کے زیر اثر ہوتا ہے لیکن اکیڈیمی کو یہ منظور تھا

کہ اس کی طرف سے جو انتخاب نکلے اس میں یہ کوشش کی جائے کہ جہاں تک ممکن ہو ایسا ہر دلعزیز مجموعہ مرتب ہو جس سے مختلف الطبائع ناظرین لطف اندوز اور محظوظ ہو سکیں، اس لیے مجلس انتظامیہ نے ایک کمیٹی انتخاب پر نظر ثانی کی غرض سے مقرر کی، یہ کمیٹی چھ ارکان پر مشتمل تھی، ہر رکن کے سپرد ایک ایک جلد ہوئی مثلاً جناب مولانا سید محمد سلیمان صاحب ندوی نے پہلی - جناب مولانا سید مسعود حسن صاحب رضوی ادیب ایم - اے ریڈر لکھنؤ یونیورسٹی نے دوسری جلد - جناب نواب جعفر علی خاں صاحب اثر بی - اے نے تیسری - جناب ڈاکٹر عبدالستار صاحب صدیقی ایم - اے پی ایچ ڈی پروفیسر عربی و فارسی الہ آباد یونیورسٹی نے چوتھی - جناب مولانا نعیم الرحمان صاحب ایم - اے لکچرر فارسی، الہ آباد یونیورسٹی نے پانچویں اور مرزا محمد عسکری صاحب بی - اے نے چھٹویں جلد کی تصحیح اور اس پر نظر ثانی کی - کمیٹی نے بہ حیثیت مجموعی ایک دستورالعمل بنایا جس کے تحت ہر ممبر یا رکن نے نظر ثانی کی - اس طرح اصل کتاب کی چھ جلدیں تیار ہوئیں اور انتخاب کی چھان بین ہوئی، ان جلدوں کے علاوہ ایک جلد بسیط مقدمہ پر شامل ہے جس میں تمام اصناف سخن پر بحث کی گئی ہے -

دکنی شعرا کے کلام کے انتخاب میں جو غیر معمولی دقتیں پیش آئیں ان میں سب سے زیادہ یہ ہے کہ ان کے کلام کے جتنے انتخاب اب تک شائع ہوئے ہیں ان میں بیشتر ایسے ہیں جن میں دکنی الفاظ کے صحت اور سقم کی چنداں پروا

نہیں کی گئی ہے ' اس لیے ان سے نقل اور اخذ کے سلسلے میں اہتمام صحت میں بہت دشواریاں پیش آتیں ' اگر جناب ڈاکٹر عبدالستار صاحب صدیقی ایم - اے ' پی ایچ ڈی پروفیسر عربی و فارسی الہ آباد یونیورسٹی کی اعانت شامل نہ ہوتی -

تارا چند

جنرل سکریٹری

۲۳ اگست سنہ ۱۹۳۳ع

تمہید

اُردو زبان کي ابتدا کس زمانے میں ہوئي ؟ ایسا سوال هے جس کا جواب تحقیقات کا محتاج هے -

اس میں شبہ نہیں کہ غزنوی حملہ‌آوروں کے وقت سے فارسي بولنے‌والے ترک خراساني اور وسط ایشیا کے رهنے‌والوں اور شمالي مغربي هند کے آریائي زبانیں بولنے‌والے باشندوں میں ربط ضبط پیدا هوا -

جب محمود نے پنجاب پر قبضہ کیا ، اور اس کے جانشینوں نے لاهور کو اپنا پایۂتخت بنایا تو معاشرتي اور مذهبي ضروریات کے سلسلے میں وہ زبانیں بننے لگیں جن میں پنجابي اور هندی ترکیبوں کے ساتھ فارسي اور عربي تصرفات پائے جاتے هیں -

غزنوي حکمران ابتدا هي سے هندوؤں کے ساتھ میل‌جول رکھتے تھے ، محمود اور مسعود کی فوجوں میں هندو سپاهي اور افسر ملازم تھے ، غالباً انهیں تعلقات کي وجہ سے درباري اور فوجي زبانوں میں تغیر کي ابتدا هوئي - مشائخ اور صوفیہ ان حملہ‌آوروں سے پہلے هي یہاں آکر بس چکے تھے ، اور مذهبي تعلیم اور تلقین میں مشغول هو چکے تھے ، قیاس کہتا هے کہ ان کو اور ان کی طرح علما کو بھي یہ ضرورت محسوس هوئی کہ ایسي زبان میں هندوستاني باشندوں سے بات چیت کریں جس

کو وہ سمجھ سکیں ، کاروبار اور معاملت نے اس تحریک کو اور قوت پہونچا دی ، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان ابراہیم کے زمانے میں مسعود سعد سلمان اور ابو عبداللہ الدکنی جو فارسی کے شاعر تھے ہندی میں شعر کہنے لگے - کہا جاتا ہے کہ اس زبان میں ان کے دیوان بھی مرتب ہوے ، گو ان کے کلام کا نمونہ نایاب ہے ، یہ امر متحقق معلوم ہوتا ہے کہ بارھویں صدی عیسوی میں اس نئی زبان ہندی میں شاعری کی ابتدا ہوئی -

تیرھویں صدی میں ترکوں کا تسلط شمالی ہندوستان پر ہوا اور دہلی پایہ‌تخت قرار پایا ، اس دور میں مشاہیر علم و ادب مشائخ اور صوفیہ ہندوستان میں چاروں طرف پھیل گئے ، ہندوستانیوں اور پردیسیوں میں گھرے تعلقات قائم ہو گئے ، دونوں ایک دوسرے کے خیالات سے متاثر ہوے اور اس طرح معاشرت اور زبان میں روز بروز تبدیلیاں ہونے لگیں -

انقلاب کے ان نئے مظاہروں کی دلچسپ تاریخ ابھی ہماری آنکھوں سے اوجھل سی ہے ، لیکن اس دھندھلکے میں ایک ہستی بہت نمایاں اور روشن ہے وہ ہستی حضرت امیر خسرو دہلوی کی ہے ، امیر خسرو ۱۲۵۴ع میں پیدا ہوئے اور علائی زمانے میں اپنے غیر معمولی ادبی کارناموں کی وجہ سے مشہور ہوئے ان کے نام کی طرف ہندی کی بہت سی پہیلیاں کہہ مکرنیان اور نظمیں منسوب ہیں اگرچہ اس قول کی تصدیق کسی مستند ذریعہ سے قطعی نہیں ہوتی لیکن قیاس اور بعض روایتیں کہتی ہیں کہ انھوں نے ہندی میں طبع‌آزمائی ضرور کی - ان کی قابلیت کا جامع ہونا اور زبانوں پر قدرت اس دعوے کے شواہد ہو سکتے ہیں -

نوسپہر میں خود لکھتے ہیں کہ مجھے سنسکرت زبان کا علم تھا - اوحدی کے قول کے مطابق برج بھاشا میں ان کے کئی ضخیم دیوان تھے -

چودھویں صدي میں گجرات اور دکن ، سلطنت دھلي کے زیر اثر آگئے اور ملک کے ان حصوں میں شاھي فوجیں انتظام کے سلسلے میں سکونت‌پذیر ہوئیں ، ان کے ساتھہ ساتھہ اصحاب علم اور ارباب دین و مذھب بھي یہاں پہونچ گئے ، یہ لوگ زیادہ تر پنجاب اور دھلي سے گجرات اور دکن میں وارد ہوئے اور یہاں کے باشندوں سے میل‌جول پیدا کیا ، اس وجہ سے ان کي بولي بازاروں اور خانقاھوں کي زبان بن گئی - چودھویں صدي کے اختتام سے پہلے دھلي کی سلطنت کا شیرازہ درھم برھم ھو گیا لیکن گجرات اور دکن کي سلطنتیں قائم رھیں ، یہاں علم اور ادب کا چرچا بڑھتا گیا ، دکن نے اِس میں سبقت اور فضیلت حاصل کي ، بھمني سلطنت کے زیرسایہ ، بادشاھوں کي سرپرستي اور فقیروں کے فیض سے اس نئي زبان نے ادبي حیثیت حاصل کر لي ، کسي نے اس زبان کو گجراتي کسي نے دکني کے نام سے پکارا ، اِسي زبان میں نظم‌نویسي اور نثرنگاری کا آغاز ھوا ، نثر ان لوگوں کے پیش نظر تھي جو عوام کو دیني مسائل سمجھانا چاھتے تھے ، اغلب ھے کہ نظم کي ابتدا کا سبب بھی اسی حلقہ کي یہی ضرورتیں رھي ھونگي -

نثر کا انحصار عقلی کارروائیوں پر ھے ، نظم کا تعلق ھمارے فطري جذبات سے ھے - انسان فطرتاً حسن و جمال کا شیفتہ ھے توازن اور موسیقیت اس کي طبیعت اور اس کی سرشت میں

داخل ہیں - وہ لکھنا پڑھنا پیچھے سیکھتا ہے اور گانا پہلے ، اسي لئے اردو زبان کیا بلکہ ہر زبان کي تاریخ نظم سے شروع ہوتي ہے -

پندرھویں اور سولھویں صدي میں دکن کے اندر جو زبان ادبي تالیفات اور تصنیفات کا ذریعہ بني اس کو اردو کہنا نامناسب نہ ہوگا گو اس کو زمانہ حال کی اردو سے زیادہ مشابہت نہ ہو - اس زبان کي ساخت موجودہ اردو کي طرح آریائي ہے لیکن اس میں ہندي کا عنصر بہت زیادہ ہے اور غیر ملک کا کم ، دکني نظم کا سرمایہ یہی ملکي زبان تھي لیکن جن سانچوں میں نظم ڈھلي ہے وہ فارس کے تھے -

فارسي اوزان ، فارسي بحریں ، فارسي عروض ، اور فارسی اصناف سخن نظم کی تشکیل کا ذریعہ بنیں اسي وجہ سے ہندی اور دوسرے ہندوستاني ادبیات سے اردو شاعری میں بین فرق پیدا ہو گیا - دکن کے شاعروں نے اس زبان میں مثنویاں ، قصیدے غزلیں ، مرثیے کہے اور اس طرح شاعري کو اوج کمال پر پہونچا دیا ، ان متقدمین کي شاعری آورد اور تصنع سے پاک ، سادگی اور بے تکلفي کي بے ساختہ تصویر ہے -

اتھارھویں صدي کے اوائل میں ولی اورنگ‌آبادي دکن سے دھلي آیا - اس وقت دولت مغلیہ کي شوکت اور دبدبے کا آفتاب نصف‌النہار سے ڈھل چکا تھا ، لیکن دھلي کا دربار ابھي ان امیروں اور رئیسوں کا مرکز تھا جو زیادہ‌تر ایرانی ، تورانی نژاد تھے ، جن کي مادری زبان فارسي تھي ، دربار کے لواحقین اور شہر کے اهل علم فارسیت میں ڈوبے ہوے تھے ، ان لوگوں نے ولي کا خیر مقدم کیا اور اس کي

نظموں کو هاتھوں هاتھه لیا ، اس کی شاعری کو پسندیدگي کي نظر سے دیکھا بلکه بقول بعض ، انهیں نظموں کي وجه سے فارسي کو چھوڑکر اِن لوگوں نے بول چال کي زبان کو شاعری کا ذریعه بنایا - جب ادب کے نکھار سے دهلي کي زبان سنورنی اشروع هوئي تو قدرتي طور پر بول چال کي زبان میں تبدیلي شروع هوئي وه الفاظ ، جن میں هندي کے خاص حروف شامل تھے اور فارسي لفظوں میں استعمال نهیں هوتے تھے ، جن کو فارسي‌داں اپنی زبان سے بآساني ادا نه کرسکتے تھے ادب سے خارج هونے لگے ، اس کے علاوه ، وه الفاظ بھي جو عوام کی زبانوں پر چڑھے هوئے تھے اور خواص ان کو بازاري قرار دیتے تھے ، متروک هونے لگے ، اِس طرح کت چھٹ کر دهلي کي تکسالي اردو زبان تیار هوئي ، اور اُس کی گود میں اردو ادب کی پرورش هونے لگی - محمد شاه کے عهد سے اس کي مستقل تاریخ شروع هوتي هے ، تقریباً دو سو برس کے اندر یهه زبان ترقی کے ابتدائي مدارج طے کرتي هوئي آج اس درجه پر پهونچی هے که اعلے سے اعلے تعلیم کا ذریعه قرار پائي -

اِس زبان میں علوم و فنون کي کتابوں کا آئے دن اضافه هو رها هے اور اس کا خزانه هر صنف کے کارناموں سے روز بروز مالامال هوتا جاتا هے -

وه زمانه آگیا هے که ادبي ضروریات کا مطالبه هو که اردو کے شعبۂ نظم کا ایک ایسا مجموعه تیار کیا جائے جس سے اس کي تدریجي ترقی کا حال ظاهر هو ، اور جس کے ذریعه سے هر دور کے شاهکار ایک ساتھه شائقین اُردو کے سامنے پیش کئے جا سکیں - یهه انتخاب جس کا نام "جواهر سخن" هے اِن ضرورتوں کو پورا

کرنے کي غرض سے تیار کیا گیا ھے - مکمل انتخاب چھہ جلدوں
اور چھہ دوروں میں ختم ھوا ھے - پھلي جلد اور پھلے دور کے
دو حصے ھیں - پھلے حصے میں شعراے دکن کے کلام کا نمونہ اور
ان کے مختصر حالات ھیں ' دوسرے حصے میں شعراے دھلي کے
کلام کا نمونہ اور ان کے مختصر حالات اور خصوصیات درج ھیں -

——

خصوصیات

دور اول

حصہ اول

(شعراے دکن)

اس دور میں قریب قریب تمام اصناف سخن موجود ھیں ' مسلسل نظمیں ' اخلاقي اشعار ' مناظر قدرت ' مستقل عنوانوں کے تحت میں مستقل نظمیں بھي ھیں -

ریختي کي ابتدا بھی اسي دور میں ھوئي ' مذاقیہ نظمیں جعفر زٹلی نے لکھیں ' لیکن ان پر بیان کی سادگي ' ایر پھیر سے اجتناب غالب ھے ' جو مضمون بیان کیا جاتا ھے بیساختگي سے ' جابجا تناسب لفظي بھي ھے لیکن اس کي صورت اتني ناگوار نھیں کہ اس کے احساس اور ادراک سے نفرت پیدا ھو یا سلسلۂ بیان سے کوئي شے الگ تھلگ معلوم ھو -

دکني شاعري کي لفظي خصوصیات میں یہ امر نمایاں ھے کہ اس نے اپنے فاتحوں کا اثر قبول نھیں کیا ' اس سے جھانتک ھو سکا اپنی ھي زبان کا آئینہ بني رھي اگرچہ اس تعصب اور سختگیري نے اس کو محدود دائرے سے آگے بڑھنے نھیں دیا ' جھاں سے اس میں وسعت شروع ھوئي ھے وھیں سے فارسي زبان کا اثر معلوم ھوتا ھے -

مصنف گل رعنا نے اُردو پر فارسي اثرات کے متعلق یہ الفاظ لکھے هیں :۔

"چونکہ اُردو شاعري کي ابتدا فارسي کي انتہا سے جا ملي هے لہذا بہت سے خیالات جو خاص ملک فارس سے علاقہ رکھتے هیں اس میں خودبخود آگئے ' ان خیالوں نے اُردو شاعری کو سنگلاخ بنا دیا ۔"

ایک طرف اگر یہ تسلیم کر لیا جاے کہ فارسی خیالات کے تتبع نے اُردو کو سنگلاخ بناکر اُس کی اصلي بہار کھو دي یعني جو بات اُس کو هندوستان کي محسوس اور مرئي اشیا کو پیش نظر رکھنے سے حاصل هوتي وہ فارس کي غیرمرئي ' اور غیر محسوس اشیا کے پیش نظر رکھنے سے حاصل نہیں هوئي ' وهیں یہ بھي ماننا پڑیگا کہ فارسي کي طرز ادا اور انداز بیان کي تقلید نے اُردو شاعری کو بہت کچھہ آگے بھی بڑھا دیا ' لیکن باوجود اس کے اس دور کا یہ امتیاز نمایاں هے کہ اس نے فارسي کا اثر بہت کم قبول کیا هے ' جو کچھہ هے وہ برائے نام هے اور اس کا پیوند نمایاں معلوم هوتا هے ۔

یہ بیان ظاهری اور لفظي گلکاریوں کے متعلق تھا ' اس کے علاوہ معنوي خصوصیات اور اثرات نے بھي شاعري کو متاثر کیا هے ۔

اس کي وجہ یہ هے کہ دکن جس طرح اس وقت ادبی ذوق کا مرکز تھا ' اُسي طرح فقرا کے تبلیغ و اشاعت کے اثر سے بھی مالامال تھا ۔

بہاءالدین باجن ' شاہ علي گام ' شیخ خوب محمد ' عین‌الدین گنج علم ' خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کے ایسے بزرگوں کي تبلیغ و اشاعت اور تصوف کا نغمہ تمام دکن میں گونج رہا

تھا، اس لئے شاعری کا اس رنگ سے متاثر ہونا ضروری تھا -
چنانچہ اس دور کی شاعری میں جو چیز بقدر مشترک موجود
ھے وہ مختلف رنگوں اور اصناف میں خدا پرستی، مذہبی رنگ
کا غلو، تصوف، تعلیم اخلاق، وغیرہ کا نمایاں ہونا ھے، عشق
مجازی کی جگہ، عشق حقیقی کے جذبات جلوہگر ھیں -

چونکہ تصوف کا شمار آل رسول کے ساتھہ محبت اور
عقیدت بھی ھے اور ساتھہ ھی بیجاپور و دکن میں جو اسلامی
سلطنتیں اس وقت قائم تھیں، ان کے فرمانروا اکثر شیعہ تھے،
اس لئے اس دور میں مراثی کی فراوانی کے ذریعہ سے
حضرت علی اور حسنین علیہم السلام کے ساتھہ جوش عقیدت
اور ان کے دشمنوں کے ساتھہ نفرت اس دور کا نمایاں رنگ ھے -

توحید و رسالت، محاورات و مصطلحات تصوف، جام،
ساغر، ساقی میخانہ، میکشی، شراب عرفان کے مضامین
اکثر مسلسل نظموں اور غزلوں کا موضوع خصوصی ھیں - شعراے
دکن نے ان تمام خیالات اور مصطلحات سے اپنی شاعری کو متاثر
کیا ھے -

ھندی زبان کا اثر

دکنی زبان اور بالخصوص دکنی شاعری جو اس دور میں
نمونہ پیش کرتی ھے اس سے یہ معلوم ہوتا ھے کہ ھندی کا
اثر دکنی اردو پر پہلے ھی سے وسیع حد میں موجود تھا، بیک
نظر معلوم ہوتا ھے کہ ھندی زبان کے خصوصیات لفظی و معنوی،
ترکیب، طرز ادا، جذبات، تخیل، تشبیہ و استعارے سب کچھہ
دکنی شاعری میں موجود ھیں -

ترکیب اور تشبیہ کي مثال ایک ساتھہ یہ ھے :-

پون سینٹي ھت راکھی ھے آپ کمر

سورج چند نمن جھمکے دوزر کمر

شعر کي ترکیب ھندي ھے ' ھندی میں مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان کا لفظ اضافت (کا ' کي ' کے) محذوف ھوتا ھے ' مثلاً '' نیدن نیر '' آنکھوں کے آنسو ' کبھی آنکھوں میں آنسو کے معني میں بھي آتا ھے - یہ صورت دکنی شاعري میں کثرت سے ھے -

تشبیہ بھي چاند سورج سے اکثر دي جاتی ھے ' تخئیل اور طرز ادا بھی اس شعر کي ھندی ھے -

ھندی شاعری کي یہ خصوصیت اُردو کے لئے قابل رشک ھے کہ اس میں اظہار جذبات اکثر سادہ انداز میں کیا جاتا ھے ' یہي وجہ ھے کہ اس کي دلنشیني میں شبہہ نہیں رھتا ' دکني اردو شعرا نے اس رنگ کو بھی اُڑایا ھے ' ھندی شعرا مشکل اور ناآشنا الفاظ استعمال کرنے سے پرھیز کرتے ھیں ' دکني شعرا نے اپني شاعري میں اس کو بھی پیش نظر رکھا ھے بلکہ کہا جا سکتا ھے کہ دکني اردو شاعری میں جہاں تک اس کا اھتمام ھے شاعري دلچسپ اور اثرانداز ھو گئي ھے -

ھندی میں لفظ ذو معنیین کا استعمال بھي جائز ھے ' مثلاً :-

کنور پیا انکھیو نہیں لاگي

جب سے لگے یہ نین

'' پیارے کنور ! میری آنکھہ نہیں لگی (نیند نہیں آئی)

جب سے یہ آنکھیں لگیں (محبت ہوئي) - آنکھہ لگنے کے دو معنے ہیں -

دکنی شاعری میں اس کا چربہ بھي اتارا گیا ہے' ولي کے کلام میں جا بجا اس کي مثال ملےگي مثلاً اس کا ایک شعر اس طرح ہے :-

کیا سہم ہے آفات قیامت سنی اس کوں
کھایا جو گئی تیر نجھہ ابرو کي کماں کا

"سہم" کے معنے ڈر اور تیر دونوں کے ہیں' یہاں یہ لفظ دونوں معنے ادا کر رہا ہے -

ہندی میں عشق کا اظہار عورت کي زبان سے ہوتا ہے' دکنی اردوے قدیم میں اس کا نمونہ بھي ہے مثلاً ہاشمی کاشعر ہے :-

سجن آویں تو پردے کے نکل کر بھار بیٹھونگي
بہانہ کر کے موتین کا پروتي ہار بیٹھونگی

فارسي زبان کا اثر

یہ عجیب بات ہے کہ دکني زبان جس قدر آگے بڑھتي گئي ہے اس پر فارسی خیالات' جذبات' طرز ادا' ترکیب' تشبیہیں اور استعارے قابو پاتے گئے ہیں' چنانچہ ولي کی شاعري کے بعض حصے دکني سے بالکل علیحدہ معلوم ہوتے ہیں -

گل و بلبل' سرو' قمري' شمع و پروانہ' تغزل کے اجزا بن گئے اور یہ چیزیں بیشتر اظہار عشق کا ذریعہ بن گئیں' اس کي وجہ یہ ہے کہ فارسي کي شاعری تغزل سے زیادہ تصوف لیکر آئي اور اس کو فضا نے قبول کر لیا -

خسرو، حافظ، سعدی، جامی، مولانائے روم، صوفی بھی تھے اور شاعر بھی، اس لئے ان کا رنگ غالب رہا، دکن کے صوفیوں نے اس کے لئے زمین پہلے ہی طیار کرلی تھی اس لئے یہ شاعری یہاں آکر پھولی پھلی -

دکنی شاعری کی ابتدا میں عروض، بحر و وزن کی بھی شدید پابندی معلوم نہیں ہوتی، لیکن فطرت سلیم حتی‌الوسع اس راہ سے بھٹکتی ہوئی کم دکھائی دیتی ہے - اس کی وجہ یہی ہے کہ دکنی شاعری میں اکثر ہندی بحریں رائج تھیں، فارسی کے تدریجی اثر نے اپنی مروجہ بحریں پیش کرا دیں، اس لئے حتی‌الوسع پابندی کے ساتھہ وہی رائج ہو گئیں، پہلے کھینچ تان، تخفیف اور اضافے بالکل کم ہوتے ہوتے معدوم ہو گئے -

اس حصہ کے صاحبان طرز میں قطب شاہ دکن کا سب سے پہلا یا دوسرا شاعر کہا جاتا ہے - اس کا دیوان تمام اصناف سخن پر حاوی ہے - بقول مولوی عبدالحق صاحب، دیوان کی ضخامت کا یہ حال ہے کہ بادشاہ تو بادشاہ اس دور کا کوئی پیشہ‌ور شاعر بھی مقابلہ نہیں کر سکتا -

اس نے مثنویاں، قصائد، مراثی، غزلیں، مستقل نظمیں، اور اصناف اس طرح پیش کی ہیں کہ ہر صنف کو دوسری صنف سے اپنی خصوصیات کے ساتھہ علیحدہ اور نمایاں دکھایا ہے - مثنویوں میں اپنے زمانہ کے پھولوں، میووں، ترکاریوں، پرندوں، اور رسم اور رواجوں کو بیان کیا ہے -

نصرتی بھی اس دور اور اس حصہ کا بہت قادرالکلام شاعر

تھا ، اس کے اشعار میں نسبتاً روانی زیادہ ہے ۔ اس کی غزلیں ، مثنویاں ، نظمیں ، خاص رنگ رکھتی ہیں ، علی نامہ اس کا مشہور کارنامہ ہے ، گلشن عشق اور گلدستہ عشق بھی اسی کی تصنیفوں میں سے مشہور ہیں ۔ وجہی کی مثنوی قطب مشتری مشہور ہے ، اس کی رباعیاں بھی خاص درجہ رکھتی ہیں ۔

غواصی کی ہجو ، بدصورت شہزادی کے عنوان سے قابل ذکر ہے ، اس نے ملا ضیاءالدین نخشبی کے طوطی نامہ کا اردو نظم میں ترجمہ کیا ہے ۔

قطبی کے مضامین پند و نصائح نظم میں پر اثر جذبات کا مرقع ہیں ۔

نشاطی کی مثنوی پھول بن اس دور کی مشہور مثنویوں میں سے ہے ۔ اس کی زبان سادہ اور طرز بیان دلکش ہے ۔

جعفر زٹلی کا تمسخر اور مذاق اس دور کا خاص انداز ہے ۔

ھاشمی کی ریختی اولیت کے اعتبار سے قابل ذکر ہے ۔

قاضی محمود بحری نے اپنی نظموں میں رموز تصوف بیان کئے ہیں ۔ ان کی مثنوی "من لگن" مشہور ہے ۔

ہاشم علی نے بہتر مرثیے لکھے ۔

ولی اس دور کا سب سے بڑا اور مستند شاعر ہے جس نے حقیقتاً اُردو شاعری کی بنیاد رکھی ۔

حصہ دوم

(شعرائے دھلي)

جو زمانہ دکن میں دکني اُردو کي ترقي اور بتدریج غلبۂ فارسیت کا تھا وھي دھلي میں شاعري کے آغاز کا تھا -

دکن کے خاتم الشعراء ولي جب دھلي آئے تو اُن کے معاصرین حسب ذیل شعراء کا نام اھل تذکرہ لیتے ھیں -

قزلباش خاں امید - سلیمان قلي خاں وداد - علي قلي خاں ندیم - شیخ سعداللہ گلشن - مرتضیٰ قلي خاں فراق - میر شمس‌الدین فقیر - مرزا عبدالقادر بیدل - سراج الدین علي خاں آرزو -

اِن اساتین شاعري میں سعد اللہ گلشن وہ بزرگ ھیں جن کے فیض صحبت نے ولي کو اُردو کا شاعر بنایا ، سراج الدین علي خاں آرزو وہ شخص ھیں جن کے آغوش تربیت و تعلیم نے میر کے ایسا استاد شعراء طیار کیا -

دھلي کي اُردو شاعري پر ابتدا سے فارسي کا غلبہ ھے ، اس کي وجہ تذکرہ نویسوں نے یہ بتائي ھے کہ فارسي‌گو شعرا اس طرف متوجہ ھوے اور ان کي توجہ نے اُردو شاعري کو سند قبول عطا کیا -

ان کے کلام کا نمونہ اُردو تکسالي کا قدیم‌ترین نمونہ کہا جائے گا - چنانچہ اِن کے بعض نمونے یہ ھیں :-

۱ - موسوي خاں ، فطرت

از زلف سیاہ تو بدل دھوم پڑي ھے

در گلشن آئینہ گھٹا جھوم پڑي ھے

۲ - عبدالقادر، بیدل

مت پوچھہ دل کي باتیں یہ دل کہاں ھے ھم ھیں
اس جنس بےنشاں کا حاصل کہاں ھے ھم ھیں
جب دل کے آستاں پر عشق آنکر پکارا
پردے سے یار بولا بیدل کہاں ھے ھم ھیں

۳ - قبول

بعض تذکرہ‌نویسوں نے قبول کا نام عبدالغني لکھا ھے، مولف "تاریخ ادب اُردو" نے بھي یہي نام لکھا ھے، لیکن میر حسن اپنے تذکرے میں اِن کا نام غني بیگ لکھتے ھیں :-

حاضري بن محل نہیں کھاتا
بیگمي ھے پنیر منعم کا

۴ - سراج الدین علي خاں، آرزو

وعدے تھے سب خلاف جو اُس لب سے ھم سنے
یہ لعل قیمتي دیکھو جھوٹا نکل گیا

——

مرے شوخ خراباتي کي کیفیت نہ کچھہ پوچھو
بہار حسن کو دي آب جب اُن نے چرس کھینچا

——

میخانہ بیچ جاکر شیشے تمام توڑے
زاھد نے آج اپنے دل کے پھپھولے پھوڑے

——

رکھے سیپارۂ گل کھول آگے عندلیبوں کے
چمن میں آج گویا پھول ھیں تیرے شہیدوں کے

دریا عرق میں ڈوبا تجھہ سیمتن کے آگے
موتي نے کان پکڑا تیرے سخن کے آگے

تیرے دھن کے آگے دم مارنا غلط ھے
غنچے نے گانٹھہ باندھا سن کر سخن ھمارا

---

٥ - مراد علي قلي ' ندیم

جدائی میں تري ھم کیا کہیں کس طرح جلتے ھیں
بجاے مو ' بدن سے شعلۂ آتش نکلتے ھیں

بے قرار عشق کو ھے زندگي نقص کمال
مر چکے سیماب تب کہتے ھیں یہ اکسیر ھے

---

٦ - شمس‌الدین ' فقیر

ترا منھہ دیکھہ بلبل گل سنتي بیزار ھو جاے
اگر گل تجھہ تلک پہونچے ' گلے کا ھار ھو جاے

زندگي موج آب ھے گویا
دم کا آنا حباب ھے گویا

خال تیری بیاض گردن پر
نقطۂ انتخاب ہے گویا [۱]

ان مختصر نمونوں پر نظر کرنے سے حسب ذیل خصوصیات معلوم ہوتے ہیں :-

۱ - زبان ، ترکیب ، محاورات خیالات ، اصطلاحات کے اعتبار سے اُردو کی ٹکسالی شاعری نمایاں طور سے فارسی کی پیدا وار ہے -

۲ - جابجا الفاظ پر زیادہ زور دیا گیا ہے ، آرزو کے اشعار میں رعایت لفظی بھی پائی جاتی ہے ، مثلاً '' فقیر '' کے شعر میں گل کی رعایت سے گلے کا ہار ، اس کے علاوہ تجنیس خطی و لفظی کی بھی جھلک ہے -

۳ - اس زمانے کے لوگوں کو ایہام کا کچھ ایسا شوق تھا کہ اُس کے آگے مضمون ، لطف بیان ، سلاست زبان ، کسی چیز کی پروا نہ کرتے تھے -

۴ - مضامین کے اعتبار سے خیالات اور جذبات بالکل فارسی کے ہیں ، ان میں تصوف ، اخلاق ، خمریات و رندی ، واردات عشق کے سلسلے میں گل و بلبل ، ہمہ اوست ، وحدت وجود ، موجود ہے -

یہ ظاہر ہے کہ ان پیش رو شعرا نے جو نئی راہ نکالی وہ مقلدین کے لیے سند تقلید بن گئی - شاعری جس قدر آگے

---

[۱] تذکرۂ میر حسن - گلشن ہند - مخزن نکات - گلرعنا -

بڑھتی گئی معنویت غالب آتی گئی ، چنانچہ مظہر جان جاناں کا کلام اِس نظر سے دیکھنے پر اس راے کی تصدیق ہوتی ہے - معنوی ترقیات میں جذبات تصوف کے ساتھ جذبات تغزل کی ابتدا بھی اِسی دور میں ہو چکی تھی ، فارسی کے وسیع اثر میں کسی اور اُردو میں ترقی کی طرف قدم اِسی دور سے بڑھنے لگا - مظہر کا کلام اِن خصوصیات کا آئینہ ہے -- لفظی اهتمام بھی اِس دور میں کم ہے ، مظہر نے خلوص جذبات عشق و تصوف کے ساتھ بیان کی سادگی اور زبان کی بے ساختگی کا بہت خیال کیا ہے ، مظہر ہی پہلے شخص ہیں جنھوں نے کلام میں درد کی چاشنی پیدا کی - اُن کے خصوصیات کی پیروی اُن کے اکثر شاگردوں نے کی ہے -

قواعد عروض ، ردیف اور قافیہ کی صحت کا بھی چنداں خیال نہ تھا ، بندش بالکل معمولی ہوتی تھی - یہ چیزیں قریب قریب اِس دور کے دونوں حصوں میں مشترک ہیں -

البتہ شاہ حاتم نے اصلاح زبان کی طرف توجہ کی اور اکثر ناپسندیدہ الفاظ خارج کر دیے -

بھاشا کے اثر سے زبان کو خالص کرنا بھی اِس دور کے اِسی حصے سے شروع ہوا ، اور دکنی الفاظ بھی اکثر بالالتزام ترک کیے گئے -

اِس دور کے صاحبان طرز میں مظہر اور حاتم بہت مشہور ہیں - تمام اصناف سخن پر غزل گوئی غالب ہے ، اُس کے مقابلے میں دوسرے اصناف بالکل ضمنی معلوم ہوتے ہیں -

دور اول کے دوسرے حصے میں آرزو و حاتم اور مظہر کے علاوہ آبرو، حسرت، یقین، تاباں، مضمون، بھی مشہور صاحبان طرز ہیں - کلیم وہ شخص ہیں جن کی تعریف میر نے اپنے تذکرے میں مبالغے کے ساتھہ کی ہے -

اِس دور میں عموماً تمام اصناف پر طبع‌آزمائي کی گئي ہے لیکن زیادہ زور غزل پر دیا گیا ہے - تغزل کے ساتھہ زبان میں بھي اس طرح ترقی ہوئي ہے کہ فارسي پر اُردو کا غلبہ نظر آتا ہے، محاورات کی طرف بھي توجہ کي گئي ہے، مظہر نے ٹھیٹھہ محاورے بھي استعمال کیے ہیں - مثلاً —

خدا کے واسطے اُس کو نہ ٹوکو
یہی اِک شہر میں قاتل رہا ہے

صحت الفاظ کي طرف حاتم نے توجہ کی اور صحت کا معیار وھي قائم کیا جو فارسي میں ہے لیکن '' بیڑۂ پان '' کي ترکیب سے بھی اس دور میں دریغ نہیں کیا جاتا - اِس نوع کي ترکیبیں سودا اور میر کے زمانے تک برابر رایج رہیں -

آخر میں یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ ہم نے ترتیب دور میں زیادہ‌تر زبان کي تدریجي ترقی کا خیال رکھا ہے - اگرچہ ترتیب سال و سن سے بھي اعراض نہیں کیا گیا ہے لیکن جہاں کہیں اِن دونوں میں تصادم ہوا ہے ہم نے پہلي شکل کو ترجیح دي ہے -

دور اول حصہ اول میں ترتیب کا تقریباً وھي لحاظ ہے جو عام طور پر رایج ہے - حصہ دوم میں بعض شعرا کی ترتیب نام و سن میں زبان اور شاعری کے لحاظ سے کچھہ تقدیم و تاخیر

کی گئی ہے - لیکن وہ کل شعرا آ گئے ہیں جن کا تعلق اس دور سے زبان اور شاعری کے اعتبار سے ہے -

پہلی جلد کے انتخاب میں کوشش کی گئی ہے کہ اشعار کی تعداد کے لحاظ سے منتشر نمونے یکجا ہو جائیں اِس لیے کہ اِس دور کے شاعروں میں سے کمتر ایسے ہیں جن کے دیوان شایع ہوئے ہیں -

---

انتخاب

حصہ اول - دور اول

وجہي [ا]

وجہي تخلص (نام کا پتا نہیں چلتا غالباً تخلص ھی نام بن گیا تھا) گولکنڈے کا رھنےوالا ، ابراھیم قطب شاہ کا درباري شاعر تھا -

کلام میں مضمون آفریني ، طرز ادا ، گداز ، سب کچھ ھے ، زبان ٹھیٹھ دکني قدرے فارسی آمیز ھے ، مذھب اور ضروریات مذھب کا غلو معلوم ھوتا ھے -

' قطب مشتري ' اور ' سب رس ' اس کی تصنیفیں ھیں -

قطب مشتري

نہ بھئیں پر دسے وہ نہ اسمان میں
رھیا شہ اُسی نار کے دھیان میں

[ا] وجہی ' بقول مصنف اُردو شہ‌پارے ابراھیم قطب یعنی محمد قطب شاہ کے باپ کا درباري شاعر تھا -

بعض واقعات اور قرائن بتاتے ھیں کہ وجہي محمد قلی قطب شاہ کي ولیعہدي یا شہزادگی کے زمانے سے پہلے کہنہ مشق پختہ‌کار عمر رسیدہ شاعر ھو چکا تھا اس لئے اس کا نام محمد ثاني قطب شاہ سے پہلے آنا چاھئے - تفصیل کے لئے دیکھئے اُردو شہ پارے - مرتب -

لگیا تلملانے بھوت دھات سوں
کھیا جائے نا بات وو بات سوں
نہ یو بات ہر ایک کوں فام ہوئے
وھی جانے جس پر جو یو کام ہوے
کدھیں جو ھنسے ہور کدھیں کچھ روئے
کدھیں سدھ پاوے کدھیں سدھ کھوے
اِسی دھات دن رات رھتا اچھے
اپس میں اپے یوں وہ کھتا اچھے
بھلائي چنچل دھن وو یوں شاہ کوں
کہ لبدائے جیوں کھربا کاہ کوں
اُتھے ہور پھر سوے شاہ جائے کر
کہ وو نار بھی خواب میں آئے کر
جو ہر بار یوں خواب میں یار آے
تو عاشق کوں بن خواب بھي کچھ سنبھاے
پریشان حیران بے تاب تھا
نہ کچھ اُس کوں آرام ' نا خواب تھا
لگیا شاہ اُساسان بھرن آہ مار
کہ نزدیک نیں ہے وو کلونت نار
کدھیں بے خبر ہوئے کدھیں ہوئے ھشیار
کدھیں پیو پیو کے [۱] کدھیں یار یار
یو سن مطرباں سب خبردار ہوئے
جو مستاں تھے دوں سو ھشیار ہوئے

---

[۱] یعني '' کھے '' - اِسي طرح آگے ایک شعر میں '' کر '' یعني '' کھوں '' -

بهوت دهات سوں بات سمجھاے کر
کہے شہ کوں نزدیک آے کر

کہ اے شہ توں جم شاہ خرم ہو آج
نہیں غم تجے توں بے غم ہو آج

جکچھ تج کوں ہونا سو حاضر ہے سب
اُساساں جو بھرتا سو توں کیا سبب

کہیا شاہ دل نیچ دھرنا بھلا
کسی پاس ظاہر نہ کرنا بھلا

کسے گوں کہ منج عشق اُس کا اہے
وهي جانے منج عشق جس کا اہے

مجلس عیش و طرب

شہنشہ مجالس کیے ایک رات
وزیراں کے فرزند اتھے سب سنگات

ہر اک خوبصورت ہر اک خوش لقا
سو ہر ایک دلکش ہر اک دل ربا

مہابت کے کاماں میں جم جم ہے جیوں
شجاعت کے کاماں میں رستم ہے جیوں

ندیم ہور مطرب، سگھڑ فہمدار
اتھے شہ سوں ملکر یو سب ایک تھار

صراحی پیالے لے ہاتاں ملے
ندیماں تے مشغول باتاں ملے

لگے مطرباں گانے یوں ساز سوں
کہ دھرتی ہلے مست آواز سوں

جو مطرب وو صحرا میں اس دھات گائے
تو پھر اُن کوں اِس شوق تے حال آئے
جو گاوں وو شہ کوں کماتے اتھے
سو راگاں یہ راگاں جماتے اتھے
ندیماں لطافت میں جو چکہ آئیں
تو روتیاں کوخوش کر گھڑي میں ھنسائیں
شراب ھور صراحي نقل ھور جام
ھوئے مست مجلس کے لوگاں تمام
جو ھوئی رات آدھي بچھي دو پھر
خبردار یاراں ھوئے بے خبر
بسر گئے ندیماں طرز بات کا
گنوائے خبر مطرباں ذات کا

غزلیں

(۱)

پیو اپنے کوں تک آج میں نس سپنے دیکھي سوے کر
جب پیو چلیا ست سیج منج نت سوتے اتھي روے کر
ھاتھ اپنا سارنے منج چل چل لاگیا مارنے
نا جاؤں سائیں کارنے بھی اجنوں کیا کیا ھوےکر
کیوں تالوں بوھا جھال سکي نین سکتی ھوں سنبھال سکي
اب کیونکر پاؤں لال سکي جو بیٹھی ھت تے کھوےکر

(۲)

طاقت نہیں دوري کي اب توں بیگی آ مل رے پیا
تج بن منجے جینا بھوت ھوتا ھے مشکل رے پیا

کھانا برہ کیتی ھوں میں پانی انجھوں پیتی ھوں میں
تج تے بچھڑ جیتی ھوں میں کیا سخت ھے دل رے پیا
ھر دم توں یاد آتا منجے اب عیش نیں بھاتا منجے
برھا یو سلتاتا منجے تج باج تل تل رے پیا

—

محمد قلي قطب شاہ

محمد قلي قطب نام - قطب شاہ فارسي اور معاني أردو میں تخلص ، قطب شاھي خاندان کا فرد محمد ابراھیم قطب شاہ کا بڑا بیٹا گولکنڈہ (دکن) ، کا رھنے والا اور بادشاہ تھا - ادیب ، علم دوست ، زبردست شاعر تھا -

پیچیدگی سے پاک ، صنائع بدائع سے اکثر معرا ، سلیس اور آسان کلام ھوتا ھے ، تمام اصناف میں یہی خصوصیات مشترک ھیں -

تلمذ کا پتا نہیں چلتا -

قیاس ھے کہ اس کے جانشین سلطان محمد قطب شاہ نے مشورہ سخن کیا ھو کیونکہ اس کے کلام میں وھي رنگ موجود ھے -

ضخیم دیوان - تمام اصناف سخن سے مملو کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن میں موجود ھے -

سنہ ۹۷۷ھ میں پیدا ھوا اور سنہ ۱۰۲۰ھ میں وفات پائي

(باغ محمد شاھي)

محمد نانوں تھے بستا محمد کا اے بن سارا
سو طوبان سوں سہاتا ھے جلت نمنے چمن سارا

بھے دم عیسوی دایم چمن میں گُل لگانے تیں
ھرے نہالاں کے جلوے تیں مشاطا ھو پون سارا
چمن کے پھول کھلتے دیکھ سکیاں کا مکھ یاد آیا
سہانا تھا محمد پھل نمن ان (کا) نین سارا
اناراں میں سہے دانے سو جوں یاقوت تبلیاں میں
ھر ایک پھل اس انارن پر سہے سکے نمن سارا
کھجوران کے دسین چھونکے کہ جوں مرجان کے پنجے
سپاریاں لعل خوشے جوں دسیں دن ھو رین سارا
دسین جاموں کے پھل بن میں نیلم کے نمن سالم
نظر لاگے تیوں میویان کون را کھیا ھے جتن سارا
چمن آواز سن بلبل اپس میں آپ الاپیں ھیں
سوتس آواز سوں موراں کریں! رقصاں اپن سارا [۱]

(ننھی سانولی)

ننھی سانولي پر کیا ھوں نظر
خبر سب گنوا کر ھوا بے خبر
ترا قد سرو نکلے جب چھند سون
دسن جوت منج کون دسن جیون قمر
تو دوری ڈروائے منجے دور تجھے
وو کیا بوجھے مو دل میں ھے تونگر

---

[۱] رسالہ اُردو ج ۲ اورنگ آباد -

"معانی" کے باتاں تے جھڑتا نمک
جے چاکھے کھہ ہے نمک سوں شکر [۱]

(تین غزلیں)

(۱)

گرجا ہے میگھ سر تھے تازہ ہوا ہے بستاں
پھولاں کی باس پایا بلبل ہزار دستاں
اے خوش خبر صبا توں لے جا جو ان قداں کن
چمناں کی آرزو میں بیٹھے ہیں مے پرستاں
او نو نہال پھولاں ہے جام خوئے سوبا دہ
نرگس اپس پلک سوں جھاڑو کرے شبستاں
مکھ نور پر دسے یو منج خط عنبریں او
جوں سوراپر ہے بادل ریحان سون گلستاں
بے ہوش میرے دل کوں منتھے ادھر جلائے
گلزار ہے عجب او دو لعل شکرستاں
منج عشق کے گدا کوں اورنگ شاہی دیتا
سب عاشقاں منج انگھے ہیں طفل جوں دبستاں
روزی ہوا "قطب شہ" تج عشق کا پیالہ
بھولے ہیں ہر طرف توں جم شوق کے خمستاں

---

[۱] تذکرہ محبوب الزمن ص ۷۵۹ -

غزل - ۲

پیا باج پیالا پیا جائے نا
پیا باج یکتل جیا جائے نا

کہے تھے پیا بن صبوری کروں
کہیا جائے اما کیا جائے نا

نہیں عشق جس وہ بڑا کور ہے
کدھیں اوس سے مل بیسیا جائے نا

'' قطب شہ " نہ دے مج دوانے کو پند
دوانے کو کچھ پند دیا جائے نا

غزل - ۳

اب مست اچھے دایم ہمیں مست اچھنے کا ھنگام ہے
ساقي صراحي نقل ہور پیالے سو ہمنا کام ہے

عاشق اول تھے ہیں ہمیں سر مست ازل تھے ہیں ہمیں
نا آج کل تھے ہیں ہمیں زاھد کونیں یہ فام ہے

منگتا ہے مد مستاں کنے مد باج نیں سکتا رھنے
میخانے کے کوچے منے تو متقي بدنام ہے

ساقي پیالا منج پلا پیالہ پینے ہو تا دلا
اُس پیو کون تولیا کر ملا جس پیو تھے مج آرام ہے

'' قطبا " نبي کے آدھار تھے رحمت ہے نت کر تار تھے
تو تج علي کے پیار تھے تلنل نوا انعام ہے [۱]

---

[۱] رسالہ اُردو ج ۲ اورنگ آباد -

سب اختیار میرا تجھ ہات ہے پیارا
جس حال سوں رکھیگا ہے او خوش حال ہمارا
نیناں انجھوں سوں دھوؤں پگ اب پلک سوں جھاڑوں
جی کو خبر سو لیاوے مکھ پھول کا تمہارا
تج خیال کی ہوس تھی ہے جیو ہمن سو زندہ
اُو خیال کد نہ جاوے ہم سر تھي تک بھارا

(اپنی سالگرہ کے موقع پر لکھا ہے)

نبی کی دعا تھے برس گانٹھ بایا
خوشیاں کی خبر کے دمامے بجایا
پیا ہوں میں حضرت کے ہت آب کوثر
تو شاہان اُوپر مجھ کلس کر بٹھایا
سورج چند اپے تال ہوکر بجیں تب
مندل ہو فلک تمایاں بجایا
کرے مشتری رقص مجھ بزم میں نت
برس گانٹھ میں زہرہ کلیان گایا
میرا گُلستان تازہ اس تھے ہوا ہے
مجھ اُس باغ میوہ دمبدم کھلایا
خدا کی رضا سوں برس گانٹھ آیا
سہس شکر کر توں برس گانٹھ پایا
دعائے امامان تھے مجھ راج قایم
خدا زندگانی کا پانی پلایا

نکو پلا مجھے ساقي پیالہ بھر بھر
که پیتے ہیں ہمیں دائم پیالہ اُس کے دست

نکو کرو پنکھی تم بال و پر سوں مغروري
که بے پنکھاں سیتي تم میں ہوا ہوں مست الست

سدا تو مدح نبي و علي کي کہتا ہے
''معانی'' شعر تیرا تو لکھے ہیں دست بدست

مکھ تیرے کوں دیکھ کر ہوں آج مست
تیرے مکھ کے تین ہوا ہوں بت پرست

مکھ عرق میں زور مستی ہے عجب
میري زردی میں رنگ لعل لب است

خال ہندو کا بھلا کر ملبج کیا ہے بت پرست
سب خیالاں اپے پست کرتا ہے میرا خیال دست

خورشید مکھ اُوپر دسے ابرو ہلال عید
اِس ابرواں کو سجدہ کیا ہے وصال عید

کرے کن دلیل و دلائل سوں عشق
دلیلاں میں ہلچے ہیں عالم ہزار

میزبانی عید کر جگ میں گناوو عیش سوں
مطرباں لیا کر گواوو راگ ' ہور لاؤ عبیر

کر دعا توں بھیج صلوٰتاں محمد پر سدا
اس دعا صلوٰۃ تھے ہوگا تجھے فتح کبیر
ہے محمد قطب شہ بارہ اماماں کا غلام
میں سو عاجز داس تیرا یا علی منج دستگیر

ھاتف ندا کرے کرو اے زمزم صبوح
میرے دلم میانہ رمز نہانہ کر

قصا ہے جگ میں لیلے مجنوں ہور فرہاد کا
اب عشق میرا جلوہ کرتا ہے تیرے پیغام پر
گالیاں سیتی او نازنیں مجھ یاد کرتا کر سنیا
اب دل کروں قربان اُس دشنام کے انعام پر
ہم بت پرستی چھوڑ کر زاھد نہ کہہ پوجو صمد
ہم کام میں تجھ کیا غرض رہ دھیان لا اب کام پر
دنیا کا حکمت نا بوجھیں ہرگز حکیماں علم سوں
گاو وترنا عیش کا نس دن پیا کے نام پر
شعر ''معانی'' آن بندھے موتی ہیں جگ میں حسن کے
بھردی صدف موتی جمیا اب وار ایزد نام پر

اندھارے شہر پر خورشید تاباں تک منور کر
آبھالاں آہ کے داتے میں منج سینے منے در کر
تمہارے عکس تھے روشن ہوا ہے چاند سب جگ میں
وگر نہ زنگ کا ٹھکرا ہے تج بن خاک سر پر کر

ھماری آہ کے شعلیاں تھے پایا ھے شفق لالي
آساساں تھے میری یودود اُپر چھایا ھے منظر کر
کھیا عرضہ سنو میں ناز سوں کبي کام ھے منج کوں
غروری آہ کرتے ھیں کتاب اب حسن کي زر کی
کری ایراں زمیں پر بادشاھي تج نہیں ھے غم
مدن کا تباں پہ سوتا ھوں پیا توں دنگھ سر پر کر
سو اس رنجیر زلفاں سوں کیتاں کرں تو کرتا ھے بند
مسا داغ غلامي دے منجے مجمر میں عنبر کر
خدایا لطف کا باران بھیج اس شعلہ کے اوپر
کہ جیوں نمرود کي آتش میں ابراھیم سرور کر
رقیباں کھلیاں سن کر ھماري ھوتے ھیں حیراں
" معاني " آپے دل میں علي کا مہر مظہر کر

دنیا کا پھول اُپجتا ھے جفا سوں
پنہ میں رکھ خدایا منج آس آزاد
محبت مي دسے اُس مکھہ صفا میں
ھمن پیالے میں مے بھر ساقي گلنار
دیا اوستاد منج تعلیم کچھہ ھور
ھمن کچھ دیکھہ کر باندھے ھیں زنار
درد جانے حکیم خوب دانا
ھمارا درد کیا بوجھیں گے اغیار
" معاني " پر نظر اُس یار کا ھے
سدا اُس نین سوں بیدار دیندار

مو نظر سامنے نہیں ہے یار
نہیں پانی میں تیرتا دلدار
سامری سحر میں جتا کہ کروں
باطل السحر ہے بچن درکار
دارو کرتے ہزار وضع طبیب
توں دکھا غمزہ تاز سوں یکبار
باردے میرے جھاڑ کوں یا رب
پھول پھل ہووے تا سبھی گلزار

شکل باغ پانی تھے ہوتا ہے پرور
ہمن شاخ میں پانی ہوتا ہے سرور
ہندو ریت کوں دیتے ہیں تم رواجاں
کہ بت خانہ تم نے ہے توپے ہمن سر
بلائے منج وو نازنیں مست ہوکر
سدا راکھ یارب وو مستی کا شکر
صفا مکھ تھے پیتا ہوں مے ارغوانی
تو دندیاں سوں لڑتا ہے مریخ اختر

تیرے مکھ کے پانی پہ ظلمات ہے روز
ندستا کہاں پیوں اللہ اکبر
ترے عشق کے تیر تھے میں ہوں زندہ
ازل تھے ہوا ہے یہ روزی مقدر

منجے آگ کوٹلیاں کی کرتی نہ تاثیر
تیرے عشق کی آگ کا ہوں سمندر
عشق نے منارے اوپر جیو دل سوں
"معانی" کہے بانگ اللہ اکبر

کہاں کیخسرو و دارا و سکندر و جمشید
دل پیالی میں بھریں ساقی شراب لبریز
شعر تیرا در وگوہر ہے "معانی" سب میں
شعر حافظ کے سر اوپر آہے تاج پرویز

دیکھا ہوں سپنا کہ میخانہ کا ہووے در باز
کروں گا شکر گزاروں کا سو دگانہ نماز
ہمن سو عجز کریں او کرے برائی کی بات
سوال نادنی سگ کرتا ہوں اُو در پر نیاز
تمہارے مکھ کے کعبے کوں جن طواف کرے
نہیں ہے حاجت اِسے جاؤ نے کوں تا بحجاز

پیا مکھ نور تھے جاوداں ہم عید و ہم نوروز
سورج آوو حمل یا نہ، عیاں ہم عید و ہم نوروز
شہاں آئے ہیں زینت دیکھنے تم بزم عشرت کا
شہاں کا شاہ دیوے دولتاں ہم عید و ہم نوروز

محمد کي غلامي منج خطابی سر بلندي ہے
سورج کرناں سوں باندے سایہ‌باں ، ہم عید و ہم نوروز

راز نس کا تم ستیں کہنا ہوس
تیری بات انکار کا سننا ہوس
یہي کنچی کلیاں بھرے باغاں منیں
رس کی کلیاں باغ تج چننا ہوس
بزم تیرا دستا ہے رنگیں بہشت
یکدو باتاں پیالے سوں کہنا ہوس
کونلی ڈالي کوں لگے پھل رنگ رنگ
اُس پھلاں سیتی طرا گُندنا ہوس
سب بہشتی حور اُس باساں جیویں
روح کو اُس باس ہے سنگنا ہوس
شاعراں پڑتے "معانی" شعر لیک
شعر حضرت مدح پر پڑنا ہوس

ہوا فرح بخش ہور ساقي سرکش
سمند ناز پر باندھي ہیں کس پہ ترکش
سو اس لعل کا گرو عنبر ہے کا جیو کا
وو خوشبوئی سگ ہوتے عطار بے غش
سورج چاند کوں کیوں کروں تج برابر
ہمن نین کا نور ہے توں پري وش

"معانی" دیا ترک کر عیش سوں گرچہ
کہ پڑیا ہے تج ہاتھہ آنچل سبز وش

متفرقات

رکھہ ایک ہے ہر ٹیک کدھن لاکھہ چمن ہے
لکھہ جوت ہے ہر ٹھاروئے ٹیک رتن ہے
سمدور ہے ایک، ہور ندیاں ہیں سو ہزاروں
باتاں سو کروڑاں ہیں وے ٹیک رسن ہے
منج عشق گرمی اگ کا یک چنگی ہے سورج
اس آگ کے شعلہ کا دھواں سات گگن ہے

کفر ریت کیا ہور اسلام ریت
ہر اک ریت میں عشق کا راز ہے

قصیدہ

آج شہ چلیاں شرق نگر تھے شتاب
ڈھالی فلک کی اچا او شہِ عالی جناب
چرک فیل مست سوں مکھہ لال کر
گرم ہو چلنے لگیاں دن لے کتک بے حساب

رباعی

مستی کے ملک میں جما نیانی منجے
خوباں کے دیکھیں میں ہے مسلمانی منجے

حمار کا خم خانہ رهے تهانوں میرا
هر مد کا سو بند نگیں سلیمانی منجہ

نوحه

دو جگ اماماں دکھ تھے سب جیو کرتے زاري واے واے
رتن اول کي لکڑیاں جال کر کرتی هیں خم
یک پوت کو دیتے رهو یک پوت پر کهینچ خنجر
کافر کدے کیسے قهر یو زخم کاري واے واے [۱]

---

[۱] تاریخ زبان اُردو - شمس اللہ قادری م تاج پریس حیدرآباد دکن -
اُردو شہ پارے - محي الدین زور مکتبہ ابراهیمیہ حیدرآباد دکن -
محبوب الزمن عبدالجبار ملکاپوري - مطبع رحماني حیدرآباد دکن -
گل رعنا - رسالہ اُردو ج ۲ (اورنگ آباد) -

سلطان محمد قطب شاہ

محمد قطب (شاہ) نام، ظل‌اللہ تخلص فارسی کلام میں، اور قطب شاہ اردو میں ہے - محمد قلی قطب شاہ کا بھتیجا، شاعر اور عالم تھا -

اس کے کلام میں محمد قلی قطب شاہ کی سی پختگی نہیں لیکن سلاست اور سادگی میں اس سے کم نہیں -

تلمذ کے متعلق کوئی متحقق بات نہیں کہی جاسکتی لیکن محمد قلی قطب شاہ سے تلمذ کا قیاس غالب ہے - [۱]

اس کے شاگردوں میں عبداللہ قطب کے علاوہ اور کسی پر قیاس نہیں ہوتا -

اس کی تصانیف کے سلسلے میں بعض کتابوں پر تمقیدوں اور اردو فارسی کلام کے مجموعہ کا نام لیا جاتا ہے - [۲]

سنہ ۱۰۰۰ ھ [۳] میں پیدائش اور سنہ ۱۰۳۵ ھ میں وفات ہوئی -

---

[۱] اردو شہ‌پارے میں بھی اس طرف خفیف اشارہ موجود ہے -

[۲] اردو شہ‌پارے -

[۳] تاریخ اردوے قدیم - محبوب‌الزمن -

ساجن کی یاد

چھبیلی سوں لگیا ہے من ہمارا
کہ اس بن نین ہمن یک تل قرارا
صبوری کو نہیں ہے ٹھار دل میں
صبوری کیوں کرے سو کو تھارا
میا کرنا کرے معشوق اپے ہو
کھونا کیا کرے عاشق بچارا

ٹھنڈ کالا

ہوا آئی ہے لیکے بھی ٹھنڈ کالا
پیا بن سکتا تھا مدن بالی بالا
سجن مکھ شمع باج اجالا نہ بھاوے
بھلایا ہے منج جیو کوں او اجالا
جو رات آوے چندنی کی منجہ کوں ستاوے
کہ چندنا منجے نیں نین‌سوز لالا
نبی صدقے "قطبا" انندان سوں مل کر
اپس سائیں سوں پیوے جم ۰د پیالا

غزل

چلے چندنی میں جب لٹک پیو ہمارا
اونن عکس دیپے چندر تھے اپارا
جگوتی مانے ہے سائیں کے حسن چھب تھے
اسے مانیں نہ پنتھ میں جگ [یو] سارا

پیا نور بستا ہے ملنج دل جھمک میں
کہ جس نور ہے سرج آشکار
نبی صدقے "قطبا" کا من تجھہ سوں لا گیا
کہ آپ جیو میں تیرا کیتا ہے تھارا

خداداد محل

خداداد محل کوں محمد سنوارے
تو اس میں جنت کے نگاراں نگارے
بلندي محل کا ہے آسماں جیسا
سورج چاند تارے سوں اس تھے سنگارے
نہ اس جگ میں دیکھے کوئی ایسے محل کوں
مگر دھرت پر قدسیاں لیا کے تھارے [۱]

بے دام اس کا خدمت کرتا هوں اپنے دل سوں
دیتے هیں دام ان کو هور کرتے هیں عنایت
انجانے میں جواني گیا پند نا سنا
قرآن اور حدیث سوں ترکیب کر کلام
بکرید عید آیا صلوات بر محمد
آنند علم رچایا صلوات بر محمد

---

[۱] اُردو شہ‌پارے — محبوب‌الزمن - گل رعنا - رسالۂ اُردو -

پیا سانولا من همارا بھولایا
نزاکت عجب سبز رنگ میں دکھایا

——

ساقیا آ شراب ناب کہاں
چندر کی پیالے میں آفتاب کہاں
رهن بـا سکي من پیا باج دیکھي
هوے تن کوں سکھه جب ملے پیو بالا

——

میرا دل هے زر الفت کا کارخانه
نهیں منجکوں بازار واں کا حاجت

——

عشق کي پتلي هے گوري رنگیلي
چتر ناریاں میں دستي هے چهید

——

سنو لوگ میرے پرم کي کہاني
که پیلا هے رنگ عاشقي کي نشاني

——

عبداللہ قطب شاہ

عبداللہ قطب (شاہ) نام ، عبداللہ تخلص ، سلطان محمد قطب کا بیٹا اور جانشین تھا -

ادب‌نواز علم‌دوست ، عالم اور شاعر تھا ، دکنی اردو نے اس کے عہد میں بہت ترقی کي -

اس کی زبان میں صفائي اور خلوص نسبتاً زیادہ ھے غالباً محمد قطب شاہ (اپنے والد) کا شاگرد رھا ھوگا -

اس کے شاگردوں کے سلسلے میں کسي کا نام معلوم نہیں ھوتا - فارسی اور اردو اشعار کا مجموعہ (دیوان کي صورت میں) اس کي تصنیف ھے -

سنہ ۱۰۳۵ھ میں پیدا ھوا اور سنہ ۱۰۸۳ھ میں وفات پائي [۱] -

(نمونہ کلام)

اے پري پیکر ترا مکھ آفتاب
دیکھتا ھوں تو رھے نا مجھ میں تاب

قد ھور نابات گلتا ھے اجھوں
دے نہ سک تري مٹھي لب کا جواب

---

[۱] تاریخ اردوے قدیم - گل رعنا - اردو شہ پارے - محبوب‌الزمن -

راز کیا باتاں نبي کے صدقے پوچھے گا اگر
شاہ عبداللہ کو پوچھہ آکر کہ ھے حاضر جواب

آب حیات تھی ھے زیادہ کہ لب ترا
کرتے ھیں منجھہ سوں خضر علیہ‌السلام بحث

ملا غواصي

نام کا پتا نہیں چلتا ، تخلص غواصي ، گولکنڈے کا رھنے والا اور شہنشاہ جہانگیر کا ھم عصر تھا -

کلام میں رواني اور اهتمام زیادہ ھے - مثنوي ان کا میدان معلوم ھوتا ھے ، تلمذ کا پتا نہیں چلتا ، اس کے کسي شاگرد کا ذکر تذکرہ‌نویسوں نے نہیں کیا ھے -

اس کی دو تصنیفیں مشہور ھیں ۱ - فسانہ سیف‌السلوک و بدیع‌الجمال ۲ طوطي نامہ

پہلی کتاب ، الف‌لیلہ فارسی کے ایک قصے کا مثنوي (اُردو) میں ترجمہ ھے - یہ مثنوی ۱۰۳۵ ھ میں ختم ھوئي - دوسري تصنیف بھي مثنوی ھے ملا ضیاءالدین نخشبی کی فارسي طوطي نامہ کا اُردو میں ترجمہ ھے - جو سنہ ۱۰۴۹ھ میں تمام ھوئي ھے -

سنہ ۱۰۱۴ھ میں پیدا ھوا سن وفات متحقق نہیں [۱] -

---

[۱] تاریخ زبان اردو - اردو شہ پارے - تذکرہ میر حسن - تاریخ زبان اردو -

مثنوي بديع الجمال

(کشت و خون)

ہوے جمع جنگي ہزبران تمام
قوي ہور خونخوار اميراں تمام
يک يک جان يک کوہ يا برج جيوں
لے ہاتاں ميں فتنے بھرے گرز جيوں
غضب ناک ہو جيوں انگے دل ہوے
کليجے پہاڑاں کے پھوٹ جل ہوے
سلح پوش پولاد کے کوٹ جيوں
پرآشوب سمدور کي لوٹ جيوں
اوتالے ہو آفت بھرے عزم سوں
کھڑے آکے ميدان ميں رزم سوں

(ايک بدصورت شہزادي)

وہ تھوبڑ تھا اس کا سو جيوں فيل کا
سر اس کا سو کالا رنجن نيل کا
انکھياں ڈونگياں ، دوکھڈے غار کے
دو ديدے بھتر جيوں تھپر گار کے
نکل پٹ انگے ٹيک آ جيوں گھڑا
اسے پيٹ تے سخت پيڑو بڑا
بوبلي کھول جاری کی جيوں اوکھلي
مسل ہو کے دوڑی تھي رومالي

لٹکتی جو چتراں پہ چوٹی دسے
سو جیوں جھاڑ کی پیڑ موتی دسے
سڑے خوی بغلاں میں تھے یوں جھڑے
گندا نیر مھوریاں میں تھے جیوں پڑے
پون سار اس کے جو تک پاس جائے
تو لیا حلق میں انتریاں نہاس جائے
اگر لائیں جس تھار مشعل ھزار
ان آدے تو بتر ے پسڑے آنسہ کار

الٰہی جگت کا الٰہی سو توں
کرنہار جم بادشاہی سو توں
ترے حکم تل نوکر آسمان کے
رعیت ملک تیرے فرمان کے

مناجات

عطا کر منجے کچھ ترے ناؤں سوں
دے پرواز منجکوں بلند دھاوں سوں
جلادے مری جیو کی آنکھ کوں
دے تک باس مجھ دل کے پھول باگ کوں
سدا کسب میرا تو اخلاص کر
ترے خاص بندیاں میں منج خاص کر
جگا جوت تجھ دھیان کیرا رتن
مرے من کے صندوق میں رکھ تجن

ھما کر ملنچے بات کے اوج کا
شہنشاہ کر گیان کي فوج کا
مسیحا کا دے ملنجکوں آثار جم
مری جیب کوں کر شکر بار جم

جو توفیق پاکر یو بولیا تمام
مبارک گھڑی میں کیا میں تمام
مبارک گھڑي میں کیا میں تمام
محمد نبي پر ھزاراں سلام

ملا قطبي

نام کا پتا نہیں چلتا ، قطبی تخلص ، گولکنڈے کا رھنےوالا تھا ، عبداللہ قطب شاہ کے ساتھہ شاید اس نے اپنے تخلص میں نسبت رکھی ھے -

اس کے کلام میں سلاست کي کمي ، ھندي ترکیبوں کی زیادتي ھے -

سنہ ۱۰۴۶ھ میں تحفۃالنصائح کا اُردو نظم میں ترجمہ کیا ھے -

بولوں صفت میں بے گنت
اس خالق جن و بشر
نردھار کر اسماں رکھیا
سورج ستارے ھور چندر

جوں بزرگی دی عرش کوں
پلکھے آرے یکہ پائنتی
جوں پچھ برساں چار سو
انپڑے بڑاں پائے دگر

بتیاں ستر چھہ سات سو
اس وضع سوں میں جو کیا
باباں ھے چالیس پانچ جو
اسکوں یقیں کر تو شمر
چار بیس پندرہ سات سو
هجرت سوں تھی اس مصطفیٰ
دسویں ربیع آخر جو تھا
هور صبح صادق دن قمر

نازش جہاں میں میں کیتا
کیتا برائی کے جو بھی
قطبی دھریا امید یو
لایا ھوں سب صاحب نظر [۱]

---

[۱] تاریخ زبان اُردو -

جنیدی

شیخ احمد نام، جنیدی تخلص ہے، عبداللہ قطب شاہ کا معاصر تھا، سنہ ۱۰۶۴ھ میں مثنوی ماہ‌پیکر لکھی :—

نبی کی سو ہجرت کا یو تھا قرار
چہار سال تین بیس بھی ایک ہزار

یہ شعر میں اس طرح پڑھا جائے گا :—

نبی کی سو ہجرت کا یو تھا قرار
چَہَر سال تین بیس بھی اک ہزار

اس شعر سے تصنیف کا سنہ بھی معلوم ہوتا ہے -

طبعی

نام معلوم نہ ہو سکا، طبعی تخلص، گولکنڈہ کا رہنےوالا اور عبداللہ قطب شاہ کا ہم‌عصر بلکہ درباری شاعر تھا -

کلام میں گداز کے ساتھہ روانی اور لطف زبان دونوں ہیں - اس نے ۱۰۸۱ھ میں نظم گل اندام و بہرام، ہفت پیکر ہاتفی کی روش پر لکھی ہے، بعض اخلاقی نظموں کا بھی پتا چلتا ہے -

سوال و جواب

بہرام و گل اندام

بہرام کا سوال

ہوا مجنوں برہ تے سدھہ گنوا میں
اتہا دانا سو دیوانہ ہوا میں

تجے دل میں چھایا ھوں اپس کے
خرابے میں لگایا ھوں دیوا میں
رچایا ھوں ترے غم کے پھاڑاں
عجب ہے نیں سینا پھتکر موا میں
صنم تیرے بدل ھوکر برھمن
گلے میں اپنے بھایا جانوا میں
منجے کیا دیکھتی از ماں گل اندام
پرانا ھوں نہیں عاشق نوا میں

گل اندام کا جواب

تجے حاصل نہیں ہے مجھہ تے بن غم
نکو کر غم میں اپنا پا نو محکم
ترا دل ھو گیا پھوڑا دکھوں تے
نہیں اس زخم کا مجھہ پاس مرھم
کد ھاں تک غم توں کھا گا بول بارے
منجے توں چھوڑ دے آج بھوت خرم
پنا گا اس چمن میں تے توں میو
ھوا کوتہ سخن واللہ اعلم

حب وطن

جکوئي یاد کرتا نیں اپنا وطن
او مردا ہے پیرن ہے اصل کا کفن
اگر کوئي غربت میں شاھي کرے
اگر مال ھور ملکاں اور لاکھاں دھرے

آپس کون دیکھے کھول کر جوں انکھیاں
دیوے خاک تـن کا وطن کا نشاں

غور و مشورہ

توں اندیشہ پر کام میں بہوت کر
کہ اندیشہ ھے بہوت عالي گہر
نکر کام ھرگز توں اندیشہ باج
کہ اندیشہ ھے کام کے سر پو تاج
کر اندیشہ ھر کام میں بے حساب
کہ اندیشہ بن کام ہوتا خراب [۱]

ابن نشاطي

نام کا پتا نہیں ، ابن نشاطي تخلص یا کنیت سے مشہور ھے ، گولکنڈے کا رھنےوالا عبداللہ قطب شاہ کا درباری شاعر تھا زبان زیادہ صاف اور خالص ھے -

اور حال معلوم نہ ھو سکا -

اس کي تصانیف میں ۱ - پھول بن ۲ - طوطي نامہ دو مثنویاں ھیں - اول‌الذکر کا سنہ تصنیف ۱۰۶۶ھ اور اخرالذکر کا بقول میجر استوارٹ سنہ ۱۰۶۴ھ ھے - [۲]

---

[۱] اُردو شہ پارے -

[۲] تاریخ زبان اُردو - دکن میں اُردو از ھاشمی -

نوٹ - مرتب اُردو شہ پارے کي راے ھے کہ طوطي نامہ ابن نشاطي کی تصنیف نہیں -

نمونہ پھول بن

(حمد)

اول میں حمد رب العالمیں کا
دل و جاں سوں کہوں جاں آفریں کا
خداوندا تجھی ہے جم خدائی
ہمیشہ تجکوں سا جی کبر یائی
ازل سوں نہیں سمجے تیرا ہدایت
ابد کو فہم نیں تیرا نہایت

(نعت)

کروں میں لی ہات ابتدا نعت
سچیں حق کی پیمبر کا ادا نعت
محمد پیشوا ہے سروراں کی
الہی سر خیل سب پیغمبراں کی

(منقبت حضرت علی)

زباں کوں میں ادب کے ساتھہ کھولوں
نبی کی جانشیں کا مدح بولو
علی ساری نیاں میں ہے سپھدار
علی ساری ولیاں کا ہے سردار

(مدح عبداللہ قطب شاہ)

شہاں کا شاہ عبداللہ غازی
خدائی ہے تری جم پیشس بازی

سعادت کي نين کا نور هے توں
شجاعت کی گگن کا سور هے توں

(آغاز کلام)

جکو نئی هے باغباں اس پھول بن کا
چمن لاتا هے یوں تازي سخن کا
کتے ایک شهر مشرق کی کدهن تها
جو اس کا نانوں سو کنچن پٹن تها
حصار اس کا تها دریا کے کنارے
دسے خندق هور دریا تس بندارے

(ابتداے افسانه)

کتے کوئي بادشاه یک اس کدهن تها
حکومت میں سلیماں کے نمن تها
تهے اس کے زیر دیواں جگ کي سارے
پریاں اس حکم تهے نهیں نهیاں کنارے
بني آدم جیوں خدمت میں یکسر
هوئے تهے و حش و طیر اس کے مسخر
نه تها بیٹا سو کوئي اس شاه کے گهر
هوا تها راج بیٹي پر مقرر

اخر میں لکهتے هیں :—

مسلماناں سو هے امیدواري
سخنداناں سو هے امیدواري

کرینگے تو میرا یہ یو پھول بن لیر
کھوں یکبارگي جو عاقبت خیر

نوري

شجاع الدین نام ' نوري تخلص ' گجرات کا رهنے والا تانا شاہ کے وزیر (سید مظفر) کے لڑکوں کا معلم تها - کلام میں طرز ادا کي سادگي کے ساتهہ لطف زبان بهي هے -

---

نوري ایس کے دل کي کسي سے نہ کہہ بتها
حاصل بهلا اب اس سے دوانے جو تها سو تها [۱]

فائز

نام کا پتا نهیں ' فائز تخلص (هي سے مشهور) هے ' گولکنڈے کا رهنے والا تانا شاہ کے زمانے میں موجود تها -

کلام میں عربي اور فارسي الفاظ اور ترکیبوں کي آمیزش هے - صاف اور ستهرا پرسوز کلام هوتا هے -

قصہ رضوان شاہ و روح افزا کو سنہ ۱۰۹۴ھ میں نظم کیا هے [۲] -

اول نام حق کا لے بولوں سخن
بندوں اس کي توحید کهولوں دهن

---

[۱] تاریخ ادوے قدیم - تذکرہ میر حسن -

[۲] اردو شہ پارے - دکن میں اردو -

اتھا جس وقت سال ھجرت ھزار
اس اوپر نود اس کے اوپر چھار
ھوا قصہ رضوان شاہ کا تمام
نبي ھور ولي پر ھزاروں سلام

قصہ کا آغاز اس طرح کرتے ھیں :-

چڑھیا باپ کے تخت رضوان شاہ
جمع ھور وزیراں بھي ساري سپاہ
کیتک کو دے انعام کھنا نھال
کسے مال دینا کسے گوشمال
قدیمی وزیراں کو عزت دیا
انوجیوں نصیحت کئي یوں کیا

قصہ کا درمیاني حصہ :-

و ساعت بھوت سعد تھي ظاھرہ
کرے کر شفقت یو او ساحرہ

سلے جب منوچھر کي سب خبر
سو شیشے کو لے سات آئی اتر

شاھی

نام شاہ قلي خاں ، حیدرآباد کا باشندہ ، قطب شاہ کے لشکر میں سپاھی تھا غالباً اسي نسبت سے اپنا تخلص شاھي اختیار کیا -

کلام میں صفائی زیادہ ہے بندش بھی بہتر ہوتی ہے -

ملنا تن کا غیر سے کوئی جھوٹ کو سچ مجھ کہے
کس کس کا منہہ موندوں سجن کوئی کچھہ کہے کوئی کچھہ کہے

مرزا [۱]

نام ابوالقاسم، حیدرآباد کے باشندے تانا شاہ کے مصاحب خاص تھے اور حالات معلوم نہ ہو سکے -

کلام میں صفائی اور روانی کے ساتھہ گداز کافی ہے -

عارض نہیں چندر کا ترے گال سوں اچھا
سمجھیں ہمن کلف کر نہ تجھہ خال سوں اچھا
مرزا وہ نونہال کدھر مت گئے چمن
لگتا تھا جن کے ہاتھہ یہ گُل ڈال سوں اچھا

(مرثیہ)

الوداع الوداع اے شاہ شہیداں الوداع
الوداع ابن علی دو جگ کے سلطاں الوداع
اس جفا کے تیر بیٹھے ہیں گگن کے تن اوپر
نین ستارے پھر یو سب دستے ہیں پیکاں الوداع
شہہ کا ماتم سن دریا کے موج نت نعرا کرے
غرق ہیں اس غم سوں سب لو لوے مرجاں الوداع [۲]

---

[۱] عالمگیر نے جب اورنگ‌آباد فتح کیا اس وقت وہ موجود تھے - ان کو اتنا صدمہ ہوا کہ وہ گوشہ‌نشین ہو کر تھوڑے دنوں کے اندر انتقال کر گئے - تذکرہ میر حسن -

[۲] اردو شہ پارے -

شعرائے بیجاپور

نصرتي

نصرت نام ، نصرتی تخلص ، وطن بیجاپور - ان کے آبا و اجداد فوج میں ملازم ، قوم کے شیخ اور علی عادل شاہ کے درباري شاعر تھے ، ملک‌الشعرا کا خطاب حاصل کیا تھا -

پرگوئي اور کثرت مشق کے باوجود کلام میں روانی کم ھے مذھب کا عنصر غالب ھے -

تین مثنو یاں (علی نامہ - گُلشن عشق - گلدستہ عشق) مجموعہ قصائد ، دیوان غزلیات ، ان کي تصنیف ھیں -

سنہ پیدایش ۱۰۳۷ھ سے پہلے قیاس کیا جاسکتا ھے سن وفات ۱۰۹۵ھ ھے -

نمونہ علي نامہ

حمد

سـرانا سـري اس سکت دار کـوں
کـہ آدھـار ھے ان نـرادھـار کـوں

دیا دور رستم کے پنجے میں زور
پڑیا ڈرتي جس دل میں در یار شور

(منقبت شیر خدا)

زہے پیشۂ لا مکاں کا دلیر
علی ولي او خدا کا شیر
تو ایک کوت ہے برج جس کے تمام
او بارا اماماں علیہ السلام

مدح بادشاہ

قلم آج جو مجھہ جہانگیر ہے
صفت شہ کي لکھنے کی تاثیر ہے
زہے شاہ عادل سہي ولي
علی ابن سلطان محمد بلي

(مذمت طمع)

طمع اہل عزت کو کرتی ہے خوار
کرے جگ میں بے قول و بے اختیار
طمع نام و ناموس کا کال ہے
طمع جیوں کو سکہ کے بھونچاں ہے

(مدح خواجہ گیسو دراز)

جسے ناؤں عالم میں بندہ نواز
محمد حسیني ہے گیسو دراز

نظارے میں عارف نظر بار کوں
دسیں ہر طرف قدرت کا موں

اس زمانے کے معترضین نے نصرتی کی زبان پر اعتراض کیا
تھا اس کا جواب علی نامہ میں اس طرح دیتے ہیں :—

خریدار کو خوب سودے سے کام
نہ دکان کا دیکھنا سقف و بام
مضامین سوں جابجا بات بول
دکھایا سکت فیض کا حق کے کھول
یک یک فن میں کی سحر کی بہت چھند
خبیثاں کی جیباں کو کیتا ہوں بند
کیا ہوں سخن مختصر بے گماں
کہ یو شاہنامہ دکن کا تو جان
کہ ہر اک زباں حضرت غیب داں
سکھایا سب آدم کو سو تھے نہاں
ہوئی پستہ جو نسل آدم کی اصل
چنا ناں انہیں کے ہوے فصل فصل
انو میں جو تھے شہر کے اوستاد
گیا رہ زمانہ رہے شعر یاد
سخن بن نزاکت کے نا دیکھ بھول
کہ خوش باس سوں قدر پاتا ہے پھول
نہ کہتا ہوں میں بے وقرفوں کی بات
نہ کم بھول مثالیں تو حاسد نے مات

وے جو سخنداں ہیں صاحب تمیز
کہ ریجھہ اس ہنر کو دکھیں نت عزیز

گلشن عشق

(مدح)

عنایت کا تجھہ ہت ہے عالم نواز
کوئی ذرہ خورشید تھی سرفراز
وہ عالم کوں سو چانوں لک بات مبں
دیکھنا چھپاتا پی تجھہ ہات میں
دیا ہے توں خاکی کو ایسا شرف
جو تس سجدہ توری کبھی صف بہ صف

(نعت)

یو نعت سرور عالم محمد مصطفے کا ہے
کھلایا گلشن ہستی اول جس نور کا پانی

(مدح بادشاہ)

خصوصاً شہنشاہ عادل علی
ترا نانوں کا دی جو ہے رت بلی
فضیلت میں تجھہ اج ہے بے خطا
کہ علم لدنی تجھے ہے عطا

توں دانش سوں سب کھول نہ محفوظ اچھے
ترا مدرسہ لوح محفوظ اچھے

(تعریف عقل و عشق)

اچھي عقل یک دولت ناپدید
اچھي عقل مشکل کے جال کي کلید
اچھي عشق خلقت کے جگ کا سبب
اچھي عشق گنجینۂ راز رب

(آغاز داستان)

کہتا ریوں فیصلہ دلپذیر
کبھي کھول کر بات یوں بے نظیر
کہ یک روز وہ خسرو نیک فن
سخاوت تھي بھرا کہ در عالم نمن
سو مکھہ ھات دھونے نے فارغ ھو سب
کیا اپني راني تی پوچھیں طلب
دنب تار کوں دن کي جھوکي یہ لال
دھری عشرت کا دن بھوجن کا تھال
سٹیا ھات جیون شاہ نعمت کی دھیر
پکاریا جھمن نل تلک اک فقیر

(خاتمہ)

ھر اک داستاں بولتا دل کي نین
ھر یک بیت ھر یک محل جانشین

صفائي کي صورت کي هے آرسي
دکھن کا کیا شعر هوں فارسي
فصاحت میں کر فارسیاں کا کلام
دھري مغز هندی بچن په مدام
ذکر شعر هندي کی بعضے هنر
تسکین هے لیا فارسي میں سنور
ملک جگ میں مقبول اچھو پر مدام
بحق محمد علیه السلام

مولف گل‌رعنا نے ایک معراج نامه کا ذکر کیا هے جو عادل شاہ کي مدح پر اس طرح ختم هوا هے :—

حمد هے منعم کیرا خلق په اس دور کے
هے جو سمئي رسول خسرو ملک دکھن
منبع لطف و عطا حامئي دین باوفا
معدن جود و سخا ماحئی کفر کھن
غازي صفدر کے دل بل سوں نکلتے نہیں
دھاک سوں بھادي بھیاں ترت ترت تربھن
شه سا لچھن نول کون هے جگ میں کھو
یاد سے جس اسم کے جاے کدورت محن
راج سوں شه کے سدا حق تھي دعا امن پا
جیو سے منگے هتھه پسار درر کے سب مرد وزن
لطف سوں دهریا اِله شاہ کی شاهی تلک
جگ میں چلک پراچھیں عیش دھرم کے پتن

جام سوں عشرت کے جم بزم یہ معمور اچھو
چرخ میں دن ایس کے کرم ہیں جیوں انجمن

شہ کی ثنا "نصرتی" نغز و نول یوں لکھی
دور کے دفتر اوپر پراچھے ہر اک بچن [۱]

---

[۱] گل رعنا - تاریخ زبان اُردو - سخن شعرا - تذکرۂ میر حسن - دکن میں اُردو -

هاشمي

سید میران نام ' هاشمی تخلص ' بیجا پور کے رهنے والے سید شاہ هاشم اس دور کے مشهور بزرگ کے مرید تھے ' پیر کے نام کي نسبت سے اپنا تخلص هاشمی اختیار کیا - اپنے پیر کي فرمایش سے یوسف زلیخا کو سنه ۱۰۹۹ھ میں دکهني زبان کي مثنوي میں ڈهالا هے -

کلام میں آورد کا اهتمام زیادہ هے -

سن پیدائش نا معلوم ' وفات سنه ۱۱۰۹ھ هے -

(حمد)

ثنا حمد اس کو سزاوار هے
سکل خلق جس کا یو ستار هے

(مناجات)

سکت کسی میں هے جو کرے سر بسر
ابتا "هاشمی" تو مناجات کر
مرے شعر کرے بادشاهاں پسند
پسند کر کرورا کیں جو سب هوشمند
مرے شعر میں دے شجاعت کا بل
جو خوش هوے سنکر دلیراں سکل

نوٹ - هاشمی مادرزاد اندهے تھے ' هاشمی مولف " دکن میں اردو " کي راے هے که هاشمي ریختي کے موجد هیں -مرتب -

غزل ریختی

اگر کوئی آکے دیکھے گا تو دل میں کیا کہے گا
مجھے بدنام کیا کرتے کہیں میں جاؤنگی چھوڑ
رضا گر مجھے کر دیتے ھی کرونگی گھر میں میں دارو
اگر مجھہ ھوویگی مومرت صبح پر آؤنگی چھوڑ

———

عاجز

عارف الدین خاں نام ، عاجز تخلص ، دکن کے باشندے تھے ، اورنگ زیب کی فتوحات دکن کے وقت موجود تھے - کلام کے اندر گداز ، کہنہ مشقی اور طرز ادا کی خوبی موجود ھے - قصہ فیروزشاہ ، قصہ ملکہ مصر ، قصہ لال و گوھر ، مجموعہ اشعار اُردو (دیوان) ان کی تصانیف ھیں -

نہیں چھوڑا انہوں کا نام مجھہ دل میں ترے غم نے
نہیں باور تو ظالم چوک مت چر دے کنار اپنا
نہ جاوں کیوں کہ پھر پھر کے ظالم کوہ و صحرا میں
وھاں فرھاد اپنا مونس اور مجنوں ھے یار اپنا

———

بڑا پگڑ بڑا شملہ بڑا کلہ بڑا دھاڑا
بڑھایا ھے بڑی محنت سے زاھد نے وقار اپنا

———

شوخ مسجد کو چلا شیخ شتابی چھپ جا
دیکھہ ھووے گی ترے دیں کی خرابی چھپ جا

محتسب آج خرابات میں آتا هے خراب
دختر رز کو بغل مار شتابي چهپ جا

——

دو بات سے خالي نهیں اشک کا چلنا
آنکهوں کا کهیں لگنا هے یا دل کا اٹکنا

——

خوبروئي اس سے کیا هوویگي خوب
جس نے دیکها تجهکو سر کو دهن گیا

——

الٰهي کب دل غمگیں همارا شاد هوویگا
یه اجڑا شهر یا رب کس گهڑی آباد هو ویگا

——

عیش کي مستي کي خاطر شیشهٔ عشرت نه توڑ
دل کو لاغر کر ' لهو پي ' جام جم کو بهول جا

——

هے سینهٔ پرسوز مرا عشق کا آوا
دل داغوں سے هیگا جلے اینٹونکا پجاوا

——

تری آنکهوں کي گردش دیکهه کے اے خوش‌نگه بن میں
هرن نے کهاکے چکر ' دم کو چوکا چوکڑي بهولا

——

میرے لہو کا رنگ نہیں تو کہو شتاب
تھی اس طرح سے لال تمھاري رکاب کب

ریختہ

سجن کا تبسم ، سجن کا تکلم ، سجن کی ادائیں ، سجن کی یہ قامت
ھے فردوش غنچہ ، ھے باغ فصاحت ، سراپا لطافت ، قیامت قیامت
سجن کي جبیں پر ، سجن کے رخ اوپر ، سجن کي بھواں پر، سجن کي کمر پر
ھے زھرہ تصدق ، ھے خورشید مائل ، ھے قربان کمانیں ، فدائے نزاکت
تري کالي آنکھیں ، تري کالي زلفیں، تری کالي پلکیں ، ترا خط مشکیں
سیہ مست آ ھو ھے ناگن کا جوڑا ، سیہ تاب نشتر ھے ریحان جلت
ھماری زباں ھے ، ھمارا سخن ھے ، ھمارا قلم ھے ، ھمارا رقم ھے
ثناخوان بلبل ، معانی کا گلشن ، نہال مقطع مرصع زراعت
ھماري جواني ، ھماری ضعیفي ، ھمارا قد خم ، ھمارا تواضع
ھے معدوم ""عاجز"" ھے آثار رحلت ، ھے دام ھلاکت ، ھے ھمدوش تربت

ھماري آہ کو سمجھو کہ ھے بڑی بل بلند
وہ گرز ھے کہ جو توڑے فلک کے ساتوں کھنڈ

ساقي مرا چمن میں کرے گر نگاہ قہر
نرگس کے جام چشم میں ٹپکے شراب زھر

جہاں آباد سے گرمی میں کوئی ظالم نہیں ملتا
سمندر درد کا ہے تو وطن کو آگ دے "عاجز"

کیا کانٹوں کو یوں پامال میں پھر پھر کے صحرا میں
کہ مجنوں آہ کر میرا قدم پکڑا کہا بس بس

محتسب کے ہوش کو دارو سے دیتے ہیں اڑا
قلعۂ مینا کو جب مستی سے ہلکاتے ہیں ہم

مسجد میں اذاں و بتکدے میں ناقوس
وصف اس کے کمال کا کہاں ہے کہ نہیں

لالے کی فصل شاید آئی ہے گلشنوں میں
سب گلرخوں نے لب پر مسی جمائیاں ہیں

مت ستا محتسب اب ہم کو کہ بے جام و شراب
ہم تو اُس نرگس مخمور کے متوالے ہیں
اس کے ہم دام محبت میں پھنسے ہیں "عاجز"
بال جس شوخ ستمگر کے گھنگروالے ہیں

جب بحر اشک میرا کرتا ہے جوش طوفاں
ساتوں فلک کی چادر تر کر کھنگالتا ہوں

کیونکر آویں شہر کے نزدیک ، صحرا کے غزال
ہے انھوں کی چوکڑی میں دم ہماری آہ سے
شمع کے شعلہ کو کیا طاقت جو تھامے اس کا زور
برق کے اعضا میں ہےگا خم ہماری آہ سے

دل تیری نگاہوں کے ، تیغوں کی نگاہوں میں
کچھہ وار نظر آویں ، کچھہ یار نظر آویں
ہم آنکھیں تری دیکھیں ، اور تری بھویں دیکھیں
خونریز نظر آویں ، تروار نظر آویں

لکھوں جب اپنی آہ داغ دل کے شور کر دہ عاجز ؟؟
قلم توپ اور سیاہی بس بھری باروت بن جاوے

کیفی نگاہ بن دل رنجور ہو رہا ہے
یہ شیشہ مے کی خاطر سب چور ہو رہا ہے

خیال اس شوخ کا کب مجھہ دل بیتاب میں تھہرے
کہاں بجلی کا سایہ چشمۂ سیماب میں تھہرے

محبت کے چمن کا گل جو بویا ہے یہی دل ہے
بہار عشق کا بلبل جو گویا ہے یہی دل ہے

———

جدائی کے سخن کو جب گریباں پھاڑ لکھتا ہوں
قلم في‌الفور قیلمچي ہوکے کاغذ کو کترتا ہے

———

سنگ طفلاں سے گیا شہر سے ڈر کر مجنوں
ہم رہے ہم کو کہاں اتني یہ دانائی ہے

———

اے زردپوش تم ہو اگر شاخ زعفران
"عاجز" بھي باغ عشق کا رنگیں پلنگ ہے

———

تری برگشتہ مژگاں کا خیال آتا ہے یوں دل میں
دکن کي فوج جوں بھالے پکڑ جنگاہ پر آوے
تري بانکي گلي میں ہم گذر کر سر سے بیٹھے ہیں
خدا وہ دن کرے قاتل کہ تو اس راہ پر آوے

———

جلجال زندگی سے ، کیا ہو گیا جو چھوٹے
"عاجز" ابھي پڑا ہے ملک عدم کا جھگڑا

———

وہ دوانا ہوں کہ اب شہر کو صحرا سمجھوں
چتر شاہي کو بگولے کا چھلاوا سمجھوں
یار کے کاکل و رخسار میں ایسا ہوں دنگ
کہ اندھیرے کو نہ جانوں نہ اجالا سمجھوں

اگر اس شعلہ‌خو کي بزم میں جوں شمع جل سکتے
پتنگے کي طرح جی سے فدا ہونے کو جل سکتے

عجب شور جنوں ہے ان دنوں میرے خیالوں میں
کبھو مجنوں کو دو دن چپ رہے مجھول بن جاوے
اڑا لون جب چمن کی خاک سر پر اس رنگیلے بن
سروں پر بلبلوں کے نکہت گل دھول بن جاوے

دوانو کوہ و صحرا پر جنوں میرا ہوا حاکم
کوئي جاکر کہو فرہاد و مجنوں کا وکیل آوے

مجھسے بیدل کي اگر تصویر کھینچا چاہیے
اے مصور صورت دل‌گیر کھینچا چاہیے

دیکھہ دامنگیر محشر میں ترے ہوئیں‌گے ہم
خوں ہمارا اپنے دامن سے نہ اے قاتل چھڑا

"عاجز" هوں شاہ، ملک جنوں میرے واسطے
سورج کلاہ و چتر فلک هے زمین تخت

هے همارے بت کا دل پتھر کے چہرے کي طرح
کیا کروں اس کي صفت هے سخت هیرے کي طرح

هر سحر کیا دیکھتے هو آرسي اے سادہ‌رو
هے تمھارے حسن کے دفتر کي دونوں صاف فرد

جب سے اے رنگیں‌ادا تیرا هے رنگ گل میں نقش
تب سے میری آہ کا هے سینۂ بلبل میں نقش

"عاجز" بھي آہ شمع جلاتا هے باغ میں
روشن اگر گلوں سے هوا هے چراغ باغ

باغ میں اس لالہ‌رو کے آہ جب جاتے هیں هم
دل کے داغوں کو گلوں کے تازہ کر آتے هیں هم

عشق سے خوش‌قامتوں کے سبزپوشي کر پسند
سرو کے بوتے قبا پر اپنے چھپواتے هیں هم

خوش نگہ کي یاد میں ساغر کو جب گرداں کروں
بے تکلف گردن مینا کو نرگس واں کروں
اس حنائي ھاتھہ کی تعریف خون دل سے لکھہ
ریشۂ نخل قلم کو پنجۂ مژگاں کروں

چمن میں جاکے وہ رنگیں ادا جب مسکراتا ھے
گلوں سے رنگ اڑ کر لال سا جنگل کو جاتا ھے
ھمارا اشک خونیں یاد میں گل‌رو کے بہ بہ کر
نگہ کو رشتۂ تسبیح یا قوتي بناتا ھے [۱]

مثنوي کا نمونہ

جنوں کے دشت کا بن کر بگولا
خرد کي راہ کو وحشت سے بھولا
سحر سے شام تک مانند خورشید
طلب کے فرق پر رکھہ پائے مالید
غزالوں کي طرح سرگرم دم تھا
بیاباں اس کو گلزار ارم تھا
برس دو لگ چلا جب راہ میں آہ
نظر میں اس کے آیا دشت جانکاہ

---

[۱] چمنستان شعرا - رائے لچھمن نرائن ' شفیق ' اورنگ‌آباد - م انجمن ترقي اردو اورنگ‌آباد - تاریخ زبان اُردو - دکن میں اُردو -

کروں اس دشت کی کیونکر صفت کو
زباں پر کس طرح ڈالوں لغت کو
وہاں ہرگز نہ تھا پانی کا آثار
اجل کا کھیت تھا وہ دشت خونخوار
بیاباں عدم کے تھا برابر
وہاں ' تھا جہاں عزرائیل کو ڈر
وہاں کی ریت ہیرے کی کنی تھی
وہاں کے کانٹے بھالوں کی انی تھی
وہاں کی گرد تھی پاؤں کی دارو
وہاں کی خاک تھی دوزخ کی بالو

——

سخن کے درکا مجھکو جوہری کر
سخن سنجوں کو میرا مشتری کر
سخن کا لال دے میری زباں کو
دو ملمہ ہے بھر میرے بیاں کو

——

پلنچھی

حکیم‌الدین نام ، پلنچھي تخلص ، بلگرام کے رھنےوالے تھے - حیدرآباد میں قیام کر لیا تھا -

پہلے اپنا تخلص عاجز کہا لیکن عارف‌الدین خاں "عاجز" کا شہرہ ھوا تو پلنچھي رکھہ لیا - اس سے زیادہ حالات معلوم نہ ھو سکے - غزل میں گداز اور طبیعت میں فطرت‌نگاري ھے - [۱]

صنم بنا تو خدائي کا تجھکو کیا نہ ھوا
ھزار شکر کہ تو بت ھوا خدا نہ ھوا

قیامت ھے تر گھونگت کے اوتوں میں لٹک جانا
ملا انکھیاں سوں انکھیاں مسکرا ھنسکر مٹک جانا
نہیں تم سے چلي ھے ناز کي یہ طرح دنیا میں
کہ دکھلا دور سے جھلکي نہ ملنا اور ٹھٹک جانا

---

[۱] عارف‌الدین خاں عاجز کے معاصر تھے ، بعض تذکرہ‌نویسوں نے ان کا زمانہ سنہ ۱۰۹۹ھ لکھا ھے - مرتب -

اس قدر ناداں نہیں ہوں میں کہ دل باتوں میں دوں
عمر گذری اے سجن تم ہی سے عیاروں کے بیچ

کفر و اسلام کی کچھہ بات نہ پوچھو ہم سے
بت عیار کو ہم اپنا خدا کہتے ہیں
در بدر نالہ و فریاد کیا ہم ہر چند
پر کنھوں نے نہیں پوچھا کہ یہ کیا کہتے ہیں

شاید کہ آج آوے "پنچھی" ترا تماشا
پھڑ کے ہے آنکھہ ہر دم ، دل کو لگے ہیں دھڑکے

بہ تنگ آیا ہے ایسی قید کے جینے سے جی میرا
قفس میں کب تلک قسمت ہماری ہے خدا جانے [۱]

بحری

قاضی محمود نام ، ان کے والد بحرالدین قاضی دریا کے لقب سے مشہور تھے - قصبہ گوگی کے رہنےوالے تھے - دکنی زبان میں ان کے تمام اصناف سخن کا کافی ذخیرہ تھا جو برباد ہو گیا -

---

[۱] چمنستان شعرا -

کلام میں تصوف کا عنصر غالب ھے ، زبان بھي بھتر ھے ، ھر صنف میں سوز و گداز ھے ، سب کے آخیر میں مثنوی "من لگن" لکھي ھے جو نکات تصوف پر مشتمل ھے -

(حمد)

اے روپ ترا رتی رتي ھے پربت پربت پتی پتی ھے

(نعت)

اوت اے قلم اس گھڑي نه گھر جائیں
تک نعت‌نگر کي سیر کر آئیں
ھے نانوں احد نشان احمد
سرخي سواحد ھے پان احمد

(مدح پیر)

مولا کے محب نبي کے نائب
مانس نهیں مظهر العجائب
ساگر ھیں سپور معرفت کے
بل عین ھیں نور معرفت کے

(مدح عالمگیر)

اب بول توں مدح بادشه کا
هور اس کي کمالیت کله کا
جس کي یو دوبال پن کي عادت
عالمگیری ھے اور عبادت

یک ملک نہیں جو ان لیا نیں
یک نقل نہیں جو ان کہا نیں
دیندار ، دلیر ہور دانا
یک علم نہ سب ملے سیانا

امین

محمد امین نام عالمگیر کے معاصر تھے ، مثنوی یوسف زلیخا کو دکنی زبان میں نظم کیا ہے - نمونہ یہ ہے :—

اول تعریف سن خالق اے یار
کہ وے دونوں جہاں کا ہے کرن ہار

مومن

عبدالمومن نام - قوم پٹھان چنہاپٹن قلمرو عادل شاہی میں رہتے تھے اسرار عشق مشہور مثنوي ان کی تصنیف ہے جو سید محمد جونپوري کي سوانح حیات ہے تشبیہات اور استعارات خوبی سے لاتے ہیں ، یہ مثنوي ۱۰۶۳ھ میں تمام ہوئي ہے - [۱]

عجب دن شب کہ منجن سیم کرحل
عروس بدر سر تمنا نور کي جل

---

[۱] دکن میں اردو - تاریخ زبان اُردو -
نوٹ - ۱۱۰۹ھ ان کا زمانہ تھا

تجمل کا دکھائے جب نبي کوں
چوا چوکي کتیں لالي نکہت سوں
که تاجا دجلۂ مغرب منئي چل
سورج کي ضو سوں دل جلوا لکي کل
پرت کي ریت میں بھی خوب لاگي
عروس آپیں ھو جانا شوکی جاگي
کھومیتے تھی رکن میں تیربازي
دکھاتي تھی فلک کو تیغ بازي
آتا کر رقص رکت تازہ تبازنا
تنن ناتن تنن ناتن تنانا

(احاطه مدراس و بیجاپور)

ذوقي

شاہ حسین نام، لقب بحرالعرفان تھا، درویش اور متوکل شخص تھے، کلام میں شکوہ لفظی و معنوي دونوں ھیں، اور زبان کی خوبی بھي - وصال العاشقین ان کی مثنوی ھے جو سنه ۱۱۰۹ھ میں تصنیف ھوئی، نمونه یه ھے :-

مگر اے حسن دل کا خوش سرشته
لبھایا من کو میرے ھو فرشته
اگرچه اي سرشته لے اول بھي
گندھے ھیں ھار تلال شیخ وجھي
ھوا کیا جو انویک تار لے کر
گندھے اپنے موافق ھار لے کر

ہوئے جو بہ ہر دونوں مل مقابل
پڑیا لرزا زمیں اسمان کے دل

(نمونۂ غزل)

ہے سروقد سکے گا جوں پھول ڈال نازک
مکھ پھول پھل رہیا ہے جیسا گلال نازک
مکھ پھول نار کی سوں ڈالی پھول پھل رہیا ہے
پنکھڑیاں سو پھول کیا ہوں دستیں میں گال نازک
بن کھا کہ ناز کی سوں لٹکی سکی اگن میں
گویا دیاں شفق میں دستے حلال نازک [۱]

مجرمی

شاہ بیراللہ نام، بیجاپور کے رہنےوالے تھے؟ کلام میں روانی کا عنصر کم ہے، لیکن قدرت کا پتا چلتا ہے [۲] ان کی تصنیف مثنوی "گلشن حسن دل" ہے جو سنہ ۱۱۱۴ھ میں لکھی گئی، نمونہ یہ ہے :-

(حمد)

جتا حمد ہے سو خدا کونچ ہے
ثنا ہور صفت بھی اسی کونچ ہے

---

[۱] دکن میں اُردو -

[۲] دکن میں اُردو -

جو درگاہ اس کی اھے بےنیاز
اپس سول اپیس ھے وہ بےنیاز
نہ قادر ھے قدرت میں اس سار کا
نہ پیدا کیا ھے اپس سار کا

(آغاز مثنوی)

زباں اور نظر دونوں مل بار ھو
چلے ھیں تماشے کو اک تھار ھو
چلے جب تماشے کو مل کے ملوک
تو دیکھتے تمیز کر کو کرتے سلوک
سلوک سوں ھر ایک ملک کالے خبر
تو واقف ھو پھرتے تھے کرتے نظر
کتے ھیں ولایت کو اے دونوں
عجائب شہر ایک پائے دونوں

(تاریخ تصنیف)

یو بارویں صدی میں پھر یو قصہ تمام
جو چودا برس نہیں ھوئے تھے تمام

(نام)

اس عاجز کا ناؤں شاہ بیر اللہ فقیر
جو سید میراں اس کا ھے دستگیر [۱]

---

[۱] دکن میں اُردو -

نتھر اولیا

تبر عالم نام ، ایک مثنوی ان کی تصنیف ہے اس کا نمونہ یہ ہے اور حالات معلوم نہ ہو سکے [۱] - کلام میں روانی ہے -

---

عجب میں جو زاھد جھٹک آستیں
تما شبکوں جو جوڑي نظر پاک بیں
ایسے دھات شو گشب میں تھار تھار
جھاں شو کھڑا ہےنھیں واں نہار

بچھایاں مرصع کے کرسی اُدھر
بندیا درمیاں پردہ ، باریک تر

ولي دکھنی [۲]

محمد فیاض نام ، قوم سید ، وطن ویلور (احاطہ مدارس) ہے - عالمگیر کے معاصر تھے -

کلام میں ، اُردو زبان پر ھندی عناصر کا غلبہ ہے ، روانی اور سلاست کافی ہے -

---

[۱] دکن میں اُردو -

[۲] - یہ مشھور شاعر ولی اورنگ‌آبادي سے کوئی تعلق نھیں رکھتے ، بلکہ بالکل دوسرے شخص ھیں - مرتب -

ان کی تصنیف ذیل کی دو مثنویاں ھیں -

[۱] رتن پدم -
[۲] روضۃالشہداء -

ریاست خاں ، رئیس سات‌گڑھ نے ان کی بہت قدردانی کی تھی ، کچھ دنوں ان کے دربار میں تھے ، اس کے بعد نواب عبدالمجید ساکن کڑپا کے پاس آئے ، نواب نے ان کو سد ھوت کے قلعے میں ایک عہدے پر مامور کر دیا -

"رتن‌پدم" میں ولی نے اپنے ان واقعات کا اس طرح ذکر کیا ھے :—

ریاست خاں امیر ایک نامور تھا
سکونت‌گاہ اس کو سات‌گڑھ تھا
اتھا او اھل درد و نیک اعمال
رفاقت میں اتھا میں اس کی خوشحال
قضاراں واں سوں ھو قسمت نے برخاست
سو آیا میں طرف کڑپا کے دھرخواست
نواب عبدالمجید ، ابن الحمید ایک
اتھا واں نامور ، صوبہ سعید ایک
سو او بحر شجا پروانہ لکھ کر
بہ سلک نوکراں مجھ منسلک کر
تعین کر مجکوں سدھوت کو روانہ
کیا او صاحب شیریں زمانہ
سو حسب‌الحکم میں سدھوت کو آیا
رنگارنگ واں تماشے میں نے پایا

———

"ولي" تيرے کرم کي هے مجهے آس
نه کر ' اُس آس سوں هرگز تو نيراس

"ولي" هے يو سبب خالي بهانا
اسي کا کام هے دينا دلانا [۱]

"روضةالشهدا" ميں ولي نے واقعات کربلا نظم کئے هيں اس کے علاوہ انهوں نے ايک مناجات بهي لکهي هے جس کا نمونه يه هے :—

(مناجات)

يا الهي زهد و تقوی نيں هوا مجه هات سوں
کچه عبادت هور رياضت نيں هوا مجه ذات سوں
سر بسر هوں منفعل اس کام هور اس بات سوں
يا غفورالمذنبيں مجه حال پر احساں کرو

محمود

محمود بيگ نام ' محمود تخلص تها - بيجاپور کے رهنے والے ' ولي کے شاگرد فخري کے معاصر تهے - [۲]

نمونۂ کلام يه هے :-

لوگاں کهيں پتهر سوں کچه سخت نهيں و ليکن
جو کوئي پيا سوں بچهڑا وہ سخت هے پتهر سے

---

[۱] تاريخ زبان اردو -

[۲] تذکرۂ مير حسن - چمنستان شعرا -

صبائي

احمداباد کے رھنے والے ' ولی کے معاصر تھے [۱] - بالکل عامیانہ مذاق میں کہتے تھے :-

زر سے ھے آشنائي ' زر سے ملے ھے بھائی
زر نہیں تو ھے جدائي ' دنیا میں جو ہے زر ھے

احمد

احمد نام اور تخلص ' گجرات وطن ھے ' زیادہ حالات معلوم نہیں - عربي فارسی کے علاوہ سنسکرت اور بھاشا زبانوں کے بھی عالم تھے ' ولی کے معاصر تھے - نمونہ کلام :-

احمد بتائیں کیا کریں اب راہ عشق میں
سر پر تو سانجھ [۲] پڑگئی اور پانؤں تھک گئے

آگاہ [۳]

محمد باقر نام تھا - ذی علم شخص تھے ' تصانیف کثیرہ ان کي طرف منسوب ہیں ' زیادہ تر نظم ھي ان کا میدان

---

[۱] دکن میں اردو -

[۲] لفظ '' سانجھ '' بجائے '' شام '' استعمال کیا ' اس سے ان کے صحت مذاق کا پتا چلتا ھے کیونکہ '' تو '' اور '' پڑگئي '' کے درمیان '' سانجھ '' مناسب اور موزوں ھے - مرتب -

[۳] دکن میں اردو

رہا ہے - "آگاہ" پہلے شخص ہیں جنہوں نے اُردو نظم میں سیرت کی مکمل اور صحیح روایات پر مبنی کتاب لکھی ہے، عروض کی پابندیوں کے ساتھ اپنی وادی میں رواں ہیں، ان کی تصنیف میں "١- ھشت بہشت" "٢- من درپن" دو کتابیں ہیں -

پہلی کتاب سیرت میں ہے اور دوسری میں معجزات نبی بیان کئے ہیں -- سنہ ١٢٢٠ھ میں وفات پائی [١] -

"نمونہ من درپن":-

(آغاز)

بحول و قوت پروردگار اب
میں لکھتا ہوں اسے با اختصار اب
بہ ترتیب لطیف و حسن اسلوب
کہ جو دیکھے سو بولے ہے بہت خوب
اگرچہ، معجزوں کے ذکر اندر
ہیں نسخے بہوت دکھنی اے برادر
ولے اکثر غلط اس کا بیاں ہے
محدث پاس جھوٹ اس کا عیاں ہے
حدیثوں میں نہ ہو جس کوں ٹھکانا
حرام اس کا ہے پڑنا ہور پڑانا
میں "من درپن" رکھا ہوں نام اس کا
جلا دینا ہے دل کو کام اس کا

---

[١] محبوب الزمن -

جب اِس سے حسن مطلق ہے نمودار
ہوا یہ نام اس کے تئیں سزاوار

نمونہ هشت بہشت :—

سال نہم میں وفود آے بہت
ایمان اس شاہ اُپر لاے بہت
نام اس سال کا ہے سال وفود
معنے اس کے ہے جماعت سن زود
جو وفود آے ہیں نزد سالار
ساتھ سے کچھ ہیں زیادہ اے یار
ہور اس سال میں ہے جنگ تبوک
جس کی سختی میں نہیں ہے کچھ چوک
اس سبب سے بکلام علام
اس کے تئیں " ساعت عسرت " ہے نام

(آغاز سیرت)

شروع حسن سیرت کو کرتا ہوں اب
بیاں مختصر اس کا کرتا ہوں اب
تھے اخلاق سب شاہ کے باکمال
نہ تھا اول ملے کوئی اس کی مثال
کہا عائشہ پاس آ ایک جوان
" کہ اے مادر مہرباں کر بیاں
شہنشاہ کے اخلاق تھے کس وضا
مجھے یک بیک اس کے تئیں سب سنا "

کہی عائشہ اسکوں اے ھوشیار
ھے تفصیل اس کی نہایت سی بہار
و لیکن میں کہتي ھوں اب مختصر
کہ خُلق اس کا قرآن تھا سر بسر

وجدی

وجیہ‌الدین نام، قوم شیخ، کرنول کے باشندے تھے، کلام میں سلاست زبان کا لطف غالب ھے طرز ادا میں بے ساختگي ھے - دکنی اُردو میں ان کی حسب ذیل مثنویاں ھیں -

۱ - باغ جانفزا ضخیم مثنوی ھے - سنہ ۱۱۴۵ ھ میں تصنیف ھوئی چنانچہ باغ جانفزا تاریخی نام ھے -

۲ - پنچھي باچھا، شیخ فریدالدین عطار کي مشہور مثنوی منطق‌الطیر کا ترجمہ ھے - سنہ ۱۱۴۹ ھ میں تمام ھوئی -

۳ - تحفۂ عاشقاں، یہ بھي شیخ فریدالدین عطار کي مثنوي ''گل و ھرمز'' کا ترجمہ ھے - سنہ ۱۱۵۴ ھ میں ختم ھوئی -

نمونہ باغ جاں فزا

دنیا میں رہ کے دنیا سوں جدا اچھ
جدا ھو کر، طلبگار خدا اچھ
قلندر ھو کے ست دے خود پرستي
دیوانا ھو کے دکھلا جوش مستي

شراب عشق سوں ، کر دل کو سر مست
پکڑلے نیستي نـا هوئے گا ـست
مرادِ دل سمجھه لے ، نا مرادی
که غم سوں پائیگا توں راه شادي
بهشتي حور طوبےٰ قد ، پري رخ
مبارک شـکـل چـهـرا فـال فرخ

پری صورت هے توں ، لیکن پري نیں
که انسـاں بن یو جسن دلبري نیں
که اے روشن گهـر ، ماه جهاں تاب
سوا تج کـوں جوانـي کا اچهـو لاب
فـلک اک گـوشـۀ ایـوان ، اس کا
زحل سو کمتریں ، دربـان اس کا
کرے مریخ وهـاں ، خنجـر گـذاري
اتي خورشید کـوں ، چوکی کي باری
مقابل مطرباں کا راگ ، هور رنگ
بجي طنبور سر مندل دف و چنگ
عجب دلکش هے بـزم مے پرستاں
خصوصاً هوے جب ، هاے هوے مستاں

کریگا کون ، میـری کارسـازي
دوستی هوئیگي ، عاشق نوازي

---

۱ - باغ جانفزا کي تاريخ اس طرح نکالي هے :—

يو هے بيان خاتمہ جي شکر سوں بوليا هوں ميں
تاريخ جس کے ختم کا ، آيا هے باغ جاں فزا

---

۲ - پنچهي نامہ يا پنچهي باچها :—

اصل ميں يو تها ، کلام فارسي
اهل معنے کو ، مثال آرسي
خوشتريں تصنيف شيخ نامدار
پيشواے عارفاں روز کار
شيخ صاحبدل ، فريد نامور
خاص جن کا هے لقب عطار کر

تها ولے جوں ، فارسي ميں ، يو کلام
کم سمجهہ سکتے تهے اس کو، خاص و عام
گرچہ ميں بهي کچهہ نهيں، معنے شناس
کاں مجهے ، اس کے سمجهنے کا قياس
ليکن اس کو ديکهہ کر ، دلچسپ بول
يک بيک يوں دل منے ، آيا کلول
جو موافِق فهم اپني کے ضعيف
اس کتاب خاص کا ، نظم شريف
قصد کر ، دکهني زباں ميں ليکے آؤں
تار هے دنيا منے ميرا بهي ناؤں

اے پنچھی پیارے ، سخن آغاز کر
حمد سوں ، حق کے ، بلند آواز کر
شوق سوں ، ایسا روچایا یک چھجا
جو رہے تس لوگ کا ، عالم لوبھا
گلشن وحدت ، ہے تیرا آشیاں
احدیت کا راز ، سب تجھ پر عیاں
سر کشی سب چھوڑ دے ، ہو سر نگوں
درد سوں کر ، دل کوں اپنے غرق خوں
گر تجھی ہے ، ہمت معنے بلند
دل نکو بردار و تباں سات بند
جانے کا دونوں جہاں سو کر گذر
بیٹھ ذوالقرنین کی ، جاہات پر

——

ایک دن ، سب جگ کی پنچھی جانوو
مل کر بیٹھے ، جمع ہو یک تھار پر
ہے ہر یک فرقہ ، میں یک بادشا
نہیں ہمن کوں بادشاہ ، سو کیا کیا

——

خاتمہ کی تاریخ لکھتے ہیں :—
جب کیا تارخ کا ، دل میں حساب
تب ہوا میزان کیا خاصا کتاب
سنہ ۱۱۳۶ھ

——

۳ - تحفۂ عاشقان :—

(آغاز)

کروں پاک دل ، هور زباں پاک سوں

ثنا پاک ، اس عاشق پاک سوں

قضارا دسیا مجکوں ، یک بار کا

گل و هرمز ، اس شیخ عطار کا

هوا شوق پیدا ، مجھے بعد ازاں

که دکنی زباں سو ، کروں ترجماں

قافیہ کے لئے ترجمه کو ترجمان کیا ھے -

سال تصنیف میں لکھتے ھیں :—

دسے اس کی تاریخ مجکوں عیاں

پچھا نو اسے تحفۂ عاشقاں [۱]

سنه ۱۱۵۳ھ

---

[۱] دکن میں اردو -

تاریخ اردوے قدیم -

خاکي

سید محمد جمال‌الدین نام ، قادري لقب ، خاکي تخلص تھا ، قریب قریب ہر صنف میں شعر کہے ہیں ، ان سب میں خوبي زبان ، طرز ادا اور مضامین تصوف کا غلبہ ہے - سنہ ۱۲۱۱ھ میں مثنوی '' فیض عام '' لکھي -

جائز نہیں تھیں ، ہجر کي شب کی ، شکایتیں
مجکوں خصوص ، آج تو روز وصال تھا

——

اپنے معشوق سنگ ہو رہنا
ایک دل ایک رنگ ہو رہنا
حال واصل کا ، ہے یہي '' خاکي ''
دیکھہ دلبر کوں دنگ ہو رہنا

——

احمد ، اگر ظہور نہ ہوتے جہان میں
پائے خدا کي ذات کوں ، کس کا مجال تھا

——

صدق ، میں صدیق اکبر ، کبریا
زہد اور تقویٰ ستي او بے ریا

ھیں عمر ، دائم عدل سوں بے بدل
اس صفت سوں ، اُن کوں حق نازل کیا

ھے حیا کے سنگ نت ایساں قرار
صاحب ایمان عثماں با حیا

ھے ولایت اور شجاعت جس پہ یار
او علی مہیلی ھیں ابلیا

یو خلیفے چار ، برحق جان توں
بے شبہ ، حق مرتبہ ان کوں دیا

مست ھوکے خیال میں رھنا
گُم اُسی کے جمال میں رھنا

ناقصوں کا ھے کام اے '' خاکی ''
اپنے فخر و کمال میں رھنا

بلبل کوں ، گل سے مطلب ، خاروں کی کب ھے پروا
جو عشق میں دیا سر ، ماروں کی کب ھے پروا

حق کے مخفی راز کا ، سن لے بیاں
پوچھہ مت ھم ، سن تو اخبار بھشت

تاب کاں ، ھم میں ، جو تصویر صنم کی دیکھیں
نقش ھوجائیں ، کھو دیکھہ اسے دیوار کے سات

صنم کا ناز ، عاشق کی نیازی
نزاکت ھے ، نزاکت ھے ، نزاکت
ھوا ، جب کعبۂ مقصود مشہور
زیارت ھے ، زیارت ھے ، زیارت

ھوش کھو ، محو ھو رھا ھوں
دیکھہ کر ، میں ترا ادا ، اے شوخ

پیو ، کل میں محیط ھو بالا
ھے او ظاھر ، نہان ، کیچ کا کیچ

ھشیار اے ، او ، بے خبر ، ھے جسم میں ترے ، یزید
یا مار کر غازی ھو توں ، یا مر کہ ھو اس سوں شہید

ھوں میں کل قید غیریت سوں ، خلاص
بلکہ دایم ھوں عینیت سوں خلاص
پیو سوں ، نا جدا ھوں ، نا شامل
ھو رھا ھوں میں عبدیت ، سوں خلاص

اب تلک ، منتظر ھیں ھم ، پیو کے
پیو نہ آیا نظر ، خدا حافظ

ھے نگھہ بان ' در پہ ' مہوش کے
سگ دربان سوں ' ڈروں کب لگ

——

نیں ھے مجکوں خوف کچھ ' روز جزا
یا محمد ' توں ھوا ھے جب کفیل

——

کیوں کروں ' میں غیر کے اوپر نگاہ
نیں جدا ' میری نظر سوں ' او صنم

——

نور سون رب کے ' محمد ھے عیاں
ھے عیاں نور نبی سون ' کل جہاں

——

ھمارے سر کا چھتر ھے ' '' جمال '' اے '' خاکی ''
دئے ھیں ' دست کوں ھم ' سایہ دار کے ھاتھوں

——

ارے دل کی ھے روشنی ' جاگنے میں
کہ ھوتا ھے مفلس غنی ' جاگنے میں

——

تری آنکھوں کی کیا کروں ' تعریف
حوض کوثر کے ' خاص کانسے ھیں

——

ہوش دیکر ، کبھي کریں بےہوش
پھر کبھي ، ہوشیار کرتے ہیں

——

بندگی کوں تو چھوڑ بیٹھا ہوں
موں ، خدائي سوں موڑ بیٹھا ہوں

——

دلوں پہ نقش ہوا ہیگا ، یار کے ہاتھوں
بنٹي ہے صورت زیبا ، نگار کے ہاتوں

——

' خاکی '' سخن کہا ہے ، تصوف کے باب میں
کر غور ، اس کے شعر سوں ، انکار مت کرو

——

اصل تیرا ہے نام ، بسم‌الله
ورد کر ، صبح و شام بسم‌الله

——

کون ہے تجھ بنا مرا والي
جو کروں اس سوں داد و فریادی

——

جسکے بر میں روز و شب دل دار ہے
بت پرستی سوں ، اُسے در کار ہے

عشق بازی میں کرے عاشق غرور
کم نگاهي کي سزا درکار هے [۱]

آزاد [۲]

فقیرالله نام ' وطن حیدآباد تها ' اُن کي غزل پر ولي نے غزلیں لکھي هیں -

(نمونۂ کلام)

" آزاد " سے لیتا هوں ' یه مصرعۂ مناسب
جس سے که یار ملتا ' ایسا هنر نه آیا

سب صنعتیں جهاں کي ' " آزاد " همکو آئیں
پر جس سے یار ملتا ' ایسا هنر نه آیا

شعراے اورنگ آباد

۴۰ — ولي اورنگ آبادی

محمد ولی نام ' اورنگ آباد کے رهنے والے تهے -

ولی دهلي بوي گئے تهے ' بعض تذکرہ نویسوں نے لکها هے که وهاں اُن کي بهت قدر هوئی -

---

[۱] سالنامه اخبار رهبر دکن - (حیدرآباد دکن) -

[۲] دکن میں اُردو - چمنستان شعرا -

'' شاہ گلشن '' مشہور فقیر اور شاعر سے ، ملاقات کی اور اپنے اشعار سنائے ، انہوں نے صلاح دی کہ

'' ایں ہمہ مضامین فارسی کہ بے کار افتادہ اند
در ریختہ بکار ببر از تو کہ محاسبہ خواھد گرفت

(تذکرۃالشعرا - میر)

ولی کے کلام میں سلاست اور روانی اس قدر ھے کہ کہا جا سکتا ھے کہ وہ اس دور کے '' داغ '' ھیں - زبان کو خالص اردو بنانے کی پوری کوشش کرتے ھیں ، اپنا مطلب اس طرح ادا کرتے ھیں کہ سننے والا متاثر ھو جاتا ھے غزلوں میں سوز و گداز ، مثنوی میں روانی ، قصائد میں شکوہ ، رباعیوں کے اختصار میں تفصیل مسائل دور سے نمایاں ھیں -

کلیات ولی - نورالمعرفت (تصوف میں) ان کی تصانیف ھیں - بقول '' آزاد '' ولی سعداللہ گلشن کے شاگرد تھے - ولی کے شاگردوں میں بعض تذکرہ نویسوں نے مرزا '' داؤد '' کا نام لیا ھے جیسا کہ وہ خود کہتے ھیں :—

کہتے ھیں سب اھل سخن ، اس شعر کو سن کر
تجھ طبع میں '' داؤد '' '' ولی '' کا اثر آیا

سنہ ۱۰۷۹ھ میں بمقام اورنگ‌آباد پیدا ھوئے اور سنہ ۱۱۵۵ھ میں احمدآباد (گجرات) میں وفات پائی -

کہتا ھوں ، ترے نائوں کوں ، میں ورد زباں کا
کیتا ھوں ، ترے شکر کوں ، عنوان بیاں کا

هر ذرۂ عالم میں ہے ، خورشید حقیقی
یو بوجھہ کے ، بلبل ہوں ، ہراک غنچہ دہاں کا
جاري ہوئے آنجھو مرے ، یو سبزۂ خط دیکھہ
اے خضر قدم ! سیر کر اِس آب رواں کا

—

کتابت بہیجتی ہے ، شمع بزم دل کوں اے کاتب
پر پروانہ اوپر لکھہ ، سخن مجھہ جانفشاني کا
عزیزاں بعد مرنے کے نہ بوجھو تم ، کہ تنہا ہوں
لکھا ہوں ، پردۂ دل پر ، خیال اس یار جاني کا
شراب جلوۂ ساقي اُسوں ، مت کر منع ، اے زاہد
یہي ہے مقتضا ، عالم میں ، ہنگامِ جواني کا

—

کیا مدہوش مجھہ دل کو ، انیندي نین ساقی نے
عجب رکھتا ہے کیفیت زمانہ نیم خوابی کا

—

ہوئي ہے آرسي جوگن ، ترے مکھہ کے تصور میں
بھبھوتی مکھہ پہ لیا ، دم مارتي ہے خاکساري کا

—

طالب نہیں ، ماہ و مشتری کا
دیوانہ ہوا ، جو تجھہ پری کا

تجھ تل سے ، اے آفتاب طلعت
ممنون ھوں ، ذرہ پروری کا

——

محبت یار بےپروا کی ، سینے میں ھے ، رات ھور دن
یہی مطلب ھے ، رات ھور دن نمازی ، ھور نیازی کا

——

شغل بہتر ھے ، عشق بازی کا
کیا حقیقی و کیا مجازی کا
آج تیری نگہ نے ، مسجد میں
ھوش کھویا ھے ، ھر نمازی کا

——

چاھتا ھے اس جہان میں گر ، بہشت
جا تماشا دیکھ ، اس رخسار کا
آرزوئے چشمۂ کوثر ، نہیں
تشنۂ لب ھوں ، شربتِ دیدار کا

——

کیا کرے تعریف دل ، ھے بےنظیر
حرف حرف ، اس مخزنِ اسرار کا
گر ھوا ھے ، طالب آزادگی
بند مت ھو ، سبحہ و زنّار کا

——

جیوں لالہ ، بجز آتش خاموش لب یار
مرهم نهیں عالم میں ، '' ولی '' داغ جگر کا

روح بخشے ہے کام ، تجھ لب کا
دم عیسیٰ ہے نام ، تجھ لب کا

آئینہ تجھ سے ہو کے ، ہم زانو
حیرت افزا ہوا ہے ، گلشن کا

اس قد سے ، جس چمن میں ، وہ نو نہال ہوگا
کیا سرو ، کیا صنوبر ، ہر اک نہال ہوگا

یاد آتا ہے مجھے جب ، وہ گلِ باغِ وفا
اشک کرتے ہیں مکاں ، گوشۂ داماں میں آ
حسن تھا پردۂ تجرید میں ، سب سوں آزاد
طالب عشق ہوا ، صورت انسان میں آ
درد مندوں کو بجز درد نہیں صیدِ مراد
اے شہِ ملکِ جنوں ، غم کے بیابان میں آ

نقش دیوار کیوں نہ ہو ، عاشق
حیرت افزا ہے ، بےوفا کی ادا

اے '' ولي '' ، درد سر کي دارو ھے
مجکوں ، اس صندلي قبا کی ادا

دل عشاق کیوں نہ ھو ، روشن
جب خیال صنم ، چراغ ھوا

جو '' ولي '' ھے ، مرجع ھر جز و کل
وہ مرا مقصودِ جان و تن ھوا

سینۂ بلبل و قمری کو کیا ، محشر درد
جبکہ اس سرو نے ، سیر گل و شمشاد کیا

تب سے ھوا ھے ، محمل لیلیٰ کي شکل دل
جب سوں ، ترے خیال نے ، دل میں گزر کیا

خدا دیا ھے مجھے ، سو ھزار عجز و نیاز
جو سر سے پاؤں تلک ، تجھکوں شکل ناز کیا

صحن گلشن میں جب ، خرام کیا
سرو آزاد کو ، غلام کیا

غمزۂ شوخ نے ، بہ نیم نگاہ
کام عشاق کا ، تمام کیا

ہے قد ترا سراپا ، معنئی ناز گویا
پوشیدہ میرے دل میں ، آتا ہے راز گویا
ہر یک نگہ میں تیرے ، ہے نغمۂ محبت
ہر تار تجھہ نگہ کا ، ہے تار ساز گویا
ہے قبلہ رو ہمیشہ ، محراب میں بھواں کے
کرتی ہیں تیري پلکاں ، مل کر نماز گویا

پي کے ہوتے ، نہ کر تو مہ کی ثنا
معتبر نیں ہے ، حسن دور نما
باعث نشۂ دوبالا ، ہے
حسن صورت کے ساتھہ ، حسن ادا
اے گل باغ حسن ، مکھہ سوں ترے
جلوہ پیرا ہے ، رنگ و بوے حیا

کم نما ہے نو جواں میرا ، برنگ ماہ نو
ماہ نو ہوتا ہے دائم ، اے عزیزاں کم نما
مدعائے عاشقاں ہر آن ہے ، دیدار یار
یار کے دیدار بن ، دوجا عبث ہے مدعا

کیمیا عاشق کے حق میں ہے، نگاہ گل رخاں
گل رخاں سوں جگ کے، پایا ہوں ''ولی'' یہ کیمیا

(نعتیہ)

لا مکاں پر بنا احمد ، جو بنا بتھلایا
تب ملائک نے وہیں ، صلوا علیکم گایا
حور و غلماں نے ، ترانے سوں ، وہ نغمے بولے
قاب قوسین کا نوشہ ، تو ہے سب کو بھایا
تھے براتی وہاں ، آدم سوں لگا ، تا عیسیٰ
اور جبرئیل امیں ، گوندھہ کے سہرا لایا
حق نے ، لولاک لما حق میں محمد کے ، کہا
ان سوا ، کون سے مرسل نے ، یہ رتبہ پایا

کیوں ہو سکے ، جہاں میں ، ترا ہمسر ، آفتاب
تجھہ حسن کی اگن کا ہے ، یک اخگر آفتاب
دیکھا جو تجھکوں ، آپ سے روشن جہان میں
سر سوں لیا ، نقاب زریں مکھہ پر آفتاب

ترے جلوے سوں ، اے ماہ جہاں تاب
ہوا دل سر بسر ، دریاے سیماب

ملیا وہ گلبدن جس کوں ، اسے گلشن سوں ، کیا مطلب

جو پایا وصل یوسف ، اس کو پیراھن سوں ، کیا مطلب

سخن ، صاحب سخن کا ، سن کے ملنے کی هوس مت کر

جواهر جب هوے حاصل تو پھر معدن سوں ، کیا مطلب

ترے مکھ پر ، اے نازنیں ، یو نقاب

جھلکتا ھے ، جیوں مطلع آفتاب

ادا فہم کی ، دل کی تسخیر کوں

ترا قد ھے ، جیوں مصرعۂ انتخاب

مدت کے بعد ، آج کیا جو ادا سوں بات

کھلنے سے اس لباں کے ، هوئی حل مشکلات

دیکھے سوں مجھکوں آج شب و روز نیک ھے

وہ زلف و رخ ، کہ جن سوں عبارت ھے دن و رات

زبان حال سوں کہتا ھے یو شمشاد ، ھر ساعت

پڑیں گے قید میں ، اس قد کوں دیکھ ، آزاد ھر ساعت

بچے گا کب تلک ، اے طائر دل ، زور وحشت سوں

نگہ کا دام ، لے آتا ھے وہ صیاد ، ھر ساعت

ھر درد پہ کر صبر ، '' ولی '' عشق کی رہ میں

عاشق کو نہ لازم ھے ، کرے دکھ سوں شکایت

لب ترے پر ، کہ روح کا ھے قوت
کاتب ناز نے ، لکھا ھے سکوت

جو موا داغ عشق میں ، اس کوں
تختۂ لالہ سوں ، کرو تابوت

اے '' ولي '' سبزۂ لب دلبر
خوشنمائي میں ھے ، لب یاقوت

روایت خضر سے ، پہونچي ھے ، مجھہ کو
کہ اس کا خط ھے ، موج آب یاقوت

شوخ میرا ، بے میا ھے ، الغیاث
صاحب جور و جفا ھے ، الغیاث

وہ صنوبر قامت گلزار حسن
محشر ناز و ادا ھے ، الغیاث

اس کماں ابرو کا ، ھر تیر بلا
جیوں خدنگ بے خطا ھے ، الغیاث

پائمال قاتل رنگیں ادا
خون عاشق ، جیوں حنا ھے الغیاث

بلبل باغ وفا ھوں ، میں '' ولي ''
وہ سراپا بے وفا ھے ، الغیاث

انکھوں کو تیرے دیکھہ کے ، گلشن میں گلبدن
نرگس ھوا ھے شوق سوں بیمار ، الغیاث

ہے جلوہ گر صنم میں ، بہار عتاب آج
لیتا ہے ، اس کے ناز و ادا کا حساب ، آج
عالم کا ہوش کیونکہ رہے گا ، عجب ہوں میں
چوتا ہے اس کے نین سوں ، رنگ شراب آج
کیا ناز ، کیا غرور ہے اس نوبہار میں
دیتا نہیں ، سلام کا میرے جواب ، آج

جولاں گری میں ، گرم ہے وہ شہسوار آج
سینے سے عاشقوں کے ، اُٹھے ہے غبار آج
بے شک کریگا : خاطر عشاق باغ باغ
آیا ہے التفات پہ ، وہ نوبہار آج

اُخر کو رفتہ رفتہ ، دل خاکسار نے
تیری گلی میں ، آ کے کیا ہے مکان ، آج
شعلے کوں ، دل کے ہیچ ہے - جانا فلک اُپر
برپا کیا ہوں ، آہ سوں میں ، نردبان آج

بے تاب آفتاب ہے ، تب سوں جہان میں
دیکھا ہے تجکوں ، جب ستي ، اے رشک نور صبح

زہے طرب ، کہ ہوا بزم عیش میں دم ساز
صنم کے لعل سوں ، یاقوت بے بہاے قدح

اگر اشارت ابرو ، کرے وہ ماہ تمام
ھلال بزم میں ، ھو چرخ زن ، بجائے قدح

کیا ھے دفع ، مرے درد سر کوں ، رونے نے
ھوا ھے حق میں مرے خون دیدہ ، صندل سرخ

ھمیشہ ھے ، بہار سرو آزاد
نہ جائے ، دولت حسن خدا داد
خلاصی کیونکہ پائے ، بلبل دل
نگاہ مہرباں ھے ، دام صیاد

گر آرزو ھے تجھکوں ، مقصد کے گل کا کھلنا
تک بند کر زباں کو ، مکھہ میں ، کلي کے مانا

کُھلا ھے ، عقدۂ دل ، تجھہ پلک کی سوزن سوں
ترے نین کا ، اشارہ ھے ، قفل دل کي کلید

اے '' ولي '' ترک علائق ، دل کو ، لذت بخش ھے
جیوں ھے ، دنیا دار کو ، فکر سروساماں ، لذیذ

یاد ، تجهہ خط سبز کي ، اے شوخ
زخم دل پر ھے ' مرھم زنگار
بسکہ پایا ھے ، تجھہ جفا سوں شکست
خانۂ دل ، ھوا ھے ، آئینہ وار

تشبیہ ، جو تجھہ خط کو دیا ، مشک ختن ، سوں
عالم کوں ، وہ آگاہ کیا ، اپني خطا پر

مت تغافل کو راہ دے ، اے شوخ
جگ ھنسائي نہ کر ، خدا سوں ڈر
ھے جدائی میں ، زندگي ، مشکل
آ جدائي نہ کر خدا سوں ڈر
عاشقاں کوں ، شہید کرکے ، صنم
کف ، حنائی نہ کر ، خدا سوں ڈر
آرسی دیکھہ کر ، نہ ھو مغرور
خود نمائی نہ کر ، خدا سوں ڈر
اس سوں ، جو آشنائے درد نہیں
آشنائی نہ کر ، خدا سوں ڈر
اے '' ولي '' غیر آستانۂ یار
جبہ سائي نہ کر ، خدا سوں ڈر

رحم بیجا ، ستم برابر ہے
تو رقیباں اُپر ، کرم مت کر

——

کیا درد کہے ، کون کہے درد مرا ، جا
اے آہ ، مرے درد کی ، تو جا کے خبر کر

——

اے '' ولي '' آیا ہے ، وہ مقصود دل
خانۂ دل ، خوں سوں ، رنگ آمیز کر

——

صنعت کے مصور نے ، صباحت کے صفحے پر
تصویر بنائي ہے تری ، نور کو حل کر

——

میں ، تجھے آیا ہوں ایماں بوجھہ کر
باعث جمعیت جان ، بوجھہ کر
رحم کر ، اس پر کہ آیا ہے '' ولی ''
درد دل کا تجھکوں ، درماں جان کر

——

جلوں عشق ہوا ، اس قدر زمیں کو محیط
کہ پارسا کو ہوئي ، موج بوریا زنجیر
زبان قال نہیں ، طفل اشک کوں ، لیکن
زبان حال ، سوں کرتے ہیں عشق کي تقریر

——

ان نے ' پایا ھے منزل مقصود
عشق جس کا ھے ' ھادي و رھبر
ترک لذت کی ' جس کوں ھے لذت
شکر اس کو ھے زھر ' زھر شکر
آشنایاں کوں ' موج آب وفا
ھے محبت کي تیغ کا ' جوھر

ھوا نهیں ' وہ صنم صاحب اختیار ' ھنوز
بجائے خود ھے ' رقیباں کا اعتبار ھنوز
'' ولی '' جہاں کے گلستاں میں ' ھر طرف ھے خزاں
ولے بحال ھے ' وہ سرو گلعذار ھنوز

آزاد ' اپنے عشق سوں مت کر ' '' ولی '' کے تئیں
تیرا غلام ' جگ میں کہایا نہیں ' ھنوز

خواب میں دیکھا تھا ' تیري زلف کوں
دل میں ھے ' باقي پریشاني ' ھنوز

تشنۂ ' آب زندگاني ھوں
بوسہ دیکر بجھا ' تو میري پیاس

اے '' ولی '' اس کا زہر ' کیوں اترے
جن نے کھایا ھے ' تیرے عشق کا نیش

ذوق دیدار یار ھے ' جس کو
طلب عشق میں سدا ھے ' حریص

جیوں گل ' شگفتہ رو ھیں ' سخن کے چمن میں ھم
جیوں شمع ' سر بلند ھیں ' ہر انجمن میں ھم

شراب شوق سے ' سرشار ' ھیں ھم
کبھو بے خود ' کبھو ھشیار ھیں ' ھم
دو رنگی سے تری ' اے سرو رعنا
کبھو راضی ' کبھو بیزار ھیں ' ھم

اے آفتاب طلعت ' دل پر مرے نظر کر
تا یک پلک میں ' آوے تجھ پاس مثل شبنم

صنم کے لعل پر ' وقت تکلم
رگ یاقوت ھے موج تبسم
سختی کے بعد ' عیش کا اُمید وار رہ
آخر ھے روزہ دار کوں ' اک روز عید یہاں

دل هوا هے مرا ، خراب سخن
دیکھہ کر ، حسن بےحجاب سخن
راہ مضمون تازہ ، بند نہیں
تا قیامت کھلا ہے ، باب سخن

گریۂ عشاق سوں ، خنداں ہے ، باغ بزم حسن
مغز پروانہ سوں ، روشن ہے ، چراغ بزم حسن

خوبئی اعجاز حسن یار ، اگر انشا کروں
بے تکلف ، صفحۂ کاغذ ، ید بیضا کروں
ہندوئے زلف پری رو ہے ، پریشانی فروش
بیچ دیوے مجھکوں ، سودے میں اگر سودا کروں
رات کو آؤں ، اگر ، تیری گلی میں ، اے حبیب
زیور لب ، ذکر '' سبحان‌الذي اسری '' کروں

میری طرف سے ، جا کے کہو ، اس حبیب سوں
گر مجھہ کوں چاہتا ہے تو ، مت مل رقیب سوں
اس بےوفا کی طرز سوں ، شکوہ نہیں '' ولی ''
ہے جنگ ، رات دن مجھے اپنے نصیب سوں

پروانہ وار عشق میں تیرے ، جو جیو دیا
اس کا کفن ہے ، رشتۂ شمع نگاہ سوں

سیہ روئی نہ لے جا ، حشر میں دنیاے فانی سوں
سیہ نامے کو ، دھو اے بےخبر ، انجھوؤں کی پانی سوں

میری طرف سوں ، جا کہو اس ماہ عالم تاب کوں
یک رات ، فرش خواب کر ، مجھ دیدۂ کم خواب کوں
گر عشق میں آیا ہے توں ، اے دل ! گریباں پارہ کر
لیتے ہیں ، اس بازار میں ، بےتابئی سیاب کوں

خدایا ! ملا صاحب درد ، کوں
کہ میرا کہے درد ، بے درد کوں

اس کے قدم کی خاک میں ہے ، حشر کی نجات
عشاق کے کفن میں رکھو ، اس عبیر کوں

بخشی ہے ترے نین نے ، کیفیت مستی
تجھ مکھ نے ، خبردار کیا ، بےخبری کوں

کرے فردوس ، استقبال اس کا
تصور جو کرے ، تیری گلی کوں

فدائے دل‌برِ رنگیں ادا ، ہوں
شہید شاہد گلگوں قبا ، ہوں
گیا ہوں ، ترک نرگس کا تماشا
طلبگار نگاہ با حیا ، ہوں
سدا رکھتا ہوں شوق ، اس کے سخن کا
ہمیشہ تشنۂ آب بقا ہوں
قدم اس کے پہ رکھتا ہوں سدا سر
" ولی " ہم مشرب رنگ حنا ، ہوں

میں عاشقی میں تب سوں ، افسانہ ہو رہا ہوں
تیری نگہ کا جب سوں ، دیوانہ ہو رہا ہوں
شاید وہ گنج خوبی ، آوے کسو طرف سوں
اس واسطے ، سراپا ویرانہ ، ہو رہا ہوں

میں ، یو تجھہ لب کوں ، قند بولا سوں
لت کوں ترے ، کند بولا ہوں
قد کو تیری ، کہا ہوں سرو سہی
بات یو ، میں بلند ، بولا ہوں

تیرے خیال آنے کی ، پاؤں اگر خبر
سینے کوں ، داغ عشق سوں گلزار کر رکھوں

آے اگر ، وہ شوخ ستمگر ، عتاب میں
جرات جواب کي ، نہ رهے آفتاب میں
تیری نگاہ مست ، کہ هے جامِ بےخودي
رکھتی هے کیفیت ، کہ نہیں هے شراب میں

عیاں هے رنگ کي شوخي سوں ، اے شوخ
بدن تیرا ، قبائے صندلي میں

دل نے تسخیر کیا ، شوخ کوں ، حیرانی میں
آرسی ، شہرۂ عالم هے ، پري خوانی میں
دل بیتاب ، کہ اک آن نہیں اس کوں قرار
زلف دلدار سے همسر هے ، پریشاني میں

کیونکہ سیری هو ، حسن سے تیرے
دهوپ کھانے سے ، پیٹ بھرتا نیں

اے نور جان دیدہ ، ترے انتظار میں
مدت هوي پلک سوں پلک ، آشنا نہیں

مجھے ، گلشن طرف جانا روا نہیں
اگر گلشن میں ، وہ رنگیں قبا نیں

—

مجھہ کوں ، تجھہ بن کسو سے کام نہیں
فکر ناموس و ننگ و نام نہیں
صف عشاق کو ، بہ کعبہ قسم
بجز آوارگی ، امام نہیں

—

زندگی ، جام عیش ہے لیکن
فائدہ کیا ، اگر مدام نہیں

—

خوش قداں ، دل کو ، بند کرتے ہیں
نام اپنا ، بلند کرتے ہیں

—

خوبرو ، خوب کام کرتے ہیں
ایک نگہ میں ، غلام کرتے ہیں
کم نگاہی سے ، دیکھتے ہیں وہ
کام اپنا ، تمام کرتے ہیں

—

گل مقصد کا ، ہار ڈالے ہیں
نقد ہستی ، جو ہار ڈالے ہیں

کیونکہ نکلے ، برہ کے کوچے سوں
زلف تیری نے ، مارڈالے ھیں

صدق ھے ، آب و رنگ، گلشن دیں
پاک بازي ھے ، شمع راہ یقیں
جبکہ رویا ھوں ، یاد کرکے تجھے
چشم موري ھے ، دامن گلچیں

زلف تری برھمن ، مکھہ ھے ترا آفتاب
مکھہ ھے ترا آفتاب ، زلف تري برھمن

ھے قصۂ دراز کے ، سننے کی آرزو
اُس زلف تابدار کي ، تعریف سر کرو

مت تمھیں ، انتظار ماہ کرو
ماہ رو کو ، چراغ راہ کرو
سفر عشق کا اگر ھے ، خیال
ھمت دل کو ، زاد راہ کرو
سرخ روئي ھے ، عاشقاں کی تمام
گر رقیبوں کو ، روسیاہ کرو

اپنی خوبی کے ، اگر طالب ہو
اپنے طالب کو ، جلایا نہ کرو
پاکبازوں میں '' ولی '' ہے مشہور
اس سوں ، چہرے کوں چھپایا نہ کرو

غفلت میں ، وقت اپنا نہ کھو ہشیار ہوشیار ہو
کب لگ رہے گا ، خواب میں بیدار ہو بیدار ہو
وہ نو بہار عاشقی ، ہے جیوں سحر جگ میں عیاں
اے دیدہ ! وقت خواب نیں ، بیدار ہو بیدار ہو

میری طرف ، ساغر بکف آیا ہے ، وہ مست حیا
اے دل ! تکلف بر طرف ، مستانہ ہو مستانہ ہو
مج کوں ، خمار ہجر سوں ، پیدا ہوا ہے درد سر
اے گردش چشم پری ، پیمانہ ہو پیمانہ ہو
اے عقل کب لگ وہم سوں ، یکجا کریگی خارو خس
آیا ہے سیل عاشقی ، ویرانہ ہو ویرانہ ہو

ترے حسن کو ، جس نے دیکھا نہیں
نصیبوں میں اس کے ، ندامت اچھو

مبادا محتسب ، سرمست ، سن کر تان میں آوے
طنبورا آہ کا ، اے دل بجا آہستہ آہستہ

وفاداری نے دلبر کی ، بجھایا آتش غم کوں
کہ گرمی ، دفع کرتا ہے ، گلاب آہستہ آہستہ
" ولی " مجھ دل میں آتا ہے ، خیال یار بےپروا
کہ جیوں انکھیاں منیں آتا ہے ، خواب آہستہ آہستہ

ہوا ظاہر ، خط روئے نگار ، آہستہ آہستہ
کہ جیوں گلشن میں آتی ہے ، بہار آہستہ آہستہ

گریاں ہے ابر ، چشم مری اشکبار دیکھ
ہے برق بیقرار ، مجھے بیقرار دیکھ
اے شہسوار تو جو چلا ہے رقیب پاس
سینے میں عاشقوں کے ، اُٹھا ہے غبار دیکھ

مجھکوں لگتا ہے ، اے پری پیکر
آج تیرا جمال ، کچھ کا کچھ
اثر بادۂ جوانی ہے
کر گیا ہوں ، سوال کچھ کا کچھ

اے "ولی" دل کوں، آج کرتی ہے
بوے باغ وصال، کچھہ کا کچھہ

حشر کا خوف "ولی" کو تو نہیں ہے واللہ
ہے شفاعت جو وہاں، احمد مختار کے ہاتھہ
ہوا ہے جب سوں، وہ نور نظر انکھاں سوں جدا
نہیں نظر میں مری، تب سوں غیر بے خوابی

اس سخن سوں آشنا ہے درد مند
درد دوری ہے وبـال دوستـی
اے "ولی" ہرآن کر مشق وفا
ہے وفـاداری، کمـال دوستـی

طریقۂ عشق بـازاں کا، عجب نـادر طریقہ ہے
جو کُئی عاشق نہیں، اس کوں مسلماں کر نہیں گنتے
گریباں جو ہوا نیں چاک، بے تابی کے ہاتھوں سے
گلے کا دام ہے، اُس کـوں گریبـاں کر نہیں گنتے

وہ راحت دل و جاں، جب وہاں مقام کیا
ہـوا ہے درد، دل و جـان بے قـرار کـرے

میں اپنی آنکھوں کو ، واللہ فرش راہ کروں
گزر جو میری طرف کوں ، وہ شہسوار کرے

سست ہونا عشق میں تیرے ، صنم
نا کسی ہے ، نا کسی ہے ، نا کسی
باعث رسوائی عالم ، " ولی "
مفلسی ہے ، مفلسی ہے ، مفلسی

اشک خوں آلود ہے ، سامان طغرائے نیاز
مہر فرمان وفاداری ہے ، داغ عاشقی
گر طلب ہے تجھکوں ، راز خانۂ دل ہو عیاں
آہ کی آتش سوں ، روشن کر چراغ عاشقی

دیکھا ہوں جب سوں ، خواب میں وہ چشم نیم‌خواب
صورت خیال و خواب ہوئی مجھکوں ، خواب کی

زلف نہیں ، تجھ مکھ پر ، اے دریاے حسن
موج ہے یہ ، چشمۂ خورشید کی
تجھ دھن کو دیکھ کر ، بولا " ولی "
یہ کلی ہے ، گلشن امید کی

بے عزیزاں ، سیر گلشن ہے گل داغ الم
جلت احباب ہے ، معنی میں باغ زندگی
کیوں نہ ہووے اے ''ولی'' روشن شب قدر حیات
ہے نگاہ گرم گل رویاں ، چراغ زندگی

جسے عشق کا تیر کاری لگے
اُسے زندگی کیوں نہ بھاری لگے
نہ ہووے اُسے جگ میں ہرگز قرار
جسے عشق کی بے قراری لگے

تعریف اُس پری کی ، جسے تم سناؤگے
تا حشر ، اُس کے ہوش کوں ، اُس میں نہ پاؤگے

نہ جاوے تجھکو چھوڑ ، اے گلشن ناز
مرا دل بلبل باغ وفا ہے
مرا دل کیوں نہ جاوے ، اس گلی میں
گلی ، اس دل ربا کی دل کشا ہے
سجن کے حسن کوں ، تک غور سے دیکھ
کہ یہ آئینۂ '' معنی نما '' ہے
نہیں واں آب ، غیر از آب خنجر
شہادت گاہ عاشق ، کربلا ہے

غنیمت بوجھہ ملنے کوں ، " ولي " کے
نگاہ پاکبازاں کیمیا ہے

— —

گر تجھکو ہے ، عزم سیر گلشن
دروازۂ آرسي کھلا ہے
یک دل نہیں آرزو سے خالی
برجا ہے ، محال اگر خلا ہے
تسخیر کیا ہے گوش گل کوں
بلبل کا ، " ولي " عجب ملا ہے

— —

عدم ہے ، تجھہ دھن کا جگ میں ثاني ، اے پری پیکر
اگر " بالفرض والتقدیر " ثانی ہے ، تو عنقا ہے

— —

قد ترا ، رشک سرو رعنا ہے
معنی نازکي سراپا ہے
ساقي و مطرب ، آج ہیں ہم رنگ
نشۂ بے خودي ، دوبالا ہے
اِس کے پیچوں کا، کچھہ شمار نہیں
زلف ہے ، یا یہ موج دریا ہے
سبب دل ربائي عاشق
مہر ہے ، لطف ہے ، دلاسا ہے

— —

آ شتابي ، نہیں تو جاتا هوں
کیا کروں ، دل اُداس هوتا هے
تجهہ جدائي میں ، نیں اکیلا میں
درد و غم ، آس پاس هوتا هے

مرا دل ، مجھہ سے کرکے بے وفائي
پسند خاطر خوباں هوا هے
عزیزاں ! کیا هے پروانے کے دل میں ؟
کہ جی دینا اسے ، آساں هوا هے
برنگ گل ، فراق گل رخاں میں
گریباں چاک ، تا داماں هوا هے

دیکھہ ! اُس کي کلاہ بارانی
چاند پر ، آج ابر آیا هے

ظاهر هوا هے مجھہ پہ ، ترے ناز سوں صنم
رنگیں بہار حسن ، بہار عتاب هے
پوشیدہ حال عشق رهے کیونکر ، اے "ولي"
غماز تار زلف ، خم پیچ و تاب هے

عاشق بے تاب سوں ، طرز وفا
جیوں ادا محبوب کي ، محبوب هے

لخت دل پر ، خط لکھا ہوں یار کو
داغ دل ، مہر سر مکتوب ہے

" ولی " ! جو عشق بازی میں ، حقیقت سوں نہیں واقف
سخن اُس کا ، قیامت میں ، گل باغ ندامت ہے

غم نہیں ، مجنوں کو ، ہرگز اے " ولی "
خانۂ زنجیر ، اگر آباد ہے

کیوں نہ ہو ، فوارۂ خوں ، جوش زن رگ رگ ستی
ہر نگاہ تیز خوباں ، نشتر فصاد ہے
آسماں اوپر ، نہ بوجھو چادر ابر سفید
جا نماز زاہد عزلت نشیں ، برباد ہے
سرو کی وارستگی اوپر نظر کر ، اے " ولی "
باوجود خود نمائی ، کس قدر آزاد ہے

عشق میں صبر و رضا درکار ہے
فکر اسباب وفا درکار ہے
چاک کرنے جامۂ صبر و قرار
دلبر رنگیں قبا درکار ہے
زلف کو وا کر ، کہ شاہ حسن کوں
سایۂ بال ہما درکار ہے

عزم اس کے وصل کا ھے ، اے "ولی" !
لیکن امداد خدا درکار ھے

مت نصیحت کر " ولی " کو ، اے سخن ناآشنا
ترک کرنا عشق کا ، دشوار ھے ، دشوار ھے

نہ سمجھو خود بخود دل بے خبر ھے
نگہہ میں ، اس پری رو کے ، اثر ھے
مروت ترک مت کر ، اے پری رو
محبت میں مروت معتبر ھے
ترے قد کے تماشے کا ، ھوں طالب
کہ راہ راست بازی ، بے خطر ھے

اگر پوچھے ، وہ بے پروا مرا ناؤں
کہوں " مشتاق رند لا اُبالی "

نثار اس کے قدم اوپر ، کروں انچھواں کے گوھر سب
اگر کرنے کوں دلجوئی ، وہ سرو خوش ادا نکلے

ھر اک نقش قدم سوں ، دستۂ گل جلوہ پیرا ھو
اگر سیر گلستاں کوں ، وہ رشک صد چمن نکلے

چھوڑ اے شوخ ! طرز خود کامي
مت هو ' هر ديدہ باز کا ' دامي
اے " ولي " ! غير عشق ' حرف دگر
پخته مغزوں کے نزد هے خامي

سجن ! تهري غلامي ميں ' کيا هوں سلطنت حاصل
مجهے ' تيري گلي کي خاک هے ' تخت سليماني
" ولي " کوں ' گر ترے نزديک کُٺي ديکهے ' تو يوں بوجهے
لگي هے صفحهٔ هستي اُپر ' تصوير حيراني

آغوش ميں آنے کی کہاں تاب هے ' اس کوں
کرتي هے نگهه ' جس قد نازک پر گرانی
مت دور هو ' اک آن ' "ولی" پاس سوں هرگز
اے باعثِ جمعيتِ ايامِ جوانی

جو ميرے حال کي گردش کوں ' ديکهے
اسے گرداب گرداں ' ياد آوے
" ولی " ! ميرا جنوں جو کُٺي که ' ديکهے
اسے کوہ و بيابان ' ياد آوے

اُس وقت ' مجهے دعوئے تسخير ' بجا هے
جس وقت ' مرے حکم ميں ' وہ عشوہ گر آوے

جامے میں ، غنچے کی نمن ، رہ نہ سکوں میں
گر پی کی خبر لے کے ، نسیم سحر آوے

سرود عیش گاویں ہم ، اگر وہ عشوہ ساز آوے
بجاویں طبل شادی کے ، اگر وہ دل نواز آوے
جنوں عشق میں ، مجھکوں نہیں زنجیر کی حاجت
اگر میری خبر لینے کو ، وہ زلف دراز آوے
" ولی " ! اس گوہر کان حیا کی ، کیا کہوں خوبی
مرے گھر اس طرح آتا ہے ، جیوں سینے میں راز آوے

عالم میں ، ترے ہوش کی تعریف کہا ہوں
ایسا تو نہ کر کام ، کہ مجھ پر سخن آوے

مستی نے تجھ نین کی ، بے خود کیا " ولی " کوں
آوے جو بزم مے میں ، کیوں ہوشیار جاوے

دل چھوڑ کے ، یار کیونکہ جاوے
زخمی ہے شکار ، کیونکہ جاوے
جب لگ نہ ملے ، شراب دیدار
انکھیاں کا خمار ، کیونکہ جاوے
ہے حسن ترا ، ہمیشہ یکساں
جلت سوں بہار ، کیونکہ جاوے

انچھواں کي ، اگر مدد نہ ہووے
مجھ دل کا غبار ، کیونکہ جاوے

کہاں ہے آج یارب ! جلوۂ مستانۂ ساقي
کہ دل سوں تاب، جي سوں صبر، سر سوں ہوش، لے جاوے

چمن میں جلوہ گر ، جب وہ گل رنگیں ادا ، ہو وے
خزانِ خاطرِ عاشق ، بہار مدعا ہووے

آلودہ کیوں نہ ہووے داماں پاک زاہد
جب دست نازنیں میں ، جام شراب ہووے
تیرے لباں کے آگے برجا ہے ، اے پري رو
گر آب زندگاني ، موج سراب ہووے
کیوں بے خودي نہ آوے، اس وقت، اے ''ولي'' مجھ
وہ سرو نازپیکر ، جب مست خواب ہووے

تجھ رخ سے جب کنارے صبح نقاب ہووے
عالم تمام روشن ، جیوں آفتاب ، ہووے

وہ ، محبت میں تري ، فاني ہوئے
روز و شب ، جو محو حیراني ہوئے

عشق میں، اُس رشک لیلیٰ کے، ''ولی''
مثل مجنوں کے، بیابانی ہوئے

عشاق کی تسخیر کوں، بالا یہ بلا ہے
یا ناز مجسم ہے، کہ تصویر ادا ہے
یا لفظ ہے رنگین، ہم‌آغوش معانی
یا بر میں، گل اندام کے، گلرنگ، قبا ہے
جانا نہیں گلشن کی طرف، صبح وہ گلرو
بوجھا ہے کہ، وہاں آہ میری باد صبا ہے
بیماریٔ عاشق ہے، تجھ انکھیاں ستی لیکن
صد شکر کہ تجھ لب منیں، ہر دکھ کی دوا ہے

تری تعریف کرتے ہیں ملائک
ثنا تیری، کہاں حد بشر ہے؟

رگ جاں سوں، ہوا ہے خوں جاری
یاد تیری پلک کی، نشتر ہے
مکھ ترا، بحر حسن ہے جاناں؟
زلف پر پیچ، موج عنبر ہے
تجھ بن، اے نور بخش محفل دل
حال مجلس، تمام ابتر ہے

زندۂ جاوید ، شہدا کیوں نہ ہوں
موجۂ آب بقا ، شمشیر ہے
کیوں نہ ہوے ، آب سر سوں ، تا قدم
جوہر کان حیا شمشیر ہے
کعبۂ فتح و ظفر میں ، اے "ولی"
شکل محرابِ دعا شمشیر ہے

کیا کہے حیراں تیری تعریف ، اے آئینہ رو
مو بمو تیرا سراپا ، ناز کی تصویر ہے

غیر حیرت ہے ، خبر اس آئینہ رو کی کسے
راز کے پردے میں ، جس کی خامشی آواز ہے
رو برو ہونے میں اس کے ، حال دل ظاہر ہوا
جلوۂ آئینہ رویاں ، کاشف ہر راز ہے
درد مندوں کی نظر سوں ، اس کا گرنا ہے بجا
جو برنگ طفل اشک عاشقاں ، غماز ہے

کرنے کو ، سیر راہ حجاز و عراق عشق
عشاق پاس ، ساز و نوا سب نیاز ہے

ہے گل رعنا ، بہار حسن کا
ناز تیرا ، جو نیاز آمیز ہے

شوق کے مرکب کوں ، راہ عشق میں
اے سجن ! تری نگہ ، مہمیز ہے
تجھہ تغافل سوں ، ہوا ہے رو نما
گریۂ عاشق ، کہ خوں آمیز ہے

آج گلگشت چمن کا ، وقت ہے اے نوبہار
بادۂ گل رنگ سوں ، ہر جام گل لبریز ہے

ہم کوں شفیع محشر ، وہ دیں پناہ بس ہے
شرمندگی ہماری ، عذر گناہ بس ہے
دل لے گیا ہمارا ، جادو سوں وہ پری رو
دیوانگی ہماری ، اس پر گواہ بس ہے

اے صنم ! تجھ دہن کے شوق سوں
ہر کلی میں ، نغمۂ ناقوس ہے

دیکھنا تجھہ قد کا ، اے نازک کمر
باعث خمیازۂ آغوش ہے
کیوں نہ ہو امید کا ، روشن چراغ
شمع محفل ساقیٔ مے نوش ہے

کہا تری زلف ، کیا ترے ابرو
ہر طرف سوں ، مجھے کشا کش ہے
تجھ بن ، اے داغ بخش سینہ و دل
چمن لالہ ، دشت آتش ہے

مست جام عشق کوں ، کچھ غم نہیں
خاطر ناصح ، اگر ناصاف ہے
جب سوں ، وہ آتا ہے ہمراہ رقیب
درد مندان کا مکاں ، اعراف ہے
اے ''ولی'' ! تعریف اس کی ، کیا کروں ؟
ہر طرح ، مستغني از اوصاف ہے

اے دوست ! تیري یاد میں ، دل کو کمال ہے
نقش مراد آئینہ ، تیرا خیال ہے
آ اے مہ دو ھفتہ ، مرے پاس ایک روز
ہر آن ، تجھ فراق کے سینہ پہ سال ہے
روے زمیں کا ، خال ہے زینت میں اے صنم
تیرا ، جو مثل نقش قدم پائمال ہے

عشق کے راہ کے مسافر کوں
ہر قدم ، تجھ گلي میں منزل ہے

اے ''ولی'' طرز عشق آساں نیں
آزمایا ہوں ' میں کہ مشکل ہے

نشہ بخش عاشقاں ' وہ ساقي گلفام ہے
جس کی انکھیاں کا تصور ' بے خودي کا جام ہے
مت قدم رکھہ اس طرف ' اے زاہد خلوت نشیں
غمزۂ خوں خوار اس کا ' دشمن اسلام ہے

تنہا ' نہ بند عشق میں تیرے ہوا ' ''ولی''
یہ زلف حلقہ دار ' دو عالم کا دام ہے

سراپا ناز ہے تو ' اے پري رو
مجھے ' تیرے سراپا کی قسم ہے

وفا کر ' حسن پر مغرور مت ہو
وفاداری ' بہار بے خزاں ہے
' ولی '' اس کي جفا سوں خوف مت کر
جفا کرنا ' وفا کا امتحاں ہے

تري یہ زلف ' ہے شام غریباں
جبیں تیری ' مجھے صبح وطن ہے

" ولی " ایراں و توراں میں ہے ' مشہور
اگرچہ ' شاعر ملک دکن ہے

عارفاں پر ' ہمیشہ روشن ہے
کہ فن عاشقی ' عجب فن ہے
دشمن دیں کا ' دین دشمن ہے
راہ زن کا چراغ روشن ہے
عشق میں ' شمع رو کے جلتا ہوں
حال میرا ' سبھوں پہ روشن ہے

کہو زاہد سے ' " جاے اس گلی میں "
اگر ' مشتاق فردوس بریں ہے

گلی میں ' اس ستمگر کے ' نہ جا اے دل نہ جا اے دل
کہ جاں بازی میں آفت ہے ' قیامت ہے ' خرابی ہے

مفلسی ' سب بہار کھوتی ہے
مرد کا اعتبار ' کھوتی ہے
کیونکہ ملنا صنم کا ' ترک کروں
دلبری ' اختیار کھوتی ہے

اے ''ولی'' آب ، اس پری رو کی
میرے دل کا غبار ، کھوتی ہے

شب فرقت میں ، مونس و ہمدم
بے قراری و آہ و زاری ہے
اے عزیزاں ! مجھے نہیں برداشت
سنگ دل کا فراق بھاری ہے
اب ''ولی'' نے ، یہ تیری صورت حسن
صفحۂ دل اُپر ، اتاری ہے

عشق ، بے تاب جاں گدازی ہے
حسن ، مشتاق دل نوازی ہے
پاک بازوں سوں ، یہ ہوا معلوم
عشق ، مضمون پاک بازی ہے

تجھ سوں ، ہرگز جدا نہ ہوں اے جان
جب تلک ، مجھ میں زندگانی ہے

اے ''ولی'' ! رہنے کوں ، دنیا میں مقام عاشق
کوچۂ یار ہے ، یا گوشۂ تنہائی ہے

مضطرب عشق سوں ھوں ، مجھکو ملامت نہ کرو
تپش دل نے کیا ، رعشۂ سیماب مجھے

کیونکر بیٹھوں گوشۂ آرام میں ؟
کھینچتا ھے ، وہ کماں ابرو مجھے

وفا دشمن نہ ھو ، اے آشنا رو
وفا پر ھے ، مدار آشنائي
مروت کے ھمیشہ ھاتھہ میں ھے
عنان اختیار آشنائي

بات رہ جائیگی قاصد ، وقت رھنے کا نہیں
دل تڑپتا ھے ، شتابي لا خبر دلدار کي
اے " ولی " ! اس بے وفا کي مہرباني پر ، نہ بھول
دل کا دشمن ھے ، مگر کرتا ھے باتیں پیار کي

مخمس

مشق کو ، اے دل ! سدا تجرید کي
عاشقي ھے ، ابتدا توحید کی
ترک مت کر ، گفتگو تفرید کی
جس کوں ، لذت ھے سجن کے دید کي
اس کوں ، خوش وقتي ھے صبح عید کي

چھب ہے تیری ، نشۂ صہبائے حسن
رنگ ہے تیرا ، چمن آرائے حسن
قد ہے تیرا ، رحمت والائے حسن
زلف نیں، تجھ مکھ پہ ، اے دریائے حسن
موج ہے ، یا چشمۂ خورشید کی

ترجیع بند

مرے دل میں ، وہ سرو گلفام ہے
کہ جس شوخ کا ، خوش ادا نام ہے
رخ روشن و زلف مشکین یار
مجھے یاد ، ہر صبح و ہر شام ہے
خلاصی نہیں ، تا دم زندگی
نگہ شوخ کی ، جیو کا دام ہے
برہ میں ، طلب مت کرو صبر کوں
برہ ، دشمن صبر و آرام ہے
جو دل ، یار کی مجھکو دیوے خبر
نہیں دل ، وہ جمشید کا جام ہے
سدا تجھ پری رو کی ، خدمت میں
یہی درد منداں کا ، پیغام ہے
شتابی خبر لے ، کہ بے تاب ہوں
ترے عشق میں ، بے نوا خواب ہوں

مدح شاہ وجیہ‌الدین

فکر تیری ہے ، آب دانش و ہوش
ہر گُل عقل ، تجھ سے ہے سیراب
اے تو ، مجموعۂ فراست تمام
دل ترا ، مطلب ہزار کتاب

ہر سحر ، آفتاب کرتا ہے
تیرے روضے اُپر ، زر افشانی
زندگی بخش ہے ، خیال ترا
یاد تیری ہے ، آب حیوانی

کیا کہوں ؟ گنبد شریف کو میں
اُوج میں ہے ، فلک سوں وہ ہمسر
تجھ سے خورشید کوں ، وہ پایا ہے
کیوں نہ ہووے ، فلک سے بالا تر

قصائد

حمد - نعت - منقبت

شکر اُس کا ، محیط آعظم ہے
وہ ہے ، سلطان بارگاہ ازل

جس کي همت کی هے ترازو میں
دو جہاں ، مثل دانۂ خردل
اس کی مجلس میں ، آ هوا هے کھڑا
صف آخر میں ، جو هو اول
هیں یہ چاروں ، ستون شرع متیں
دیں کا هے ، ان سوں مستقیم محل
مشرق و مغرب و جنوب و شمال
سب کوں ، ان چار ذات سوں ، هے بل
چار عنصر هیں ، دین کے تن کے
چار دیوار باغ شرع نچھل
هیں یہ ، اسلام کے صحیفے پر
چار اطراف صورت جدول
هر دو ، سلطان کشور کونین
هر دو ، مقبول شاہ روز ازل

عشق تیرا هے ، موج طوفاں جوش
جس سوں ، هے عقل کي بنا میں ، خلل
دل ، جو تجھہ زلف بیچ ، بند هوا
کون کھولے ، یہ عقدۂ لا حل

عاشقوں پر ، چلا هے یہ غمزہ
هاتھہ میں ، لے کے تیغ تیز اجل

نعت

محمد وہ کہ جس کے حق میں "لولاک"
کہا ہے ، خالق املاک و افلاک
عجب گلزار ہے وہ مظہر کل
کہ ہے ، جس باغ کا ، خورشید اک گل
اسی کا ذکر ہے ، ایمان مومن
اُسی کی یاد ، اطمینان مومن

——

ہوا جب چار باغ دین ، روشن
شریعت کا کھلا ، اس بیچ گلشن
سنواری ، گرد اس کے چار دیوار
حقیقت میں سمجھ ، ہیں یار وہ چار

——

تعریف شہر سورت

عجب شہراں میں ہے ، پرنور یک شہر
بلا شک وہ ہے جگ میں مقصد دھر
اہے مشہور اس کا نام سورت
کہ جاوے ، جس کے دیکھے سے کدورت
جگت کے آنکھ کا گویا ہے یہ نور
اچھو اس نور سوں ، ہر چشم بد دور
عجب قلعہ ہے وہاں ، اک با قرینہ
انگوٹھی میں دنیا کے ، جیوں نگینہ

——

فراق گجرات

گجرات کے فراق سوں ہے خار خار دل
بیتاب ہے سینے ملیں ، آتش بہار دل
مرے سینے میں آکے چمن دیکھہ عشق کا
ہے جوش خوں سوں ، تن میں مرے لالہ‌زار دل

قطعات

(۱)

حسن دلبر کا ، خواب میں دیکھا
نور حق تھا ، حجاب میں دیکھا
خود فنا ہو کے ، ذات میں ملنا
یہ تماشا ، حباب میں دیکھا

---

(۲)

گنج مخفي کي نہیں کنجي ہے ، بسم‌اللہ بن
قفل دل کھلتا نہیں ہیگا ، ہمارا آہ بن
رود نیل آنکھوں سوں جاري ہے ، ندی نالے ہیں آب
باولی ہو گئي ہے یوسف کي زلیخا ، چاہ بن

رباعیات

(۱)

اے جیو دو عالم کا ، ترے مکھہ پہ فدا
محتاج تری ذات سوں ، سب شاہ گدا
مجھہ عاجز و بیکس پہ ، نظر رحم سوں کر
اے منظر ہو ناظر و منظور خدا

منقبت حضرت علی

ہر ایک رنگ میں جو دیکھا ہوں ، چرخ کے نیرنگ
ہوا ہوں ، غنچۂ صفت جگ کے باغ میں ، دل تنگ
جہاں کے گل بدناں ، جلوہ گر ہوے ہیں جہاں
اُڑاھے ان کی تجلی سوں ، عاشقاں کا رنگ
ہو دستگیر مجھے ، یا علی ولی اللہ
کہ اس فلک نے کیا ہے ، کمال مجھہ کوں تنگ
وہ شیر حق ، کہ جہاں میں وہ ناصر دیں ہے
کہ جس صدا سوں ہیں ، وحشی جنگل کے مست و تنگ

مدح بیت الحرام

خلقت حق میں ، تو عرفاں کی نظر کھول کے دیکھہ
ذرے ذرے کی بہتر ، یہاں ہے جدا اک عالم

اس کے مشتاق ہیں ، سب اہل زمیں ، اہل سما
شوق کا جس کے لیا ، چرخ پہ خورشید علم

مدح حضرت میراں محی الدین

ترے فراق نے ، عشاق کوں کیا امداد
غذاے خون جگر ، ہور لباس عریانی
تجھہ اشتیاق کی آتش سوں ، سرفرازئی دل
کہ سر پہ آگ کا شعلہ ہے ، تاب سلطانی
ترے چمن کی صبا ، گر کرے چراغ کوں گل
گل چراغ دسے ، جیوں گل گلستانی

مدح شاہ وجیہ الدین و روضہ

چراغ یہاں کے ، ستارہ نمن ہیں ، گرداں نت
دئے ہیں چرخ کوں ، تعلیم سبحہ گردانی
تری طبع کوں ، دیا حق نے ، فہم پر مقصد
تری زباں کوں ، سزاوار ہے سخن دانی
ہے ملک دیں میں ، تری ذات کو شہنشاہی
ہے نقد علم ترا ، سکۂ مسلمانی

مثنویاں

الہی ! دل اُپر دے ، عشق کا داغ
یقیں کے نین کوست '' کُحل ما زاغ ''

چمن میں شوق کے ، دل کھول ، جیوں گل
اسی گُل کے اُپر ، کر دل کوں بلبل
یہ دل معمور کر ، جیوں شیشۂ دل
پریشانی نہ دے ، مانند سنبل
شتابی سوں ، دے اے ساقی مہرباں
برہ کا جام ، جیوں سورج درخشاں
کہ خورشید نبوت کے ، مدح میں
کنول کا دل کھلا ، سینے کے دح میں
میخانۂ جگ کا ، جسے سر جوش کیا
اس ہاتھہ سوں ، عالم نے قدح نوش کیا
اس سید عالم کوں ، جو دیکھا یکبار
یکبار گی عالم کوں ، فراموش کیا

رکھتا ہوں میں دل میں ، درد جانکاہ ہنوز
اے شوخ ! نہیں ہوا تو آگاہ ہنوز
تجھہ غم سوں ہیں ، گرچہ چشم پر آب ، ولے
سینے میں بجا ہے ، آتش آہ ہنوز

کونین ، حسن حسین کا ، ممنوں ہے
اس یاد سوں ، عشرت کا سن محزون ہے
ایسوں کے اُپر روا رکھا داغ ، فلک
جس داغ سوں ، لالۂ جگر پر خوں ہے

فردیات

باج حق کے ، نہیں کوئی واقف ، ہماری آہ کا
مد ہے ، یہ دیوان بیتابی کي بسم‌اللہ کا

مذہب عشق میں ، تری صورت
دیکھنا ہم کوں ، فرض عین ہوا

میں نہ جانا تھا ، کہ تو نادان ہے
دل دیا تھا تجھکو ، دانا بوجھکر

اس نہانے کي ، سن خبر آیا
چشمۂ آفتاب گرم ، نکل

کیا غم ہے اس کوں ، گرمیٔ خورشید حشر سوں
بخت سیاہ ، جس کے سر اوپر ہے سائباں

گر تمنا ہے کہ ہوں روشن دلوں میں سر بلند
مجھہ سوں پروانے اُپر ہو ، موم دل اے شمع رو

کیا کام اس کوں ، پھر کے شراب طہور سوں
پي ، جس نے تجھہ لباں سے ، شراب دو آتشہ

از بسکہ شکستہ دل ہوں ، غم سوں
لکھتا ہوں ، شکست خط سوں نامہ

اي کعبہ رو ، کھڑا تو ہوا ، جیوں ادا کے ساتھہ
بولے اکابراں نے ، کہ "قدقامت الصلواۃ"

لام نستعلیق کا ہے ، اس بت خوش خط کي زلف
ہم تو کافر ہوں ، اگر بندے نہ ہوں ، اسلام کے

اس ملاحت کے نون کي ، لذت
جس کا دل ہو کباب ، سو جانے

جب کہ تو ، نین میں سماتا ہے
جیو میرا ، انکھاں میں آتا ہے

مکھہ ترا ، بحر حسن و زلفاں موج
گردش چشم ، عین طوفاں ہے

تجھ طرف اکثر ہیں ، آہن دل رجوع
دل ترا ، کیا ؟ سنگ مقناطیس ہے

شعلہ خو ، جب سوں ، نظر آتا نہیں
تب سوں ، انگاروں پہ لوٹتے ہے '' ولی ''

ضمیمہ

موں ہوں ، تیرے فراق سوں ، اندھا
مردمک ہو کے ، مجھ نین میں آ

سوز ، یار گداز ہے ، ہمدم
مونس جاں ہے ، آہ اور نالا

سبزۂ خط نے ، رخ یار کو ، بخشا ہے جلا
دیکھو یہ رنگ عجب ، آئینہ پرواز ہوا

بیداد ہے بیداد کہ وہ یار نہ آیا
فریاد ہے ، فریاد ، کہ غم خوار ، نہ آیا
میں جیو کوں ، رکھیا عشق کے بازار میں لیکن
ہیہات ، مرے جیو کا خریدار ، نہ آیا

آج کی رین ، مجکوں خواب نہ تھا
دونوں انکھیاں میں ، غیر آب نہ تھا
آہ پر آہ کھینچتا تھا میں
آج کی رات ، کچھہ حساب نہ تھا

وہ ہلال ابرو ، برنگ ماہ نو
ان دنوں میں ، کم نما ھے ، الغیاث
پائمال قاتل رنگیں ادا
خون عاشق ، برملا ھے ، الغیاث

سجن کے غم سوں ، نکلتا ھے نالۂ بیتاب
ہر ایک رگ ستی ، تار رباب کے مانند

دیکھے ھے ترے داغ کے جلوے کوں ، جگر پر
کیا خوب ، اُتھا نقش ، عقیق جگری پر

غنیمت جان ، اس تن کے قفس میں ، مرغ دم اپنا
نہ پھونچیگا ، بغیر از شوق تا حب‌الوطن ہرگز

اُس مکاں سے ، تو بھاگ اے دانا
جس مکاں میں ، ہوے ہیں ناداں جمع

—

زلف و رخ ہے ترا ، جو لیل و نہار
مجکوں '' واللیل والضحیٰ '' کي قسم
یک قدم ، چھوڑ کر نہ جاؤنگا
مجکوں ہے ، تیری خاک پا کي قسم

—

کم نگاہی سوں ، دیکھتے ہیں '' ولي ''
کام اپنا ، تمام کرتے ہیں

—

سوز سوں ، عشق یار کے ، یاراں !
جیوں شمع ، سر سوں گل کے ، جل جاناں

—

عاشق کوں ہے ، بے تابي و بے طاقتی دل
بن عشق ، جو عالم میں ، فراغت سوں جیا ہے

—

رہے کیوں ہوش عاشق کا سلامت ، دیکھہ یو آفت
تبسم ہے ، نگہہ ہے ، زلف ہے ، چھرا گلابی ہے
ولي '' اُس بےوفا کے قول پر ، کیا اعتبار آوے
کہ ظالم ہے ، دورنگي ہے ، ستمگر ہے ، شرابي ہے

سدا ہم کو ، خیال رنگ روے یار جانی ہے
ہمارے شیشۂ دل میں ، شراب ارغوانی ہے
تواضع کی توقع ، نونہالاں سوں ، نہ رکھہ اے دل
کہ بے باکی و شوخی لازم وقت جوانی ہے

چار در چار

صنم سات ، جب آکے یاری لگے
یو دکھہ ، درد ، آ عمر ساری لگے
جسے عشق کا ، تیر کاری لگے
اُسے جیونا ، پھر کے بھاری لگے

مستزاد

دل چھوڑ کے ، یار کیونکہ جاوے کہتا ہے عیاں
زخمی ہے ، شکار کیونکہ جاوے بسمل ہے یہاں

جس گرد اُپر ، پانوں رکھیں تیرے رسولاں اے بار خدایا
اُس گرد کو ، میں کحل کروں ، دیدۂ جاں کا صدیق ہو من سوں

قطعه

آہ سوں ، مجھہ جگر میں چھید ہوے
فاش ، مجھہ عاشقی کے بھید ہوے
اس سیہ دل سوں ، جا کہو یاراں
دو دو دیدے مرے ، سفید ہوئے

فردیات

اے پتنگ ! جل کہ تجھہ موے پیچھے
شمع ، ثابت قدم ھے جلنے میں

عشق کرنا ، تو ایک سیں ، کرنا
عشق دو تھور ، بے حیائی ھے

مکھہ ترا ، جیوں روز روشن ، زلف تیری ، رات ھے
کیا عجب یہ بات ھے ، یک ، ٹھار ، دن اور رات ھے

آج دلبر نے ، مجھہ پیام کیا
شکر اللہ ، فلک نے کام کیا

شاخ گُل هے ، یا نہال راز هے
سرو قد هے ، یا سراپا ناز هے

دود آہ شوق مشتاقاں نہیں
خط نہیں یو حسن کا اغاز هے

نبض عاشق میں ، تان کا هے جیو
تانت بجنے میں ، راگ بوجھا هوں

تو هے حق ستي ، هم زباں ، هم کلام
ترا ، قاب قوسین ، ادنیٰ مقام

جب نقش ، اس صنم کا ، نقاش کھینچتا هے
بازو کے ، کھینچنے میں ، وہ هات کھینچتا هے

دیکھہ کر ، پانوں کي ترے ، مہندی
مجھکو ، تلوؤں سے آگ لاگي هے

یار کو دیکھہ ، میں هوا قرباں
اس تجارت میں ، مجھہ کو وارا هے

تا چند کہوں ' بات تری خوش شکلی کی
اے شوخ ' ترے غمزے نے ' جو کی سو بھلی کی

ترجیع بند

مدح شاہ وجیہ‌الدین

اے تو مقبول سرور عالم
دے تو فہرست دفتر عالم
جلوہ گر تو ھے آفتاب یقیں
تجھہ سوں ' روشن ھے پیکر عالم
علم ظاھر و علم باطن سوں
تو ھے عالم میں رھبر عالم
دل عرفاں سرشت ھے تیرا
مظہر خلق و مظہر عالم
ھے زمیں پر یہ آستان شریف
مرجع خلق و منظر عالم
نام تیرا ھے ' ورد صاحب درد
ذات تیری ھے مفخر عالم
دستگیری ھے تیری ظاھری نت
جب کہ برپا ھو محشر عالم
ھے تیرے نام پر سدا قرباں
روز و شب سال و مہ سر عالم

تجھہ اُپر جیوں سورج ہویدا ہے
مطلب جملہ ، مضمر عالم
اس زمانہ میں حق نے تجکوں کیا
مہتر خلق و بہتر عالم
اے امام جمیع اہل یقیں
قبلۂ راستاں وجیہ الدین

(نعت)

عشق میں لازم ہے اول ذات کوں فانی کرے
ہو فنا فی اللہ دائم یاد یزدانی کرے
یاد کے گلزار پر ، دو نین کر ، ابر بہار
پیچ کھاسینے میں ، دل کوں سنبلستانی کرے
مرتبہ خلت پناہی کا وہ پاوے گا جو کئی
مثل اسماعیل اول جی کوں قربانی کرے
جوش دے یک بارگی دریا کوں دل کے لہو ستی
گوہر اچھواں کوں ، رو رو رنگ مرجانی کرے
جو اپس تن کوں جلا دے عشق میں ہر صبح و شام
وہچہ کامل ہر سو جیسے ماہ تابانی کرے
سرخرو ہو آبرو دو جگ میں پاوے اے عزیز
دل کوں لوہو کر ، اول لوہو سوں جو پانی کرے
عشق کی آتش میں جا لے تن کوں جو کُئی رات دن
وہ قیامت لگ سو جیوں سورج درخشانی کرے

وهچه پاوے مطلب '' راضیۃً مرضیۃً ''

محض للّٰہ جگ میں جو اعمال پنہانی کرے

عشق سوں فارغ جو کُئی وہ نحس اکبر ہے مدام

ساتواں کھینڈ'' پر اگر ایوان کیوانی کرے

اپنے مطلب کے سوں ' لیلیٰ کا وہی دیکھے جمال

عشق میں دل کو جو مجنون بیابانی کرے

حشر میں شیریں ہو وہ حق سوں سنے شیریں بچن

شوق میں دل کوں جو فرھاد کہستانی کرے

یا محمد دو جہاں کی عید ہے تجھہ ذات سوں

خلق کوں لازم ہے جی کوں تجھہ پہ قربانی کرے

وہ اچھے آزاد جو بازار میں تجھہ حسن کے

بندگی میں اپ کو ' جیوں ماہ کنعانی کرے

دل جام حقیقت ستی ' جو مست ہوا

ہر مست مجازی سوں ' زبردست ہوا

یہ باغ دسا ' نظر میں تنکے سوں کم

اور عرش عظیم پگ تلے ' پست ہوا

ہے حسن کی اقلیم میں ' توں شاہ ہنوز

خوبی کا تری ' مشتری ہے ماہ ہنوز

اس وقت میں تو ہے ' مالک مصر بہار

یوسف کوں ہے ' تجھہ عزیز کی چاہ ہنوز

حمد و نعت و منقبت

لے زبانوں پر تو ، اول اول
نام پاک خدائے عزوجل

لائق حمد نیں ہے ، اُس بن اور
اس اُپر متفق ہیں ، اہل ملل

یاد اُسکی ہے ، سب اُپر لازم
شکر اُس کا ہے ، مدعائے سکل

آسمان اور زمین کے ، سب ساکن
یاد کرتے ہیں اُس کوں ہر پل پل

شکر اس کا ، محیط اعظم ہے
وہ ہے ، سلطان بارگاہ ازل

اسکے بھیتر ، اگر شناور ہوں
روز محشر تلک ، سکوں نہ نکل

بعد حمد خدائے بے ہمتا
یاد کر نعت سید مرسل

جسکی ہمت کی ہے ترازو میں
دو جہان مثل دانۂ خر دل

اُسکی مجلس میں ، آ ہوا ہے کھڑا
صف آخر میں جوہر اول

گر ہو وہ آفتاب ، گرم عتاب
آسمان جائیں ، مثل موم پگھل

دیکھہ ، اسکے جلال و عظمت کوں
بادشاہاں کا دنگ ہے ، دنگل

گو کرے بحر پر ، غضب کی نظر

مانھیاں جائیں جل کے بھیتر جل

اُس فصاحت کے ، دسے مجھکوں

نطق سحبان عبارت مہمل

کاملاں سوں ، سنا ہوں یہہ نکتہ

عشق اس کا ہے ہادی اکمل

دیکھہ اُس زلف و مکھہ کوں ، بے جا ہے

بحر اور برمیں عنبر و صندل

بعد اُس آفتاب انوں کے

چار ہیں اہل علم و اہل عمل

صاحب صدق و عدل و علم و حیا

ایک سوں ایک اکمل و افضل

اُن کوں اصحاب میں سباقت ہے

دین کوں جو کیے قبول اول

ہیں دچے وہ کہ دین کے بل سوں

کفر کے دست و پا کوں کیئے شل

ہیں تچے وہ کہ جن کے لوھو سوں

رنگ پکڑا کلام عز و جل

ختم خلفا کی کیا کہوں میں بات

جس کے رتبہ کا عرش پر ہے محل

— —

مدح شاہ وجیہ‌الدین

ہوا ہے خلق اُپر ، پھر کے ، فضل سبحانی
کیا ہے ابر نے رحمت سوں گوہر افشانی

یہ آب صاف میں گوہر کوں دیکھ ، خجلت سوں
صدف کے پیٹ میں گل کر ہوا ہے جیوں پانی

تمام پات '' یسبح بحمدہ '' کے بحکم
زبان حال سوں کرتے ہیں ذکر سبحانی

قطار قطرۂ شبنم سوں ، آج سبزۂ خضر
لے سبحہ ہاتھ میں ، کرتا ہے ادعیہ خوانی

ہر اک طرف جو ہوئی ، بسکہ ریزش باراں
کیا ہے آج تفرج نے جوش طوفانی

اِس آب روح فزا کے کمال لطف کوں دیکھ
چھپا ہے پردۂ ظلمت میں آب حیوانی

ہوئی ہے غنچہ نمن ، جگ کوں بسکہ جمعیت
عجب ہے ، اب رہے سنبل منیں پریشانی

ہر ایک قطرۂ شبنم ہے غیرت گوہر
ہر ایک پات پہ برسا جو ابر نیسانی

ادب سوں ، حضرت حق کے ، زبسکہ سنتے ہے
ہر اک کلی ہے ، سو جیوں کودک دبستانی

چمن میں اُس کے کرم نے دیا ہے ، حکمت سوں
ہر ایک پھول کی پکھڑی کوں ، رنگ مرجانی

یہ لطف دیکھ ہوا ہے ، دماغ بسکہ بحال
بدل ہوئی ہے اِتنی ، حافظے سوں نسیانی

تمام ملک ھوا حق کے فضل سوں آباد
رھا نہیں ہے جگت میں نشان ویرانی
چراغ گرد میں روضے کے جو ھوئے روشن
ھر اک چراغ ھے جیوں آفتاب نورانی
ھوا ھے بسکہ طراوت سوں ، یہ مکاں سرسبز
ھر اک سفال پہ دستا ھے رنگ ریحانی
ھے ملک دین میں ، تري ذات کوں شہنشاھی
ھے نقد علم ترا سکۂ مسلمانی
ھر اک کوں اس سوں ، خبر نیں ھے جگ کے صفحے پر
تجھے جو کشف ھوئے رازھاے پنھانی
دیا ھے حق نے تجھے جامع الکمالاتي
عطا کیا ھے تري ذات کوں ھمہ داني
عجب نہیں جو دوے ، عقل کوں وہ آج سبق
جو اِس جناب میں آ کر کیا سبق‌خواني

مخمسات

تجھ قد نے مجھ نگاہ کوں عالي نظر کیا
تجھ مُکھ نے شوق بدر کوں دل سوں بدر کیا
لب نے ترے ، عقیق کوں ، خونیں‌جگر کیا
مستي نے تجھ نین کي مجھے بے خبر کیا
دل کوں مرے ، بھوؤں نے تري جیوں بھنور کیا
تجھ چشم نیزہ باز کي جرات کوں دل میں رکھ
تیري بھواں کي تیغ کي دھشت کوں دل میں رکھ

پلکاں کے خنجراں کي صلابت کوں دل میں رکھ
تیری نگہہ کے تیر کي ہیبت کوں دل میں رکھ

سورج نے تن اپس کا سراسر سپر کیا
ہے تجھکوں مرتبے ملیں، کیواں سوں بر تري
تجھ مکھ کوں دیکھ دنگ ہیں: کیا حور، کیا پری
زاہد میں کسي نے نہ دیکھي، یہ دلبری
تجھ مہر کا ہوا ہے، دل و جان سوں، مشتري
جب سوں، ترے جمال پہ مہ نے نظر کیا

داؤد

مرزا داؤد، داؤد، اورنگ‌آبادی، کلام، زبان کے ساتھ سوز و گداز میں ممتاز ہے - سن وفات ۱۱۶۸ھ -

---

عزیزاں! خواب میں دیکھا ہوں، آج اُس سرو قامت کو
ہوا معلوم: وقت آیا ہے میري سر فرازي کا

ہوا ہے ابر گریاں، دیکھ میري چشم گریاں کو
پڑا ہے شور دریا میں، مرے اس اشک جاري کا

قانون شفا، نطق میں ہے یار کے موجود
اے دل، نہ ہوا محتاج طبیباں کی دوا کا

سخن پہ بس ہے تجھے مصرعۂ ولی "داؤد"
کہ تجھکو شور قیامت سے بے نیاز کیا

مسند ہے اهل دل کو بساط زمیں کا فرش
ہے بے ریا کو، بوے ریا، نقش بوریا

لالہ‌رو کو دیکھ کر، لالہ کا پھول
داغ دل لے هاتھ دکھلانے لگا
هجر میں ابرو کے، ابر چشم رخ
اشک کا برسات، برسانے لگا

دیکھ تجھ جام چشم کا اک دور
دل کے تئیں نشۂ شراب هوا

گل بدن هنستا ہے، مجھ رونے کو دیکھ
خندۂ گُل گریۂ شبنم هوا

رنگ کاغذ هوا ہے فاختئی
جب لکھوں سروقد کے تئیں مکتوب

کرو مت وعدۂ کل جان من عشاق بیکل هیں
جو آپي کل سوں بیکل ہے اسے کیا کام ہے کل سوں

ھے شراب و کباب و فصل بہار   کوئي اس وقت میں پیا لا دو

کیوں نگہہ کا قدم رھے برجا
مکھ پہ تیرے صنم صفائي سوں

پھر جام چشم مست جسے تم دکھاؤ گے
تا حشر اُس کو ھوش سے اُس کے بھلاؤ گے

محمد مصطفیٰ کي یاد سیتي   میرا دل قلعۂ احمد نگر ھے

اس صنم کے خیال ابرو نے   ناتواں مجھکو جوں ھلال کیا

مجھ بزم میں ، رقیب عبث سرکشي نہ کر
شعلہ پڑا ھے ، شمع پہ مجھ سوز آہ کا

کہتے ھیں عاشقاں مرا احوال دیکھ کر
شاید تو دل دیا ھے کسي بیوفا کے ھات

دست رنگیں کو ، دیکھ کر تیرے
رنگ مہندی چھپا ھے پاتوں پات

کیونکے سیر چاندني کرنے کو نکلے وہ صنم
دیکھنے مہ کا تماشا ، آفتاب آتا نہیں

تیمم اُس کا اوروں کے وضو کرنے سے افضل ہے
کیا ہے جن نے حاصل خاکساري کي عبادت کو

مرا احوال ، چشم یار سے پوچھ
حقیقت درد کی ، بیمار سے پوچھ
مرے حال پریشاں کي حقیقت
صنم کي زلف کے ہر تار سے پوچھ

اے زاہداں ! اُٹھاؤ جبیں کو زمین سے
جو سر نوشت ہے اسے کان لگ سناؤ کے

عزلت

سید عبدالولي ، سعداللہ سورتي کے بیٹے تھے - ۱۱۰۴ھ میں پیدا ہوے - فارسي اور بھاشا میں بھي شعر کہتے تھے - موسیقي اور مصوري میں مہارت رکھتے تھے - ۱۱۶۴ھ میں دہلي آئے اور خان آرزو کو کلام دکھاتے رہے کچھہ عرصے بعد اورنگ‌آباد جاکر سکونت اختیار کرلي - ۱۱۸۹ھ حیدرآباد میں وفات پائي اور وہیں میر مومن کے دائرے میں دفن ہیں -

سیہ روزی میں ، میری قدر کو احباب کیا جانیں
اندھیری رات میں ، کس کو کوئی پہچانتا ہوگا

اُس کو پہونچی خبر ، کہ مرتا ہوں
کسی دشمن سے سنا ہوگا

بجز رفاقت تنہائی ، آسرا نہ رہا
سوائے بے کسی ، اب اور آشنا نہ رہا

جلایا مصحف دل تو نے ، کیوں برق تغافل سے
جو سچ بولوں ، تجھے جھوٹی قسم کھانے کے کام آتا

'' عزلت '' گمان یوں تھا ، کہ جل کر ہوا ہے راکھہ
پھر دود آہ دل میں ، مرا دیدہ تر کیا

کدھر بہتا پھرتا ہے ، اے گریۂ غم
کہ آنکھوں سے ، تیرا خریدار ہوں میں

چین ابروے سجن میں ، مرا دل الجھا ہے
دل کھلے گر کبھی ، دونوں میں گرہ پڑ جائے

سدھارے گل کہاں ، سونے پڑے ھیں گلستاں اپنے
گئي ھیں بلبلیں کیدھر ، جلا کر آشیاں اپنے

دیکھہ مت رنگیں چمن کو ، دل مرا غمناک ھے
گُل کے ھاتھوں ، خون بلبل کا ، گریباں چاک ھے

اے بلبل ! اتنی روکے دعا ، ھر سحر تو مانگ
حق تیري آہ سرد ، چمن کي ضیا کرے [۱]

سراج

سراج‌الدین نام - قوم سید ، اورنگ‌آباد وطن تھا ، اورنگ‌آباد کے مشہور بزرگوں میں تھے ، فارسي اور اُردو دونوں زبانوں میں مشق سخن کرتے تھے -

بعض اھل راے کے نزدیک اس دور میں ولي کے بعد تمام خصوصیات میں سراج کا دوسرا درجہ ھے -

فارسي اور اُردو کے دو دیوان ھیں - حمزہ دکني کے شاگرد تھے [۲] سنہ ۱۱۲۷ھ [۳] میں پیدا ھوے اور سنہ ۱۱۷۷ھ میں [۴] وفات پائي -

---

[۱] چمنستان شعرا -

[۲] تذکرہ میر حسن - نکات‌الشعرا - میر تقي -

[۳] تاریخ زبان اُردو -

[۴] چمنستان شعرا -

نوٹ — " بوستان خیال " نام کی ایک مثنوي بھي ان کي طرف منسوب کي جاتي ھے - اپنے دیوان کا ایک انتخاب بھي طیار کیا تھا - مرتب -

تجھ بنا ، اے '' سراج '' ، بعد ولی
کوئی صاحب سخن ، نہیں دیکھا

شکر للہ ، ان دنوں تیرا کرم ہونے لگا
شیوۂ جور و ستم ، فی الجملہ کم ہونے لگا

ڈورے نہیں ہیں سرخ ، تری چشم مست میں
شاید چڑھا ہے خون ، کسی بے گناہ کا

آہ سوزاں سے مرے ، دامن صحرا میں '' سراج ''
قبر مجنوں پہ ، چراغاں نہ ہوا تھا سو ہوا

یار کا دیدار پا کر ، اے '' سراج ''
شکر احسن کر کے ، تو واصل ہوا

آیا پیا ، شراب کا پیالہ ، پیا ہوا
دل کی دیر کے جوت کا کاجل ، دیا ہوا

تجھہ قبا پر ہے ، نرگسی بوتا
گویا نرگس کا پھول ، ابھی توتا

لعل تیری بھووں کے ، سچے ہیں
کیوں نہ یاقوت کو ، کہوں جھوتا

عشق میں شوخ سنگدل کے ' '' سراج ''
شیشۂ ناموس و ننگ کا ' پھوٹا

سب جگت ڈھونڈھ پھرا ' پیو کو نہ پایا ہرگز
دل کے گوشے میں ' مکاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

تو احد ہے ' نام تیرا احمد بے میم ہے
زیب پایا ' تجھ صفت سوں ' ہر ورق قرآن کا

نہیں ہے تاب مجھے ' سامنے ترے جاناں
کہاں '' سراج '' کہاں آفتاب عالمتاب

شہید خنجر الفت ' ہوا ہوں
سلامت ہے ' سلامت ہے ' سلامت

نیں حقیقت میں حسن و عشق جدا
طوق قمری ہے ' طرۂ شمشاد

اے '' سراج '' آرزوے قند نہیں
شعر تیرا ہے ' جوں نبات لذیذ

ہاے رہ گئی ، دل میں دامنگیریوں کی آرزو
سبزۂ تربت مرا ہے پنجۂ گیرا حضور

کیا شراب محبت نے ، دل کے خم میں جوش
عجب نہیں ، جو قیامت تلک رہوں بیہوش

جام مے الست ہے ، بیخود ہوں اے "سراج"
دور شراب ، شیشۂ پرمل سے ، کیا غرض

عجب وہ سرو گلزار ادا خوش قد ہوا واقع
پر بلبل ، نشان گل کو دست رد ہوا واقع

شعلہ خو ، جب سے نظر آتا نہیں لوٹتا ہے تب سے ، انگاروں پہ دل

مجھ نگین داغ دل پر ، نقش ہے حرف وفا
عشق کی اُمت میں ہوں ، مہر نبوت کی قسم

کافر ہوا ہوں ، رشتۂ زنار کی قسم
تجھ زلف حلقہ دار کے ، ہرتار کی قسم
ہرگز مریض ہجر کا ، بن وصل نیں علاج
اس کے ادا کی نرگس بیمار کی قسم
درشن دکھا کے ، آتش غم کو مری بجھا
میں تشنۂ لب ہوں ، درشن دیدار کی قسم

نہ پوچھو ، خود بخود کرتا ہوں تعریف اس کے قامت کی
کہ یہ مضمون ، مجھکو عالم بالا سے آتے ہیں

——

کیا چلے ، دام نگاہ مہربانی سے ترے
صید ہو جاویں یہاں ، صیاد کی صیادیاں

——

یاد رکھہ اے دل خوں گشتہ ، کہ جوں تکمۂ لعل
جامہ زیبوں کے گریباں کا گلو گیر نہ ہو

——

مدت سے گم ہوا ، دل بیگانہ اے '' سراج ''
شاید کہ جا لگا ہے ، کسی آشنا کے ہاتھہ

——

تم پر فدا ہیں ، سارے حسن و جمال والے
کیا خط و خال والے ، کیا صاف گال والے

——

خبر تیر عشق میں ، نہ جنوں رہا ، نہ پری رہی
نہ تو تو رہا ، نہ تو میں رہا ، جو رہی سو بے خبری رہی
شہ بے خودی نے عطا کیا ، مجھے اب لباس برہنگی
نہ خرد کی بخیہ گری رہی ، نہ جنوں کی پردہ دری رہی
چلی سمت غیب سے اک ہوا ، کہ چمن سرور کا جل گیا
مگر ایک شاخ نہال غم ، جسے دل کہیں سو ہری رہی
نظر تغافل یار کا ، گلہ کس زباں سے بیاں کروں
کہ شراب حسرت و آرزو ، خم دل میں تھی ، سو بھری رہی

کیا خاک آتش عشق نے ، دل بے نوائے '' سراج '' کو
نہ خطر رہا ، نہ حذر رہا ، مگر ایک بے خبری رہی

——

(رباعي)

تجھہ غم میں ھے ، رنگ‌زردیاناں میرا
دشوار ھے ھر کسي کو پاناں میرا
درکار نہیں ، کہ تجھہ گلي میں جاؤں
آثار تیرا بھي ھے ، جاناں میرا

——

صادم

(میر / عبدالحئي نام ، صمصام‌الملک خطاب ، اورنگ‌آباد وطن تھا ، سلطنت دکن میں سب سے پہلے '' قلمدان بردار تھے " [۱] .

کلام میں ذومعنین اور ایہام کا عنصر غالب ھے - سنہ ۱۱۷۲ھ میں وفات پائي :—

اک آن میں ، حیف کھل گئیں یہ آنکھیں
پھر موند پلک ، میں وہ نہ دیکھا رویا

——

از بسکہ تم ، اب عشق کي سیکھیں گھاتیں
سب بھول گئے شادي کي باتیں

——

[۱] دکن میں اُردو -

مجھے ، گر جاں کلی کا حکم ، وہ شیریں دھاں کرتا
کہا اس کا ، خدا کي سوں ، اوے یارو بجاں کرتا

نہیں کھلتا ، بہار و باغ سوں دل
یہی عقدہ ، مجھے مشکل رہا ھے

شیدا

نوازش علي ، شیدا - کلام میں روانی کافي ھے ھندي کا غلبہ کم ھے - ان کی دو مثنویاں مشہور ھیں - ۱ - اعجاز احمد - حضرت رسول‌الله صلعم کي سوانحعمری ، دو جلدوں میں ۲ - روضة‌الاطہار - واقعات کربلا کو نظم کیا ھے -

لکھے راویاں ھیں ، روایت صحیح
میں کرتا بیاں ھوں ، سنو تم صریح
کہ بیٹھے تھے ، اک دن امام‌الرسل
مہاجر و انصار حاضر تھے ، کل
یہودي اک ، آتا ھے با احتشام
تھا نام اُس کا ، عبدالله ابن سلام
شرافت میں اُس سا نہ تھا دوسرا
اتھا عقل میں ، علم میں ، وہ رسا [۱]

اول ، حمد خدا سے ھو سرافراز
کروں میں '' روضة‌الاطہار '' آغاز

[۱] اعجاز احمد -

دو عالم ، نام پر ھے اُس کے شیدا
شہادت کا کیا عالم وہ پیدا

دیکھے عباس ، سرور کے علمدار
موے بھائي پڑے ھیں سارے بےبار
کسي کا سر نہیں ھے تن کے اوپر
کسی کے ھات کٹ ٹُٹے ھیں ، سراسر
کسي کا تن ھے ، سب زخموں سنتي چور
پڑا نزدیک کوئي ھے ، کوئي دور [۱]

واقف [۲]

نورالعین ، واقف - اِن کے کلام میں صفائي ھے ، آورد اور تصنع کا عنصر غالب ھے ، ذومعنیلن الفاظ اکثر استعمال کرتے ھیں -

آتي ھے بوے خوں مجھے اس لالہ‌زار سوں
اے باغباں! یہ کس کے شہیدوں کا کھیت ھے

تجھے دماغ نہیں گو مجھے بلانے کا
کسو سے پوچھ کہ کیا حال ھے فُلانے کا
بہار دیکھی ھے اس باغ کي ، خزاں دیکھی
کوئی بھي ایک قراري نہیں زمانے کا

---

[۱] روضۃالاطہار -
[۲] واقف ، شفیق اورنگ‌آبادي کے ھم عصر تھے -

قفس میں دھوم مچا خوب سی تو مرغ اسیر
کہ تجھکو فکر نہیں کچھ بھی ، آب دانے کا

عزیز

عزیزاللہ ، عزیز ، اورنگ‌آبادی ، اپنے وقت کے مشہور بزرگ تھے -

مجھ ناتواں میں کیا سکت ، جو بولوں ولیاں کی صفت
" عاجز " عزیزاللہ پر دکھن کے سب پیراں ، مدد

ڈرتا نہیں ہوں بانک و کٹاری کے زخم سے
بانکی نگاہ دیکھ تری ڈل گیا ہوں میں

عاشق

میر یحییٰ نام (' عاشق علی خاں ' خطاب) برہان‌پور ، دکن کے رہنے والے تھے - کلام میں ایہام کا عنصر غالب ہے -

طبیب عشق سیں پوچھا زلیخا نے علاج اپنا
کہا تجھ پر بھلا ہے سورۂ یوسف کا دم کرنا

جام کو لب سے آشنا مت کر نام اس کا ، پیا ، کٹورا ہے

جیت ہے میری عشق بازی میں
جب سے دلبر نے مجھ کو ہار دیا

جس وقت جان نکلی ، مجھ پاس کوئی نہ آیا
شمشیر تیری ، اک دم ، بیٹھی تھی میرے سر پر

صاف دل آرسی سا کوئی نہیں
لیک ، منہ دیکھی آشنائی ہے

نکلے ہیں اُجلے بال ، چِلاتے ہیں تب سے ہم
بڈھوں کے بیچ ، ہم بھی جوانِ چِلندہ ہیں

مہدی

محمد مرتضی ، مہدی ، میر دولت کی فوج میں ملازم تھے ، مرہٹوں کے مقابلے میں سنہ ۱۱۷۴ ھ میں مارے گئے - سید عبدالولی '' صاحب '' کے شاگرد تھے - کلام میں آورد زیادہ ہے -

---

نان ، داغ دل ہمارا : آب ، آنکھوں کا سرشک
عشق کی دولت سے ہم نے خوب کچھ کھایا پیا
چار دن بچھڑا سجن ہم پر قیامت آ گئی
''مہدی'' حیرت ہے کہ تنہا خضر اب تک کیوں جیا

ہر کسی مکھ کا تاب دیدہ ہوا
یوں جو آئینہ آب‌دیدہ ہوا

گرمجوشي ستي خورشيد لقا گهر سے نکل
هو گئي صبح ' دم سرد کے بھرتے بھرتے

کرے هے آج چشم عندليباں روشن ' آئينه
هوا هے اُس کے عکس رو سے رنگ گلشن ' آئينه

مرزا

محمد بيگ يا محمدی بيگ ' مرزا ' دکن کے باشندے تھے - مضمون آفريني کی کوشش کرتے هيں ' طرز ادا ميں بيساختگي زبان ميں شيريني هے - ان کے شاگردوں ميں مهر علي '' مهر '' مشهور هيں -

---

مرا غم نامه ' اے قاصد ! سجن کے هاتھ دو ' ديجو
يهي مضمون هے اس کا که انجواں سوں لکھو ' ديجو

'' مرزا '' کو آج حاجت قاصد نهيں رهي
پيغام بهيجتا هے نگاه رسا کے هاتھ

مهر

مهر علي ' مهر ' اورنگ‌آباد کے رهنے والے اور مرزا کے شاگرد تھے - کلام ميں رندانه مضامين اکثر لاتے هيں -

---

پڑھ نماز با ریا ، ہر وقت رندوں کو نہ چھیڑ
تجھ کو اے زاہد پرائی کیا پڑی ؟ اپنی نبیڑ
میکدے کی راہ ، اے زاہد ! نہ جا ؛ جاے خضاب
رند داڑھی کو تری دیویں گے لاٹی سے لتھیڑ

خاک ہونا کیمیاے عشق کی تدبیر ہے
پارۂ بیتابی دل مارنا ، اکسیر ہے

آبرو پائی شجاعت نے عطاے خضر سے
موج ، نقش بوریاے جوہر شمشیر ہے

ترش روئی سے ہوئی زاہد کو کھانسی آخرش
اِس بہانے اُس کو میں دارو پلاؤں تو سہی

دیکھ چشم "مہر" سے ، اے باغباں ! وقت خزاں
عندلیباں پھر کہاں اور یہ بہاراں پھر کہاں ؟

ضیا

مرزا عطا ، ضیا ، نے سنہ ۱۱۸۳ھ میں وفات پائی - ان کے کلام میں میخوشی کے مضمون اکثر آئے ہیں -

---

دیکھتے ھي اس کے خط کي شان ' دل مرجھا گیا
اس دھویں کو دیکھ آنکھوں میں اندھارا چھا گیا

تجھے کیا یاد ھے ساقی وہ عالم بے حجابي کا
اِدھر تو جام کا ھنسنا اُدھر رونا گلابي کا

اُدھر تو تم بھووں کو تان کر تیوري چڑھاتے ھو
اِدھر میں دل میں ' بسم‌اللہ بسم‌اللہ ' کہتا ھوں

کرتا ھے حشر برپا ' ساقی سے جلد کہنا !
گردن اُتھا اُتھا کر شیشے کا دیکھ رهنا

اے ساقي ! غم کي ماروں کي تسلی کر شتابی سے
گلابي کا بھرا آتا ھے منه وہ بے حجابي سے

رنگ اُڑ گیا سمن کا ' نرگس بھی تک رھي ھے
گلشن میں گلبدن بن کھچڑي سی پک رھي ھے

تری آنکھوں کو ' ساقي ! دیکھ شاید جان جاتي ھے
گلابي بیٹھي ' منھہ میں جام کے ' پاني چواتي اھے

فضلی

شاہ فضل اللہ ، فضلی ، اورنگ آبادی بڑے پائے کے درویش تھے اور غازی الدین خاں فیروز جنگ اِن کے بڑے معتقد تھے - شاہ صاحب فارسی میں بھی شعر کہتے تھے - کلام میں ایہام کی کثرت ہے -

---

رکھا ہوں نیم جاں جاناں تصدق تجھ پہ کرنے کو
کیا سب تن کو میں درپن ، اجھوں درشن نہ پائے ہوں

دو بھواں دیکھ کر کہا میں یوں
دو گھڑي رات دن میں آئي کیوں

تجھ ملاحت کے لون کي لذت
جس کا دل ہے کباب ، سو جانے

مصور گر تري تصویر کو چاہے کہ اب کھینچے
لگا دے ایک سارا چاند چہرے کے بنانے کو

زلف کے سلسلے کے طالب کو
پیچ دے کر مرید کرتے ہیں

منورالدولہ

امرائے دکن کے درباریوں میں تھے - کلام میں گداز اور صفائي دونوں موجود ھیں -

---

گریباں چاک مطعون جہاں بدنامِ عالم ھو
پڑے خاک اس طرح کے ، ھائے ! رسوائي کے جینے میں

صنم نے میرے سخن کو سن سن ، کہا کہ اتنا نہ مضطرب ھو
جو ابتدا کو نہیں سمجھتا ، تو کیا خبر ھوگي انتہا کي

شفیق

لچھمي نرائن ، کائستھ ' شفیق ' اور ' صاحب ' تخلص کرتے تھے - اُردو اور فارسی کے نامور شاعر تھے -

کلام میں کثرت مشق کا ثبوت زیادہ اور اثر کم ھے - میر غلام علی آزاد بلگرامی کے شاگرد تھے -

ان کی تصنیف تذکرہ چمنستان شعرا مشہور ھے -

۱۱۵۸ھ میں پیدا ھوے [۱] -

بہار آئي جنوں نے سر اتھایا ھے ، خدا حافظ
نسیم صبح نے دل کو ستایا ھے ، خدا حافظ

---

[۱] مخزن نکات - چمنستان شعرا - نکات الشعرا - تذکرہ میر حسن -

تیرے بس میں ہیں، ہمیں تو چھوڑ دے یا قید رکھ
آپ سے اب دام میں تدبیر کرنا کیا ضرور

بس ڈھاپی رہنے دو یہ بات، میاں! مت بولو
ہم تمہیں دیکھ لیا اور تمہارا اخلاص

جیوں جلا آگ کا آتش ستی ہوتا ہے بھلا
عشق کے درد کو تحقیق دوا ہیگا عشق

شیخ جی، آتے ہیں کس دھج سے پکڑ تسبی کو ہاتھ
مارئیے گردن میں ایسا، جائے جو مڈکا ڈھلک

کیا کریں عرض حال تیرے پاس
ہم کو دل نیں، تجھے دماغ نہیں
کوئی بچارا تجھے کہاں ڈھونڈے؟
ایک جا کا تری سراغ نہیں

لائے جواب وہ کوئی 'صاحب' کے شعر کا
جس کو کہ ذہن ثاقب و فکر دقیق ہو

ہمیں کنج چمن میں چھوڑ کر، صیاد جاتا ہے
خدا جانے کہ ہم سے خوش ہے، یا ناشاد جاتا ہے

دور اول

حصہ دوم

(شعرائے دهلي)

آرزو

سراج الدین علي خاں ، آرزو ، مشائخ اکبرآباد کے خاندان سے تھے ، علوم و فنون کي تحصیل کي اور ۲۴ سال کي عمر میں سند فراغت حاصل کي ، اور فرخ سیر بادشاہ کي طرف سے گوالیار میں ملازم ہوئے - شاعري کا چسکا بچپن سے تھا -

اردو میں ان کے کلام کي تعداد بہت کم ہے لیکن جو کچھ ہے تغزل کے اعتبار سے بہتر ہے ، زبان سلیس ، بندش چست ، درد اور جذبات سے لبریز ، اس لئے اثر انداز ہے اردو میں فارسي محاورات کا غلبہ ہے -

ان کي تصانیف حسب ذیل ہیں :—

۱ - تنبیہ الغافلین - اس میں حزیں کے کلام پر اعتراضات کئے ہیں -

۲ - موہبت عظمیٰ - فن معاني میں -

۳ - عطیہ کبریٰ - فن بیان میں -

۴ - سراج اللغت - لغت اور فرهنگ میں -

۵ - چراغ هدایت - فن اصطلاحات میں -

۶ - سکندر نامه اور قصائد عرفي کي شرح -

۷ - فارسي شعرا کا تذکره -

۱۱۶۹ھ میں وفات پائي [۱] -

رات پروانے کي الفت ستي روتے روتے
شمع نے جان دیا صبح کے هوتے هوتے

داغ چھوٹتا نهیں ، یه کس کا لهو هے قاتل
هاتهه بهي دکهه گئے دامن ترا دهوتے دهوتے

کس پریرو سے هوئي شب کو مری چشم دو چار
که میں دیوانه اُتها خواب سے سوتے سوتے

عبث دل بیکسي اپني په توں هر وقت روتا هے
نه کر غم اے دوانے عشق میں ایساهي هوتا هے

میخانے آج جاکر شیشے تمام توڑے
زاهد نے آج اپنے دل کے پهپهولے پهوڑے

---

[۱] گلشن هند - مرزا لطف ، رفاه عام استیم پریس ، لاهور -

تجھہ زلف میں لٹک نہ رھے دل ' تو کیا کرے
بھگار ھے اٹک نہ رھے دل ' تو کیا کرے

جان تجھہ پر کچھہ اعتماد نہیں
زندگاني کا کیا بھروسا ھے

ھر صبح اوڑتا ھے تیري برابري کو
کیا دن لگے ھیں دیکھو خورشید خاوري کو
دل مارنے کا نسخہ پھونچا ھے عاشقوں تک
کیا کوئي جانتا ھے اس کیمیا گري کو
اس تند خو صنم سے ملنے لگا ھوں جب سے
ھر کوئي مانتا ھے میري دلاوري کو
اپني فسوں گري سے اب ھم تو ھار بیٹھے
باد صبا یہ کہنا اس دل ربا پری کو
اب خواب میں ھم اسکي صورت، کو ھیں ترستے
اے '' آرزو '' ھوا کیا ' بختوں کي یاوری کو

فلک نے رنج تیر آہ سے میرے زبس کھینچا
لبوں تک دل سے ' شب نالے کو میں نے نیم رس کھینچا
رھا جوش بہار اس فصل گر یوں ھي ' تو بلبل نے
چمن میں دست گلچیں سے عجب رنج اس برس کھینچا
کہا یوں صاحب محمل نے سن کر شور مجنوں کا
تکلف کیا جو نالہ بے اثر مثل جرس کھینچا

نزاکت رشتۂ الفت کي ديکھو سانس دشمن کي
خبردار ''آرزو'' تک گرم گر تار نفس کھينچا

کھول کر بند قبا کو ، ملک دل غارت کيا
کيا حصار قلب ، دلبر نے کھلے بندوں کيا

دکھائي چشم مست اپني جو اس رند شرابی نے
نہ دم مارا کٹورے نے نہ ھچکي لي گلابي نے

بہار

ٹيک چند ، بہار ، کلام ميں صفائي اور سوز و گداز بھي ھے
سراج‌الدين علی خاں آرزو کے شاگرد تھے -

بہار عجم مشہور لغت ان کي تصنيف ھے - غزل ميں
درد اور بلاغت دونوں ھيں ، زبان بھی اُس وقت کے اعتبار سے
سليس ھے -

کرے وہ سلطنت يہ عشق ميں شيريں کے سر ديوے
تکلف بر طرف ! خسرو کو کيا فرھاد سے نسبت

کہتے ھيں عندليب گرفتار ، مجھکو ديکھ
اميد جيونے کي نہيں اس بہار ميں

تھي زليخا مبتلا يوسف کی اور ليلیٰ کا قيس
يہ عجب مظهر هے ، جسکے مبتلا هيں مرد و زن

وهی اک ريسماں هے جس کو هم تم تار کهتے هيں
کهيں تسبيح کا رشتہ کهيں زنار کهتے هيں

ناز بے جا و لطف بے موقع
دلبروں کی ادا هے کيا کيا کچهہ

کريں هيں يہ ستمگر قتل بے تقصير کيا کيجے
جو انکے هاتهہ يوں مرنا هوا تقدير ، کيا کيجے

نهيں معلوم کيا حکمت هے شيخ، اس آفرينش ميں
هميں ايسا خراباتي کيا تجهکو مناجاتي [۱]

آصف

يحيیٰ خاں نام ، آصف اور امير تخلص [۲] هزبر جنگ ، آصف الدولہ ، آصف جاه القاب اور خطاب هيں ، شجاع الدولہ نواب اودھ کے بيٹے تهے -

---

[۱] چمنستان شعرا -
نوت - چونکہ سراج الدين علي خاں کے هم عصر اور شاگرد تهے ، اس وجہ سے کم و بيش سنہ ۱۱۶۹ هجري ان کا زمانہ قياس کيا جا سکتا هے - مرتب -
[۲] تذکرۂ مصحفي ميں ان کي غزليں امير کي تخلص سے درج هيں - مرتب -

سنہ ۱۱۸۷ھ میں شاہ عالم بادشاہ کے زمانے میں فیض آباد کے وزیر ہوے ، کچھہ دنوں کے بعد لکھنؤ آئے ، ان کا نام " سخاوت " کے لئے " حاتم " کی طرح مشہور ہے -

غزل میں بہتر رنگ ہے ، آمد کی نرالی شان ہے ، معلوم ہوتا ہے جو کچھہ کہتے ہیں دل کی زبان سے کہتے ہیں سلاست ، روانی سب کچھہ موجود ہے ، الفاظ کے پھیر میں معانی کو گم نہیں کرتے ، سنہ ۱۲۱۲ھ میں وفات پائی -

---

جنسِ طاعت سے کچھہ اپنے تو نہیں پاس " امیر "
مگر احمد کا ہوں ، اور ہے احمد میرا

یا ڈر ہے مجھے تیرا کہ میں کچھہ نہیں کہتا
یا حوصلہ میرا ہے کہ میں کچھہ نہیں کہتا
کہتا ہے بہت کچھہ وہ مجھے چپکے ہی چپکے
ظاہر میں یہ کہتا ہے ، کہ میں کچھہ نہیں کہتا

کیا تو نے دیا تھا مجھہ کو ساقی
شیشے میں تو واہ کچھہ نہ نکلا

موا ہے تیرے لئے تیرا عاشق غم کش
ذرا تو فاتحہ پڑہ چل کے ، تا کجا وسواس

جب مرنے لگی بلبل شوریدہ قفس میں
"آصف" یہی کہتی تھی بہ تکرار دم نزع
صیاد تجھے بخش دیا خون میں اپنا
تک جا کے دکھا وہ مجھے گلزار دم نزع

کل ہنس کے بولا نالۂ بلبل پہ یوں پتنگ
کم ظرف دیکھہ ہم بھی تو آخر ہیں زار شمع
رو رو کے یہ جواب دیا عندلیب نے
انصاف دل میں کیجیو اے دل فگار شمع
ہے شمع کے بھی دل میں محبت پتنگ کی
گر ہے پتنگ سوختہ جاں، بیقرار شمع
پروانے کو جلا کے ہوئی شمع بھی تمام
جینا بغیر یار کے ہے ننگ و عار شمع
گل مہرباں سنا ہے کبھی عندلیب پر
تو شکر کر کہ مہر و وفا ہے شعار شمع
میں آہ آہ و نالہ، نہ کھینچوں تو کیا کروں
جلتی ہیں غم سے میری رگیں، مثل تار شمع

جہاں تیغ اس کی علم دیکھتے ہیں
وہاں اپنا سر ہم، قلم دیکھتے ہیں
جو جلوہ صنم تجھہ میں ہم دیکھتے ہیں
خدا کی خدائی میں کم دیکھتے ہیں

بتوں کی گلی میں شب و روز '' آصف ''
تماشہ خدائی کا ، هم دیکھتے هیں

دل همارا خانۂ الله ، گر مشہور تھا
سو بتوں کے عشق میں اب وہ بھی بت خانہ ہوا

بڑی شکوہ سے جاتا ھے قافلہ دل کا
چکے گا روبرو کس کے ، معاملہ دل کا

' آصف '' نہ چھٹے عشق بتاں دل سے همارے
سو بار اگر پھر بھی بناویں اسے گھڑ کر

شوخیِ چشم کی شہرت کو تری ، سن سن کر
شرم سے باغ میں نرگس نے چھپائیں آنکھیں

مرے دل کو ، زلفوں میں زنجیر کیجو
یہ دیوانہ اپنا ھے ، تدبیر کیجو
مرے دل نے زلفوں میں مسکن کیا ھے
یہ مہماں ھے اے شانہ توقیر کیجو

جس جگہہ آنسو گرے ھے ، آبلہ پڑ جاے ھے
آب سے آتش ہوئی کیوں کر بہم ، کیا جانئے

پوچھتے کیا ہو شب ہجر کی حالت ، یارو !
میں ہوں ، اور رات ہے اور بسترِ تنہائی ہے

" آصف " نہ چھوڑ دست سخاوت کو زینہار
لایا ہے کچھ نہ ساتھ ، نہ جائے گا تو لئے

یاں تلک داغ محبت ، دل نے کھائے ہیں کہ بس
سر سے پا تک ایک گویا صورت طاؤس ہے

ہزاروں مردے جیتے دیکھے تیرے بات کرنے سے
لب معجز بیاں میں تیرے ، شاید آب حیواں ہے

تیرے گھر جانے سے یاں اپنا تو ، گھر جاتا ہے
اے مری جان کے دشمن ، تو کدھر جاتا ہے

سرخ چشم ایسی ، کہیں ہوتی ہے بیداری سے
لہو اترا ہے تری آنکھوں میں ، مے خواری سے

جس گھڑی تیرے آستاں سے گئے
ہم نے جانا کہ ، دو جہاں سے گئے
تیرے کوچہ میں نقش پا کی طرح
ایسے بیٹھے کہ پھر نہ واں سے گئے

شمع کي طرح رفتہ رفتہ هم
سنیو ایک دن کہ جسم و جاں سے گئے

تو اپنے شیوۂ جور و جفا سے کیوں گزرے
تری بلا سے ' مرا دم رهے رهے نہ رهے

ملنے نہ ملنے کا تو وہ مختار آپ هے
پر همکو چاهئے کہ تگ‌ودو لگي رهے [۱]

آبرو

نجم الدین نام ' شاہ مبارک لقب تها ' لقب هي سے مشهور تهے ' حضرت محمد غوث گوالیاری کي اولاد میں تهے ' خان آرزو سے قرابت تهي ' ابتداے جوانی میں دهلي آئے اور آخر تک رهے - دیوان مختصر هے لیکن بهتر هے ' طبع نهیں هوا هے ' اس کا ایک نسخہ '' الاصلاح '' لائبریري دسنہ ' ضلع پٹنہ میں موجود هے -

کلام میں گو سلاست نهیں لیکن درد هے - محاورات میں لطف موجود هے ' زبان کا خیال زیادہ کرتے هیں - خان آرزو سے تلمذ تها [۲] -

---

[۱] خم‌خانۂ جاوید - گلشن هند - سخن شعرا - تذکرہ مصحفي -

[۲] گل رعنا -

کم مت گنو ، یہ بخت سیاھونکا رنگ زرد
سونا وھي کہ ، جو ھو کسوتي کسا ھوا

انداز سے زیادہ نپٹ ناز ، خوش نہیں
جو خال اپنی حد سے بڑھا سو مسا ھوا
قامت کا سب جگت میں دوبالا ھوا ھے نام
قد اس قدر بلند تمھارا ، رسا ھوا

جدائي کے زمانے کي سجن کیا زیادتی کہئے
کہ اس ظالم کی ھمپر جو گھڑي بیتي ، سو جگ بیتا

چھرے نے سرخ تیرے ، سارے جگت کو موھا
اي لعل ، تیرے سر پر یہ آج خوب سوھا

رخسار کے گل اوپر شبنم ھے یہ پسینا
کیا سرخ ڈانک پر ھے الماس کا نگینا
خجلت سے تجھہ نگہہ کي ، مے ھوگئي ھے پاني
کہنا بجا ھوا ھے ، شیشے کو آبگینا

مشتاق عذر خواھي نہیں '' آبرو '' تو کیا ھے
یوں روٹھہ روٹھہ چلنا ، چل چل کے پھر ٹھٹھکنا

یہ سبزہ اور یہ آب رواں اور ابر یہ گھرا
دوانا میں نہیں ، گھر میں رہوں کیوں چھوڑ کر صحرا

بوسہ لباں سے دینے کہا ، کہہ کے پھر گیا
پیالہ بھرا شراب کا افسوس گر گیا

نین سے نین جب ملائے گیا
دل کے اندر مرے سمائے گیا
تیرے جانے کی سن خبر ، عاشق
یہی کہتا موا ، کہ ھائے گیا
سہو کر بولتا تھا مجھہ سیتی
بوجھہ کر بات کو چبائے گیا

مل گئیں آپس میں نظریں ایک عالم ہوگیا
جو کہ ہونا تھا سو کچھہ آنکھوں میں باھم ھوگیا
ساتھہ میں تیرے جو کچھہ تھا سو پیارے عیش تھا
جب سے تو بچھڑا ھي تب سے عیش سب غم ھوگیا

نور دیدہ کم ھوا یعقوب کا گریہ کا جاتا ھے ، خالي قافلہ

حق میں عاشق کے مگر لطف ، ستم تھا یا رب
دل لیا جب سے ، مجھے تب ستی آزار دیا

زمانے بھی لگے مردي پکڑنے کسب سیکھا چماري نے نری کا

دل تو دیکھو آدم بے باک کا عشق سے بھرتا ہے ، پتلا خاک کا

برہ کي راہ میں جو کوئی گرا ، سو پھر نہ اٹھا
قدم پھرا نہیں یاں آکے دستگیروں کا
وہ اور شکل ھي ، کرتي ہے دل کو جو تسخیر
عبث ہے شیخ ترا نقش یہ لکیروں کا

دل کے غنچوں کو کھول جب دیکھا
شوق پایا تمام تجھ لب کا
" آبرو " اب زندگي سے لذیذ
جان لیتا ہے جام تجھ لب کا

یہ رسم ظالمي کي ، دستور ہے کہاں کا
دل چھین کر ھمارا ، دشمن ہوا ہے جاں کا

بیتابي دل آج میں دلبر سے کہوں گا
ذرے کی تپش مہر منور سے کہوں گا

ہر گدا گوشۂ قناعت میں شاہ ہے ، ملک بے نیازي کا

لائي هے جب سے بات چمن کی زباں اُپر
رنگیں ھوا ھے تب سے بیاں عندلیب کا

جسے ھو زیب ذاتي ، اسکے تئیں ھے عیب آرائش
کرے ھے بد نما البتہ حسن ماہ کو گھنا

ھم سے چرا کے اور سے آنکھیں ملا گیا
ظالم کسي کو مار ، کسي کو جلا گیا

بیٹھے وہ زرد پوش ، جھلک سے بنا بسنت
چاروں طرف سے آج اٹھي جگمگا بسنت

دل نے پکڑي ھے یار کي صورت
گُل ھوا ھے بہار کي صورت
کوئی گل‌رو نہیں تمھاری شکل
ھم نے دیکھي ھزار کی صورت
وصل کے پیچھے ھجر جائے بھول
جوں نشے میں خمار کی صورت
کچھہ ٹھہرتي نہیں کہ کیا ھوگی
اس دل بے قرار کي صورت

ہر طرف عشق کي لگي ہے ہات
دل ہمارا ہوا ہے بارہ بات

زندگی ہے سراب کي سي طرح
باو بندي حباب کي سي طرح
کون چاہے گا گھر بسے تجھکو
مجھہ سے خانہ خراب کي سي طرح
تجھہ اوپر خون بے گُناہوں کا
چڑھہ رہا ہے شراب کی سي طرح

بلبل سے دل کو کھول کھو گل سے تک ہنسے
پھر '' آبرو '' کا وقت کہاں ؟ جب گئی بہار

آج پھر ہم سے کر دیا ہے اُداس ان رقیبوں کا جاے ستیا ناس
غیر صحبت میں اب لگہ جانے چھوڑ کر اپني '' آبرو '' کا پاس

نہیں تارے بھرے ' ہیں شک کے نقط
اس قدر نسخۂ فلک ہے غلط

سانورے کے رو برو ہے دل ہمارا داغ داغ
دیکھہ لو کالے کے آگے آج جلتا ہے چراغ

کب زلیخا شہر میں رسوا ہوئي ' مجنوں سے کم
مرد ہو یا زن کوئي ' ہے سب کے تئیں بدنام عشق

افسردگئي یاس سے ہم کو ہوا وصال
پکڑا ہے آہ سرد کے کانٹے سے ہم نے لال

جلتا ہے اب تلک تری زلفوں کی رشک سے
ہر چند ہو گیا ہے چمن کا چراغ گل

جلتے تھے تجھکو دیکھ کے غیر ' انجمن میں ہم
پہونچے تھے رات شمع کے ہو کر برن میں ہم

دلدار کی گلي میں مکرر گئے ہیں ہم
ہو آئے ہیں ابھي تو پھر آکر گئے ہیں ہم

جبکہ ایسا ہو گندمی معشوق
نت گنھگار کیوں نہ ہو آدم

غم کیا ؟ اگر شراب کي مجلس میں ہم نہیں
ہم کو تمھارے عشق کا یہ کیف ' کم نہیں

عشق ہے اختیار کا دشمن هوش و صبر و قرار کا دشمن

لٹایا چاهتے هیں خاک و خوں میں مجھ بچارے کوں
سجھتا هوں تری شمشیر ابرو کے اشارے کوں

سر سے لگا کے پاؤں تلک دل هوا هوں میں
یاں لگ ' هنر میں عشق کے کامل هوا هوں میں

اپنا جمال ' '' آبرو '' کو تک دکھاؤ آج
مدت سے آرزو هے درس کی بچارے کوں

جب چمن میں جا کے پیارے تم نے زلفیں کھولیاں
لے گئی باد صبا ' خوشبو کی بھر بھر جھولیاں

درد مندی سے اگر دل کے ' هوئے هو محروم
رحم فرما کے مرے حال کو اظهار کرو

جلوۂ حسن کو دلدار کے ' گلزار کهو
شوق کو دل کے مرے ' مستئی سرشار کهو
یار سے جاکے مرے درد کا بستار کهو
غم کهو ' رنج کهو ' حسرت دیدار کهو

کس نے ' آ باغ میں حیران کیا نرگس کو
نہیں معلوم کہ یہ دیکھ رہي ہے کس کو

کرے گي شہر میں فتنہ ' سجن ! خواہي نخواہي یہ
تري ' آخر کو سر کھینچے گي ظالم کج کلاہي یہ

کیوں ملامت اس قدر کرتے ہو بے حاصل ہے یہ
لگ چکا ' اب چھوٹنا مشکل ہے اس کا ' دل ہے یہ

شوق ہے اس کي اشکباری کا   " ابرو " چشم تر ' قیامت ہے

تم ' نے بجھاونے کو جب ہاتھہ بیچ ' نے لي
مجنون ہوگئے سب ' یہ کس طرح کي ' لے ' لي

کرم فرما ! کہ تیرا نقش پا ' ہم خاکساروں کو
چمن میں سر بلندی کو ' گل دستار ہوتا ہے

پھرتے تھے دشت دشت دوانے کدھر گئے
وے عاشقي کے ' ہائے زمانے کدھر گئے

تمہارا دل اگر ہم سے پھرا ہے   تو بہتر ہے ' ہمارا بھي خدا ہے

تم اپني بات کے راجا هو پیارے
کہے ضد سے تمھیں هووے سوائے

زلف کي شان مکھ اوپر دیکھو
کہ گویا ، عرش میں لٹکتي ھے

تمھاری ، لوگ کہتے هیں کمر ھے
کہاں ھے ، کس طرح کي ھے ، کدھر ھے ؟

دل کب آوارگی کو بھولا ھے خاک اگر هو گیا ، بگولا ھے

زندگانی تو هر طرح کاتي مر کے پھر جھونا ، قیامت ھے

تبسم سے مجھے ، اس کو نظر سے
کیا ھے دو کو راضي کس هنر سے [۱]

مضمون

شرف الدین نام ، اکبرآباد کے رهنے والے تھے - ابتدائے شباب میں دھلي گئے اور وهیں رہ گئے -

---

[۱] مخزن نکات - گلشن هند - تذکرہ مصحفي -

کلام میں سلاست اور درد ہے ، ساتھ ہی ساتھ زبان کی چاشنی اور محاورہ بندی بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے ، خان آرزو کے معاصر اور شاگرد تھے [۱] -

افسوس مار جھٹ پٹ ، دل کو رکھے ہیں اٹکا
کن ساحروں سے سیکھا ، زلفوں نے تیری ، لٹکا

خوبوں کو جانتا تھا ، گرمی کرینگے مجھ سے
دل سرد ہو گیا ہے ، جب سے پڑا ہے پالا

نہیں ہے زاہدوں کو مے سے کچھ کام
لکھا ہے اُن کی پیشانی میں ، سر کا

ہم نے کیا کیا نہ ترے غم میں ، اے محبوب کیا
صبر ایوب کیا ، گریۂ یعقوب کیا

کوچے میں بیوفا کے مارے گئے ہیں عاشق
نکلا ہے ایک '' مضمون '' بھاگوں سے اپنی جیتا

ترا مکھ ہے ، سر چشمہ آفتاب
نہ لاوے تری حسن کی ماہ ، تاب

---

[۱] گل رعنا - گلشن بے خار -

وہ ہے سونا جو ہووے خوب ، کس میں
وہ ہے دلبر ، جو ہووے اپنے بس میں

کرے ہے دار بھی کامل کو سر تاج
ہوا منصور سے یہ نکتہ حل آج

جس طرح سے رہے ہے مال کے اوپر کالا
یوں رہے زلف ترے مکھ کے اُوپر مار کے پیچ

تجھہ بن زبس کہ پانی ، جاری کئے ہیں رو کر
چشموں سے میں اب اپنے بیٹھا ہوں ہاتھہ دھو کر

نہیں ہیں ہونٹھہ تیرے پان سے سرخ
ہوا ہے خون میرا آکے لبریز

تیر مژگاں برستے ہیں مجھہ پر
اب پیکاں کا اس طرف ہے ڈھال

کہا سمجھہ بلبل نے باندھا ہے چمن میں آشیاں
ایک تو گل بے وفا اور تس پہ جور باغباں

وهي دلدار خوش آتا هے جو هووے بانکا
خوب لگتي نهيں وه تيغ جو خمدار نهير

کيا هوا جو خط مرا پڑهتا نهيں
جانتا هے خوب وه " مضمون " کو

چلا کشتي ميں آگے سے جو وه محبوب جاتا هے
کبهي آنکهيں بهر آتي هيں کبهي جي ڈوب جاتا هے
يه ميرا اشک قاصد کي طرح اک دم نهيں تهمتا
کسي بيتاب کا گويا لئے مکتوب جاتا هے

يار کے قول کو نهيں هے قرار   اس سبب دل کو بيقراري هے

ميرا پيغام وصل ' اے قاصد   کهيو سب سے اسے جدا کرکے

هم فقيروں ميں تمهارا اے مياں کيا کام هے
تم تو طالب زر کے هو اور ياں خدا کا نام هے

کرنا تها نقش روے زميں پر هميں مراد
خالي اگر نهيں تو نهيں بوريا تو هے

اُس دھاں بیچ سخن رکھتا ھوں
مجھ یہ اس بات کو اثبات کرو

جب سے چاھا ھے ترا چاہ ذقن
آب چشموں سے مري جاری ھے

نظر آتا نہیں وہ ماہ رو کیوں
گذرتا ھے مجھے یہ چاند خالي

مرے آئینہ دل سے ترا نقش
جو دیکھا تو کسی صورت نہ جاوے

"مضمون" تو شکر کر کہ ترا نام سن رقیب
غصے سے بت سا ھوگیا لیکن جلا تو ھے

نہ یہی فتنہ قد و قامت ھے
ھنس کے پھر دیکھنا قیامت ھے [۱]

---

[۱] چمنستان شعرا - مخزن نکات - نکات الشعرا - تذکرہ میر حسن -
گلشن ھند - تذکرہ مصحفي -

ناجي

محمد شاكر نام ' امير خاں محمد شاهي كے داروغه نعمت خانه تهے - ليكن تيز اور ذهين تهے ' نوجواني ميں انتقال هو گيا -

ان كے كلام ميں پند و نصائح تغزل ' محاورہ بندي كے پهولوں كے ساتهه كسي قدر ابتذال كے كانٹے بهي هيں -

لفظي اير پهير ميں اكثر معنى كي قرباني كر ديتے هيں [۱] -

روا كب هے مجهه اوپر تيغ كو هر دم علم كرنا
مري تقصير بهي كچهه كي هے ثابت ' يا ستم كرنا

بلند آواز سے گهڑيال كهتا هے كه اے غافل
كٹي يهه بهى گهڑي تجهه عمر سے اور تو نهيں چيتا

نمكيں حسن ديكهه كر پي كا رنگ گل كا مجهے لگا پهيكا

تري نگاہ كي كثرت سے اے كماں ابرو
همارے سينے ميں تودا هوا هے تيروں كا

مجهكو باتوں ميں لگا ' معلوم نهيں كيا كهه گيا
لے چلا جب دل كے تئيں منهه ديكهتا ميں رہ گيا

---

۱) گل رعنا - نكات الشعرا - تذكرہ مير حسن -

ڈوب گئے کئی ملک ، جب کھولی لب دریا پہ زلف
حیف "تاجی" کو نہ پوچھا کس لہر میں بہ گیا

نہ پوچھو ، خود بخود ہے عارض خورشید کی خوبی
لیا ہے ذرہ ذرہ حسن مہرویاں سے کر چندا

قوس قزح سے ، چرچا کرتا ہے تجھ بھواں کا
شاید کہ سر پھرا ہے اب پھر کر آسماں کا

مت کر آزاد دام زلف سے دل بال باندھا غلام ہے تیرا

سخن سن ، اس بت کافرادا کا جیا ہوگا کوئی بندا خدا کا

رنگ تیرا گندمی دیکھ اور بدن مخمل سا صاف
ہوش کھو کر آدمی بھولے ہیں اپنے خور و خواب

دیکھ ! ہم صحبت کی دولت سے نہ رکھ چشم کرم
لب صدف کے تر نہیں ، ہر چند ہے گوھر میں اب

محبت سوں علی کی دیکھ "تاجی"
ہوا ہے دل مرا ، اب حیدرآباد

گو سلیماں کا تخت دیں، مت لے
کہ سب آخر کو جاے گا برباد

اغنیا کے دوبدر، مقدور جب تک ہو، نہ جا
سخت حاجت ہو تو جا، لاچارگی ہے جا ضرور

چاہئے اشراف کو، مفلس ہو، مجلس میں نہ جا
گو کہ وہ دبلا نہ ہو پر بوجھتے ہیں سب حقیر

انگوٹھی لعل کی کرتی قیامت آج اگر ہوتی
جلهوں کی آن پہونچی لو مرے وہ ایک چھلے پر

دیکھ دلبر تری کمر کی طرف
پھر گیا مانی اپنے گھر کی طرف
حشر میں پاک باز ہیں " ناجی "
بد عمل جائیں گے سقر کی طرف

کرلے کرم اے مہرباں، پھر ہم کہاں اور تم کہاں
نہیں دیکھ سکتا آسماں، پھر ہم کہاں اور تم

ملنے کو نوخطاں کے، واعظ برا کہے ہے
مجہول ہیں یہ باتیں، ہم خوب جانتے ہیں

نرگس کي تئيں ميں هرگز ، لاتا نهيں نظر ميں
ديکھي هيں ميں نے آخر پيارے تمهاري آنکھيں

——

نه سير باغ ، نه ملنا ، نه ميٹھي باتيں هيں
يه دن بهار کے اے جان مفت جاتے هيں

——

عيد هوتي ، جو کوئی افطار کرتا جس کے گھر
اب بتاويں ، هے گا روزه ديکھ کر مهمان کو

——

هے غرض ملنے ميں نه الفت کچھ اس بيدرد کو
بوجھتا هے کان زر ، عاشق کے رنگ زرد کو

——

آج تو "ناجي" سجن سے کر تو اپنا عرض حال
مرنے جينے کا نه کر وسواس هوني هو سو هو

——

زلف کيوں کھولتے هو دن کو صنم
مکھ دکھايا هے تو نه رات کرو

——

غم نهيں گر دلبري سے دل کو ليجاتا هے وه
پاس ميرے تب تو آتا هے جو دل پاتا هے وه

——

کیا فردا کا وعدہ سرو قد نے
قیامت کا جو دن سنتے تھے کل ہے

——

وظیفہ راگنی کے سُر میں زاہد! کفر ہے پڑھ مت
نہیں تسبیح تیرے ہاتھ میں یہ راگ مالا ہے

——

اناالحق بولنے لگتا ہے اس کے زخم کا بسمل
کٹاری آبدار اس شوخ کی، منصور خانی ہے

——

اس کے رخسار دیکھ جیتا ہوں
عارضی، میری زندگانی ہے [۱]

——

پیالہ پیوے ہے سو نہوروں سے کھولے ہے لب ہزار زوروں سے

——

ان بتوں کو ہم فقیروں سے کہو کیا کام ہے
یہ تو طالب زر کے ہیں اور یاں خدا کا نام ہے

——

تصور سے ترے رخ کے، گئی ہے نیند آنکھوں سے
مقابل جس کے ہو خورشید کیونکر اس کو خواب آوے

——

[۱] مصحفی نے اپنی تذکرے میں لکھا ہے کہ یہ شعر میر عبدالرسول نثار ہے، میں نے ان کی زبان سے سنا ہے - مرتب -

(مخمس)

قضا سے بچ گیا مرنا نہیں تو ٹھانا تھا
کہ میں نشان کے ھاتھی اُپر نشانا تھا
نہ پانی پینے کو پایا وھاں نہ کھانا تھا
ملی تھی دال ' جو شکر تمام چھاڑا تھا
نہ ظرف و مطبخ و دوکان ' نہ غلۂ بقال [۱]

یکرنگ

مصطفیٰ قلی خاں نام ' خان جہاں لودھی کے نواسے تھے ' سلسلہ ملازمت شاھی میں وابستہ تھے -

اشعار میں آمد کا رنگ غالب ہے ' تغزل میں گداز موجود ہے ' اکثر اشعار میں سلاست اور صفائی کا آئینہ لگا دیتے ھیں - بعض نے آبرو اور بعض نے آرزو کا شاگرد لکھا ھے بعض مظہر کا شاگرد بتاتے ھیں -

لب شیریں سے تلخ کاموں کو بولنا تلخ ' کام ہے تیرا
ھاتھ اُتھا جور اور جفا سے تو یہی گویا سلام ہے تیرا

ترک عاشق میں ' ننگ و نام کیا
کام اپنا جو تھا ' تمام کیا

---

[۱] گل رعنا - نکات الشعرا - گلشن ھند - تذکرۂ میر حسن - مخزن نکات -

اس قدر کیا ھے حمایت غیر کی
ہم بھي تو تم سے کبھي تھے آشنا

——

جب ستي ، گلرخوں سے یار ہوا
خلق کی میں نظر میں خوار ہوا
خلق '' یکرنگ '' کي ہوئي دشمن
جب سے تیرا وہ دوستدار ھوا

——

سنتا نہیں ھے بات ، کسي کي تو اے سجن
تجھ کو ترا غرور ، نہ جانوں کرے گا کیا

——

خون دل کا ، مجھے شراب ہوا   جگر سوختہ ، کباب ھوا

——

مجھے مت بوجھ پیارے اپنا دشمن
کوئي دشمن بھي ھوگا اپني جاں کا

——

اگر آوے مرے گھر وہ پیارا   کروں اس ماہ کو پتلي کا تارا

——

مرا دشمن ہوا '' یکرنگ '' وہ شوخ
کیا کیوں عشق میں نے آشکارا

——

وصل اور هجر اِس صنم کا مجھ پر یکساں ہو گیا
درد میرا ہی مجھے آخر کو درماں ہو گیا

مجھ کو اِس دل سے توقع تھي مدد کي، وقت پر
تیر خوباں کا تو وہ "یکرنگ" پیکاں ہو گیا

——

کم نہیں کچھ بوے گل سیتی فغان عندلیب
برگ گل سے ہیگی نازک تر زبان عندلیب

——

میں روز و شب، وصال سے تیرے ہوں کامیاب
کیونکر کہوں کہ تجھ سے یہ بہتر ہے آفتاب

——

زبانِ شکوہ ہے مفہدي کا ہر بات
کہ خوباں نہیں، لگاے ہیں مجھے ہات
خیال چشم و ابرو کر کے تیرا
کوئي مسجد گیا، کوئی خرابات
مسخر حسن کے، شاہ و گدا ہیں
رکھے ہے خوبرو، ظاہر کرامات

——

یاد آتی ہے تازگئي بہار
دیکھ، ہر خشک خار کی صورت
سچ کہے جو کوئی سو مارا جاے
راستی ہیگی دار کي صورت

——

مجھ کو معلوم یوں ہوا گل سے
پھول جاتے ہیں اس سے دولتمند

کیوں ہوے ہو تم ، کہو ! دشمن ہمارے ، اس قدر
دوست کا دشمن کوئي ہوتا ہے پیارے ، اس قدر

ہوا نہ راحت جاں مہرباں حیف
مري محنت گئي سب رائگاں حیف

بظاہر مصلحت ہے یہ جو تم سے
رہا ہے روتھہ دن دو چار "یکرنگ"

محبت کا عجب ، "یکرنگ" ہے رنگ
کبھی عاشق کبھي معشوق ہیں ہم

روتھتا ہوں اس سبب ہر بار میں
تا گلے تیرے لگوں اے یار میں

برنگ شمع ، دائم تجھ لگن میں
سجن روتے پھرے ہم انجمن میں

کیوں کھینچتے ہو تیغ، صنم مجھ میں دم نہیں
پنہاں نگہہ تمہاري یہ، گُپتي سے کم نہیں
کہتے ہیں ہم پکار، سنو کان دھر سجن
گر غیر سے ملو گے تو دیکھو گے، ہم نہیں

تجھ زلف کا یہ دل ہے گرفتار بال بال
"یکرنگ" کے سخن میں خلاف ایک مو نہیں

دل مرا لیکے جو دبدھے میں پڑے ہو اس بھانت
کیا سجن ؟ اس کا کوئي جگ میں خریدار نہیں
چاھتا تھا کہ کہہ عشق کي باتیں "یکرنگ"
کیا کرے ھاے اسے طاقت گفتار نہیں

ھرگز تم اب کسو کے سخن آشنا نہیں
سب خوبیاں ھیں تم میں ولے اک وفا نہیں

پارسائي اور جواني کیونکہ ھو
ایک جاگہ آگ پاني کیونکہ ھو

نگہباں چاھئے سرشار کے اپاس
تري آنکھوں سے دل کیونکر جدا ھو

اس پری پیکر کو مت انسان بوجھ
شک میں کیوں پڑتا ہے اے دل ! جان بوجھ

——

برگ حنا اُپر لکھو احوال دل مرا
شاید کبھی تو جا لگے اس دلربا کے ہاتھ

——

جو کوئی توڑتا ہے غنچۂ گُل دل کو میرے شکستہ کرتا ہے

——

نہ کہو یہ، کہ یار جاتا ہے میرا صبر و قرار جاتا ہے
گر خبر لیدی ہو تو لے صیاد ہاتھ سے یہ شکار جاتا ہے

——

لگے ہے جا کے کانوں میں بتوں کے
سخن "یکرنگ" کا گویا گُہر ہے

——

کیا جانئے کہ وصل ترا کس کے ہو نصیب
ہم تو ترے فراق میں اے یار مر گئے

——

اُس کو مت بوجھو سجن اوروں کی طرح
"مصطفیٰ خاں" عاشق "یکرنگ" ہے

——

نہ تو ملنے کے اب قابل رہا ہے
نہ مجھہ کو وہ دماغ اور دل رہا ہے

جس کے درد دل میں کچھہ تاثیر ہے
گو جواں بھی ہو تو مہرا پیر ہے

رونق اسلام تیرے رو سے ہے
کفر کا رشتہ ترے گیسو سے ہے
بے قراروں کے تئیں آرام دل
اے مرے پیارے ترے پہلو سے ہے

جدائی سے تری ، اے صندلی رنگ
مجھے یہ زندگانی درد سر ہے

" یکرنگ " پاس کیا ہے سخن اور کچھہ بساط
رکھتا ہے دو نین جو کہو تو نظر کرے

ہوا معلوم یہ غنچے سے ہم کو
جو کوئی زر دار ہے سو سنگدل ہے

(مرثیہ)

زخمی برنگ گل ہیں، شہیدانِ کربلا
گلزار کی طرح ہے، بیابانِ کربلا
اندھیر ہے جہاں میں کہ اب شامیوں کے ہاتھ
ہے سربریدہ، شمع شبستانِ کربلا [۱]

سلیم

محمد حسین نام، دہلی کے رہنے والے تھے میر تقی سے قرابت تھی - نظم اور نثر دونوں پر قدرت تھی -

شاعری کے علاوہ اپنی فضل و کمال علمی میں بھی مشہور تھے، اشعار اگرچہ صاف اور سلیس نہیں لیکن مضمون کے اعتبار سے بہت بلند ہیں -

بیدل کی طرز کے پیرو تھے -

فصوص الحکم کا ترجمہ اُردو میں کیا تھا عروض و قافیہ میں ایک رسالہ اُردو میں لکھا - ایک کتاب نثر رنگیں میں بھی لکھی ہے -

ہر تار پیچ زلف کا، عالم کی جان ہے
گویا یہ اژدھا تھا کہ سب کو نگل گیا

---

[۱] مخزن نکات - نکات الشعرا - چمنستان شعرا - گلشن ہند -

نہ کچھ برا ہوا پرویز کا نہ شیریں کا
ترے ہی سر پر اے فرہاد جو ہوا سو ہوا

نشاں مجھ دل کا مت پوچھو، یہ مجنوں
کہیں اُس طرف ویرانے کے ہو گا

نقاب اپنے رخ کا جو تو باز کرتا
تو گُل اپنی خوبی پہ کیا ناز کرتا

تجھے برق خار سے کام کیا جو حیا ہے، حق کو تلف نہ کر
یہ ازل کے دن سے نصیب ہے کف پائے آبلہ‌دار کا

لگا جب غیرسیتی، ہم طبق ہونے وہ مہماں کش
وہ اپنا ہاتھ دھوتا تھا میں اپنا ہاتھ ملتا تھا

کیا ہوا زلف سے گرہ کھولی میرے سر کا تو یہ گرہ نہ گیا

وہی اک ہے جو اِن دونوں گھروں میں خلق ڈھونڈھے ہے
پس اے زاہد اگر مسجد سے بت‌خانہ ہوا تو کیا

زبانِ موج سے ، یوں بحر کہتا تھا حبابوں سے
"کہ اپنا سر ہی کھاتا ہے جہاں میں جن نے سر کھینچا"

اے شمع تیری باری ہے شب کو ، کہ شام تک
اپنے دنوں کو ، جلتا میں رونا تھا رو چکا

وہ نازک تن لطافت سے کسی کو نہیں نظر آتا
مقرر ایک جا تو ہے نہ کیا جانے کہاں ہوگا

گو روضۂ رضواں کو میں اک ان میں دیکھا
جب گل کی طرح جھانک گریبان میں دیکھا

لگگئی ہے اب تو قلقل مینا سے دل کو ٹھیس
وے دن گئے "کلیم" کہ یہ شیشہ سنگ تھا

قبر میں بھی لئے ہمراہ گیا اپنے "کلیم"
آہ کیوں درد دل اپنا نہ کسی کو سونپا

عمر رفتہ کا نہ پایا کھوج ہرگز اے "کلیم"
آپ کو جوں شمع ، میں ہر انجمن میں گم کیا

کس پریشاں نے قدم رکھا ہے پیچ و تاب سے
جادہ آتا ہے نظر جوں زلف کج ' برہم ہوا

پاسِ ناموسِ محبت ہے مجھے اُن سے " کلیم "
باغ میں جاؤں نہ ہرگز بےرضائے عندلیب

رکھتا ہے زلف یار کا کوچہ ہزار پیچ
اے دل سمجھ کے جائیو ہے راہ مار پیچ

زلف کو خواب میں دیکھا تھا جنوں سے شب کو
صبح بیدار ہوا پائی گلے میں زنجیر

ہو گیا حشر ' گئی دوزخ و جنت کو خلق
رہ گیا میں ترے کوچے میں گرفتار ہنوز

تو یار مل کے ہم سے ' جب ایک ہو گیا ہو
کس کو بعید مانیں کس کو کہیں قریں ہم
تم ہو تو ہم کہاں ہیں ' ہم ہیں تو تم کہاں ہو
یا تم ہی سب ہو ہم میں ' یا سب کے سب ہمیں ہم

تری جناب میں آیا ہوں اے اِلٰہ نہ پوچھ
یہی کہ بخش دے اور مجھ سے کچھ گناہ نہ پوچھ

اب ہم شمردگی سے مجھے کاروبار ہے
ہردم مرے حساب میں روز شمار ہے

سو زخم کھا چکا ہے دل، اس پر جگر جلا
کہتا ہے زخم، مجھ کو ہے اک آرزو ہنوز

ہم ہوگئے ہیں ضعف سے جوں بومیان باغ
پھرتا ہے رنگ گل، کہ ہمارا کرے سراغ

پوچھ مت غم کی داستاں اے دل
گر پڑا، ٹوٹ آسماں اے دل

طریق عشق میں مجنوں و کوہکن کو نہ کہہ
ہزاروں ہوگئے غارت، سو ایک دو معلوم

پیری کی بھی سیر کر گئے ہم
اس پل سے بھی بس گزر گئے ہم
واں غصہ ہوئے رقیب پر تم
یاں مارے ادب کے مر گئے ہم

درازی شب هجراں و زلف یار " کلیم "
نہ مجھ سے پوچھ کہ کاٹی ہے رات آنکھوں میں

مانند سرو ہوں کہ نہ گل ہے نہ بر مجھے
بیکار باغ ہوں نہ سزاوار باغ ہوں

نے اور طنبور میں، یہ سوز تو معلوم ہے مطرب!
کسی کا دل ہوا ہے شاید اس پردہ میں آ نالاں

غرور حسن ممکن کیا؟ کسی کی داد کو پہونچے
غرض تم سن چکے احوال، ہم فریاد کو پہونچے

تجھے میں آنکھوں میں کیونکر رکھوں کہ ہے برسات
پھر ایسا گھر، کہ یہ خانہ خراب ٹپکے ہے

اس کے ابرو کی اگر تصویر کھینچا چاہئے
اول اپنے قتل پر شمشیر کھینچا چاہئے

(رباعی)

دنیا کے ہاتھ سے جو دل ریش ہیں ہم
اس واسطے یاں عاقبت اندیش ہیں ہم

دنیا داري و نوکري ' محنت و کسب
جب کچھ نہ بنا ' کہا کہ درویش ہیں ہم [۱]

واقف

(شاہ) واقف نام ' دھلي کے رھنے والے تھے بلند پایہ درویش تھے - منطق ' معاني و بیاں ' رمل وغیرہ کے ماھر تھے -

اشعار میں رواني اور درد دونوں ہیں یہ دونوں صفتیں مشکل سے جمع ہوتي ہیں [۲] -

خیال وعدہ ترا بسکہ شب نظر میں رھا
تمام رات مرا جي صداے در میں رھا
جلایا مجھ کو مرے ضبط آہ نے جوں شمع
اٹھا جو شعلہ جگر سے تو پھر جگر میں رھا

کبھي ایسا بھی اے خدا ھوگا — وہ صنم ھم سے آشنا ھوگا
روز و شب مجھکو ھے یہي دھڑکا — نہ ملوگے ملوگے کیا ھوگا

یہ دل پھر آہ مژگاں بتاں سے بے طرح اٹکا
مجھے جس خار کا ڈر تھا سو پہلو میں مرے کھٹکا

---

[۱] نکات الشعرا - مخزن نکات - تذکرہ میر حسن - سخن شعرا -

[۲] میر حسن کے سوا اور مشہور تذکرہ نویسوں نے ان کو معلوم نہیں کیوں نظر انداز کر دیا ھے - مرتب -

کروں میں شکوہ اگر تیری بے وفائی کا
جہاں میں نام نہ لے کوئی، آشنائی کا
ابھی حواس بھی ثابت مجھے نہیں آئے
خدا کے واسطے مت نام لے جدائی کا

نہ قاصد ہی پہونچ سکتا ہے اب واں، نہ کام اپنا
الٰہی مضطرب ہوں کس طرح بھیجوں پیام اپنا
بہت موقوف شکوے وصل پر تھے اس جفا جو کے
کیا سو اک نگہ نے اس کی، قِصّہ ہی تمام اپنا

دام سے زلف کے، پھر دل کو چھڑایا نہ گیا
سر سے اس بخت سیہ کا مرے، سایا نہ گیا
اچپلاہٹ اسے کہتے ہیں کہ شوخی سے وہ شوخ
میری آنکھوں کی تصور میں سمایا نہ گیا

دیار عشق میں تک دیکھ تو کیا ہے ستم "واقف"
دَریں ہیں مُتّہم اس سے، نہیں ہیں جس سے ہم واقف

تیری نگہہ لطف سے وابستہ ہیں یاں ہم
جوں عکس ذرا پھیرنے میں رو، کے کہاں ہم
گہہ اٹھتے، گہے بیٹھتے نا طاقتیوں سے
جوں سایہ جہاں تو گیا اے دوست وہاں ہم

ان رقیبوں سے گئے گزرے ھیں کیا اے یار ھم
وہ شریک بزم ھوویں اور نہ پاویں بار ھم

خون آنکھوں سے ھم جو روئے ھیں
تیری مژگاں کے کانٹے بوئے ھیں
جو، صنم تجھہ سے دل لگاتے ھیں
سو وہ ھم سے، خدا کے کھوئے ھیں

پیار کی باتوں سوا، ھم بھی تو رہ سکتے نہیں
دل میں آتا ھے کہ کچھہ کہتے، پہ کہہ سکتے نہیں

مژگاں تری اِدھر ھے کدھر پھر کے رو کریں
اب کس کے دل میں دیکھئے ناحق فرو کریں
ھرچند وہ جمال ھے آنکھوں کے سامنے
لیکن کہاں مجال جو کچھہ گفتگو کریں

کبھی کبھی جو کرم کی نگاہ کرتے ھو
غرضکہ جان مري! دل میں راہ کرتے ھو
ھمارا تھوڑے دنوں میں یہ حال پہونچایا
بھلا رقیب سے کیوں کر نباہ کرتے ھو
یہ کون ڈھب ھے کہ "واقف" سے میں نہیں واقف
وھي نہ جس پہ کرم کی نگاہ کرتے ھو

ہر آن ہم سے کیوں ہے عبث بدگمان تو
اپنا سا اور کو نہ سمجھ میری جان تو
اک روز کی جدائی میں مرتے ہیں یا نہیں
یکبار بھی یہ کرلے مرا امتحان تو
کیا کیا کہا تھا، کیونکہ لیا تھا ہمارا نام
قاصد خدا کے واسطے پھر کر بیان تو

صبا کہیو چمن کے عندلیبانِ غزلخواں کو
کرو تم چہچہے ہم دام میں ہو جائیں زنداں کو
ڈھلا دن آج کا بھی اور نہ آیا تو تو پھر ہم نے
چراغ آہ سے روشن کیا شام غریباں کو

جنّت و سایہ طوبےٰ نہیں درکار مجھے
بس ہے اے یار ترا سایۂ دیوار مجھے
ہوس سیر چمن! لے تو چلی ہے یاں سے
پر کسی دام میں مت کیجو گرفتار مجھے

خوبرو ہوکے باوفا ہووے میں نہ مانوں، اگر خدا ہووے

جب کہ یاد آتا ہے گلشن میں مرا گلرو مجھے
خضر راہ بے خودی ہوتی ہے گل کی بو مجھے

وداع یار سے دل پر ملال ہے سو ہے
زباں سے گو نہ کہا جی کا حال ہے سو ہے

نہ پوچھ حسن سلوک آہ مجھ سے اُس بت کا
وہی ستم وہی ایذا کی چال ہے سو ہے

تم تو شب ' وعدہ پر اپنے گھر سے چل کر رہ گئے
صبح ہوتے ہم جوں شمع جل کر رہ گئے

آن ملنے ملنے کا اُس کے یاد آتا ہے سماں
اک قدم رکھا تو دس جاگہ مچل کر رہ گئے

جب تک وہ مقابل بت مغرور نہ ہووے
بیتابی دل کوئی طرح دور نہ ہووے
سرگوشی سے جو سامنے کرتا ہے مرے ' بات
ڈرتا ہوں اُسی کا کہیں مذکور نہ ہووے

درد جو بے اختیار ' ہم سے ہم آغوش ہے
یاد سے '' واقف '' تو آج کس کی فراموش ہے

غیر کي جا ، تو اگر ہم سے بھی اے یار ملے
عکس سے اپنے بھي ، پھر آنکھ نہ زنہار ملے
سب سے ملتے تو ہو ظاہر میں ، پہ دھڑکا ہے مجھے
کہیں مجھ سا نہ کوئي اور گرفتار ملے

صد نالۂ جانکاہ گرہ در تہ لب ہے
کیا جانئے کیا آج مرے دل پہ تعب ہے
غرہ نہ ہو ، قرب کرم یار پہ "واقف"
اِس ابر کے دامن میں نہاں برق غضب ہے

ہجر جانکاہ کس طرح گزرے
یار بن آہ کس طرح گزرے
تو کہیں ، میں کہیں ، بھلا اوقات
اپني دل خواہ کس طرح گزرے

صبح پر ، وصل یار کی ٹھہري
آہ پھر انتظار کي ٹھہری
کیا طرح اُس گلي میں ، کہہ تو صبا
میرے مُشت غبار کي ٹھہري
مت بگڑ اُس سے بس کر اے "واقف"
اب تو دار و مدار کی ٹھہری

روز خزاں ' چمن میں جو دیکھا ہزار کے
اک مشت پر ' پڑے تھے تلے شاخسار کے
آوارہ ہوکے دل سے شکیب و قرار و صبر
یارب کہاں بسیں گے یہ اُجڑے دیار کے
یارانِ ہمنشین و رفیقانِ دوستدار
سب آشنا ہیں زندگیِ مستعار کے
جب مُند گئی یہ آنکھ ' تو اے دوست بعد مرگ
پھٹکے ہے پاس کون کسی کے مزار کے

صبا گلشن میں جاوے گی تو یہ کہہ دیجیو گل سے
تجھے اے بے وفا کیا فائدہ ہے خونِ بلبل سے
شکیب و طاقت و صبر و توان و دین و دل اپنے
سبھی آوارہ ہو کر اُٹھ گئے تیرے تغافل سے

کہوں کیا اُس کے وعدے کی حقیقت پوچھتے کیا ہو
وہی شام و سحر ہے اور وہی امروز فردا ہے

توقع زندگی کی دوستاں رکھئے گا کم ' ہم سے
کہ جوں نقش قدم چھٹتا نہیں کوئے صنم ہم سے
ہے جس کی خرمی سے زندگانی اپنی وابستہ
خفا رہتا ہے وہ ساعت بساعت دمبدم ہم سے

نہ پوچھو فتنۂ برپائی کو میرے سرو قامت کی
اٹھا مجلس سے وہ اور اھل مجلس پر قیامت کی

جگر میں آہ ھے آنکھوں میں نم ھے
خدا جانے یہ کس کا تازہ غم ھے

جو صنم خاطر نہ رکھے عاشق رنجور کی
ایسے ملنے سے بھلی صاحب سلامت دور کی

حاتم

ظہورالدین نام ' دھلی میں سکونت تھی - پہلے اپنا تخلص رمز کیا اس کے بعد حاتم ' ان کادیوان بہت ضخیم تھا جس میں تمام اصناف شاعری شامل تھی ' آخر میں اپنے تمام کلام کا انتخاب کرکے اس کا نام دیوان زادہ رکھا - ان کا کلام سوز و گداز کا آتش خانہ ھے ' غزل میں خاص رنگ ھے ' آمد کی روانی موجزن ھے بعض اشعار کا ایک ایک لفظ چٹکی بھی ھے اور نشتر بھی -

ان کے اشعار غزل ' اخلاقیات ' پند و نصائح ' خمریات کے رندی سے مملو ھیں لیکن سب کا ایک رنگ ھے - '' سودا '' ان کے شاگردوں میں شاعری کے رکن آعظم گزرے ھیں - سنہ ۱۱۱۱ھ میں پیدا ھوئے اور سنہ ۱۲۰۷ھ میں وفات پائی -

شام کو کرتا ہے عزم قتل اور بخشے ہے صبح
کاشکے ایسے دورنگہ سے نہ ہوتا آشنا
گرم ہو ملنا ہے سب اہل جہاں کا بے ثبات
آشنا چاہے تو ہو "حاتم" خدا کا آشنا

ہر گُل اُس باغ کا نظروں میں دہاں ہے گویا
صورت غنچہ جو دیکھو تو زباں ہے گویا
"حاتم" اب اس کے سبھی منہ کی طرف دیکھیں ہیں
شیشہ مجلس میں یہاں پیر مغاں ہے گویا

صفا کر دل کے آئینہ کو "حاتم"
کیا چاہے اگر اُس کا نظارا

شانہ نہ کیجو زلف کو زنہار دیکھنا
بہتوں کے دل ہیں اس میں گرفتار دیکھنا
دیکھا تھا دور سے میں اُسے چھپ کے ، ایک روز
نظروں میں پا گیا وہ ستمگار دیکھنا

نہ بلبل میں نہ پروانے میں دیکھا
جو سودا اپنے دیوانے میں دیکھا
کسی ہندو مسلماں نے خدا کو
نہ کعبے میں نہ بت خانے میں دیکھا

اس تیغ نگہ سے ہو مقابل
ایسا کوئي بے جگر نہ دیکھا

رات ہم خواب میں اُس زلف کو پیچاں دیکھا
صبحدم حال دل اپنے کا پریشاں دیکھا
شور اُس حسن کا یک چند تو ہم سنتے تھے
چشم بد دور اب آنکھوں سے دوچنداں دیکھا
میرے اشکوں نے دیا آج دو عالم کو بہا
نہ کبھو ہم نے سنا تھا نہ یہ طوفاں دیکھا
کعبہ و دیر میں "حاتم" بخدا غیر خدا
کوئي کافر نہ کوئي ہم نے مسلماں دیکھا

تو زاہدوں کي طرح بیٹھ گھر میں مت "حاتم"
نکل کے قید سے تک دید کر خدائي کا

ہمارے حوصلے سے دور ہے محبوب کا شکوہ
جو کچھ گذري سو گذري کیا بیان کیجئے مصیبت کا
کہاں ہیں معصیت نامے تمہارے اے گنہگارو
کہ پھر شست و شو ہے منتظر باران، رحمت کا

قفس میں پھینک ہم کو، پھر وہیں صیاد جاتا ہے
خدا حافظ ہے گلشن میں، ہمارے ہم صفیروں کا

ریختے میں ہند کي طوطي کا " حاتم " ہے غلام
فارسی میں خوشہ چیں ہے بلبل تبریز کا

خمارآلودہ ہوں ساقی تنک ظرفی نہ کر ظالم
میں تیرے ہاتھہ سے مشتاق ہوں جام لبالب کا

اے یاد مت اُڑا تو گریباں کی دھجیاں
لے ہے جنوں ' حساب یہاں تار تار کا

نہیں معلوم میرے کام کا انجام کیا ہوگا
یہي ہے فکر ہر دن صبح کیا اور شام کیا ہوگا
خبر قاصد کے آنے کی سنے سے جي دھڑکتا ہے
خدا جانے کہ اُس بے مہر کا پیغام کیا ہوگا

" حاتم " دیا ہے شیخ نے اب دل صنم کے ہاتھہ
دیوانہ میں تو تھا یہ سیانے نے کیا کیا

دیکھو شعور اس دل خانہ خراب کا
عاشق ہوا ہے کس بت مست شراب کا
" حاتم " تعینات کا گر وہم دور ہو
اُتھ جائے درمیان سے پردہ حجاب کا

ہمارا جان گیا ہم نے آہ بھي نہ کیا
یہ کیا غضب ہے کہ تم نے نگاہ بھي نہ کیا
میں اپنے دل کو بڑا کارداں سمجھتا تھا
پر ایک کام مرا سر براہ بھي نہ کیا

امتداد اس مرے آزار کا ، مت پوچھ طبیب
روز میثاق تلک زار ہوں ، کن کا ؟ اِن کا
ہے بجا فخر کروں اپنے اگر طالع پر
کفش برداروں کا سردار ہوں ، کن کا ؟ اِن کا

ہماري سیر کو گلشن سے کوئے یار بہتر تھا
فغیر بلبلاں سے نالہ‌ہاے زار بہتر تھا
کبھو بیمار سنکر وہ عیادت کو تو آتا تھا
ہمیں اپنے بھلے ہونے سے وہ آزار بہتر تھا

ہمارا دل اگر شیدا نہ ہوتا
تو ایسا عشق کا چرچا نہ ہوتا
برا ہوتا جو ہوتا عشق معدوم
بھلا ہوتا جو میں پیدا نہ ہوتا
نہ چاہا جاہ " حاتم " ! آفریں ہے
خدا جانے کہ ہوتا یا نہ ہوتا

میرے بغل میں رات وہ مست شراب تھا
حسرت کی آگ میں دل دشمن کباب تھا
وقت سحر چمن میں وہ گل بے نقاب تھا
ہر ذرہ اس کي تاب سے جوں آفتاب تھا
ہر حال اپنے حال کے تئیں بوجھہ مغتنم
آیندہ ہے خیال جو گذرا سو خواب تھا
نامے کو میرے دیکھہ کے خاموش ہو رہا
قاصد کے تئیں جواب نہ دینا جواب تھا
فاني ہوا جو بحر میں، خود بحر ہوگیا
وہم حباب، پردۂ چشم حباب تھا
مجلس میں رات گریۂ مستاں تھا تجھ بغیر
ساغر بھرا شراب کا چشم پر آب تھا

نامہ بر دل کي تسلي کے لئے بھیجوں ہوں
ورنہ احوال مرا قابل مکتوب نہ تھا
طاقت اب طاق ہوئی صبر و شکیبائي کي
کب تلک صبر کرے دل مرا ایوب نہ تھا

کچھہ حسن کي ہوتی نہ یہاں قدر نہ قیمت
جو عشق کبھو اس کا خریدار نہ ہوتا

میں اپنے دست پر، شب خواب میں دیکھا کہ اخگر تھا
سحر کو کھل گئی جب آنکھہ، میرا ہاتھہ دل پر تھا

چلا جاتا تھا "حاتم" آج کچھ واھي تباھي سا
جو دیکھا ھاتھ میں اس کے ترے شکوے کا دفتر تھا

مستوں میں جو شیخ آ پھنسا تھا
میخانے میں طرفہ ماجرا تھا
مدت سے خبر نہیں کچھ اس کي
اک دل بھی ھمارا آشنا تھا

درد ھجراں کو ترے وصل نے درماں بخشا
للہ الحمد کہ محتاج طبیباں نہ ھوا

یک عمر بعد گھر مرے آیا وہ ناز سے
یعنی گذار اس کا قضاکار ھو گیا
آنے کي ماندگي سے اُسے نیند آگئی
گھر اپنا جان خواب میں دلدار ھو گیا
میں تب ادب سے اُس کے لگا پانوں دابنے
سوئے مرے نصیب وہ بیدار ھو گیا
"حاتم" عجب ھے رسم یہ اقلیم عشق میں
پاؤں کو ھاتھ لگتے گنھگار ھو گیا

ایک نے پائي نہ اب تک نبض کي رفتار حیف
درد میرا تختۂ مشق طبیباں ھو گیا

مسجد میں آج وعظ کا ہنگامہ گرم تھا
میرے قدم سے بزم حریفانہ ہو گیا
" حاتم " کا دل تھا شیشے کے مانند بزم میں
ساقی کے فیض دست سے پیمانہ ہو گیا

وصف کہنے میں ترے حسن کے شرمندہ ہوں
اس کے قابل نہ زباں ہے نہ دہاں ہے اپنا

میرے رونے سے ناصح تو جو ناخوش ہے تو کیا باعث
دل اپنا ، دامن اپنا ، دیدۂ اشک رواں اپنا

کیا تھا دن کا وعدہ رات کو آیا تو کیا شکوہ
اسے بھولا نہیں کہتے جو بھولا گھر کو شام آیا
جواں مارا گیا " حاتم " بقول میرزا مظہر
برا تھا یا بھلا تھا الغرض جیسا تھا کام آیا

کہو تو کس طرح آوے وہاں نیند
جہاں خورشید رو ہو آکے ہمخواب
ہمیں بہتر ہے سونا جاگنے سے
بھلاتا ہے ہمارا درد و غم خواب

کہاں جاتا ہے ہمیں چھوڑ کے اے رونق بزم ؟
تیرے اُٹھ جانے سے ہو جائےگا کاشانہ خراب
دل صد چاک مرا راہ یہاں کب اپاوے
کوچۂ زلف میں پھرتا ہے ترے ، شانہ خراب

ساقی کے تئیں بلاؤ ، اُٹھاؤ طبیب کو
مستوں کے ہے مرض کی جہاں میں دوا ، شراب

طالبِ باراں نہیں "حاتم" ہماری کشتِ عشق
اپنی چشموں سے وہاں ہم مینھ برساتے ہیں آپ

شہر میں پھرتا ہے وہ میخوار مست
کیوں نہ ہو ہر کوچہ و بازار مست
میکشو "حاتم" کو متوالا کہو
ایسا ہم دیکھا نہیں ہشیار مست

عشق میں پاس جاں نہیں ہے درست
اس سخن میں گماں نہیں ہے درست

دے کے دل اس کے ہاتھ اپنے ہاتھ
ہم نے سودا کیا ہے دست بدست

آج اس بن هوں بے قرار عبث   هاتهہ سے دوں هوں اختیار عبث

تعویذ کرکے تجهہ کو، گلے سے لگا رکهوں
دل چاهتا هے اس کا بتا دلربا علاج

کوئي بتلاتا نهیں عالم میں اس کے گهر کي راہ
مارتا پهرتا هوں اپنے سر کو دیواروں سے آج

ایک دن هاتهہ لگایا تها ترے دامن کو
اب تلک سر هے خجالت سے گریبان کے بیچ

نقد دل کهویا هے هم نے جان کر اس راہ میں
في الحقیقت عاشقوں کو سود هے نقصاں کے بیچ

غنچے کهیں هیں، سر کو جهکا کر چمن کے بیچ
یعني نهیں هے جائے سخن اس دهن کے بیچ
اِس دُهن پہ هم کیا هے گریباں کو تار تار
شاید لگے کوئي بهی ترے پیرهن کے بیچ

دل تو کوچے کی هوا سے تری ایسا پهولا
کہ سماتا هي نهیں ارض و سماوات کے بیچ

باغباں مجھ سے مقابل نہ ہو گل‌چینی میں
جائے گل ، لخت جگر ہیں مرے داماں کے بیچ

——

یار نکلا ہے آفتاب کی طرح
کون سی اب رہی ہے خواب کی طرح

——

ہر قدم عمر چلی جائے ہے ایسی "حاتم"
جیسے جاتی ہے اُڑی ریگ بیاباں برباد

——

اسی کو خلق کہے ہے جہاں میں طالع مند
کرے جو دست گدا کی طرف کو دست بلند
ہوا جو رزق مقدر سو ہو نہ بیش ، نہ کم
تلاش و فکر و تردد کیا کرو ہر چند

——

عمر گذری ، کہ ہے کھلی "حاتم"
چشم دل انتظار کی خاطر

——

عطر کو مل کے نہ آؤ ہم پاس ذبح کرتی ہے یہ بو بندہ نواز
واجب‌القتل تمہارا میں ہوں اور کا ناؤں نہ لو بندہ نواز
دل سے "حاتم" بخدا بندہ ہے دور خدمت سے ہے گو ، بندہ نواز

——

بندے کو شاد کرو ' بندہ نواز ورنہ آزاد کرو ' بندہ نواز

مسجد میں سر پٹکتا ھے تو جس کے واسطے
سو تو یہاں ھے دیکھ ادھر آ خدا شناس
پکڑا نہ جائے ان کے گناھوں میں تو کہیں
جائے سے میکشوں کے پرے جا خدا شناس
" حاتم " پھروں ھوں ڈھونڈھتا عالم میں کوبکو
آوے کہیں کوئی بھی نظر ناخدا شناس

گیا ھے جب سے نکل کر تو میرے ھاتھوں سے
ملوں ھوں تب سے میں حسرت زدہ ' کف افسوس

پھڑکوں تو سر پھٹے ھے ' نہ پھڑکوں تو جی گھٹے
تنگ اس قدر دیا مجھے صیاد نے قفس
" حاتم " جہاں کو جان کے فانی خدا کو چاہ
اللہ بس ھے اور یہ باقی ھے سب ھوس

عمر میں باقی نہیں اور ھجر کو پایاں نہیں
" حاتم " اتنی زیست پر عاشق ھوا ھوتا نہ کاش

" حاتم " اس بے وفا کا نام نہ لے ایسے نا آشنا سے کیا اخلاص

عاشقي کے فن میں هیں اُستاد هم
لے گئے فرهاد و مجنوں هم سے فیض

پایا نہ همنے آکے کہیں زندگي کا حظ
گویا کہ اِس جہاں میں نہیں زندگی کا حظ

عالم هے کامیاب ترے باب فیض سے
ایسا کیا هے حق نے تیرا آستاں وسیع

جب وہ دیکھے هے میری جاں کي طرف
دیکھتا هوں میں آسماں کي طرف
بلبلو ! چہچہے مبارک هوں
وہ گل آتا هے گلستاں کي طرف

دشت وحشت میں مرا دست جنوں اور خار عشق
یہ هے داماں کا حریف اور وہ گریباں کا حریف
دیکھتے هي رنگ تیرا اُڑ گیا هے گل کا رنگ
کیوں هوا تو اس قدر ظالم گلستاں کا حریف

حرم کو چھوڑ کے اس دم، طواف دل کا کروں
جس آن آ کے مرے دل میں جا کرے معشوق

اِسے زنجیر کی حاجت نہیں ہے   ہے پابندجنوں دیوانۂ عشق

قیامت پر قیامت ہوئےگی روز جزا ظالم
اُٹھیں گے داد تجھ سے مانگتے ' جب صف بہ صف عاشق

جانے نہ دونگا ہاتھ سے اُس کو کسی طرح
مقدور میرا ہوئے گا "حاتم" جہاں تلک

کرچکے شرط بندگی ' ہم سے ہوئی جہاں تلک
دل تو کباب ہو گیا حق نمک کہاں تلک

سالہا گذرے پر اب تک سر پٹکتے ہیں پڑے
تیرے ماروں کو نہیں آرام یکدم زیر خاک

کھونکر ہو میکشوں کے تئیں اِس ہوا میں صبر
کیا ابر ہے ' نظر تو کرو آسماں کا رنگ
"حاتم" کسو میں گرمئی صحبت نہیں رہی
دل دیکھ دیکھ سرد ہوا ہے جہاں کا رنگ

اے حسن کے گلزار و بہارِ چمنِ دل
گلشن ترے آنے سے ہوا انجمنِ دل

آئے تھے ہم اِس باغ میں مانند غنچہ ، سر بہ جیب
اور چلے جاتے ہیں اب جوں گل گریباں خاک ہم
رحم تیرا ظلم ہے ، حق میں ہمارے اے اجل
دیر کیا کرتی ہے کیا جی‌کر کرینگے خاک ہم

——

جب آپ سے ہی ، گذر گئے ہم پھر کس سے کہیں کدھر گئے ہم ؟
کیا کعبہ و دیر و کیا خرابات تو هي تها غرض جدھر گئے ہم
آئے تھے مثال شعلہ سر گرم جاتے ہوئے جوں شرر ، گئے ہم
کچھ اپنے تئیں کیا نہ معلوم کیا آپ سے بے خبر گئے ہم
اس درجہ ہوئے خراب الفت جی سے اپنے اُتر گئے ہم
فیض اس لب عیسوي کا "حاتم" بالعکس ہوا کہ مر گئے ہم

——

کس جگہہ لے جائیں تیری ظلم کي فریاد ہم
تجھ سے هي تیرے ستم کی چاهتے ہیں داد ہم
بحر و بر میں ہے ، ہماري شہرت دیوانگي
عاشقي کے کام میں مجنوں کے ہیں استاد ہم
سوکھ کر کانٹا ہوئے پنجرے میں ، تب چھوڑے ہے تو
کہہ ! کہاں لے جائیں اب یہ مشت پر صیاد ہم
دیکھ لے سارے گنہگاروں میں جي دینے کو آج
سر سے حاضر ہیں تري خدمت میں اے جلاد ہم

——

لبریز جب سے عشق کے ساغر ، پئے ہیں ہم
کرتے نہ تھے جو کام ، وهي سب کئے ہیں ہم

فانوس تن کے بیچ ہیں روشن، مثال شمع
جو داغ دل پہ عشق میں تیرے دئے ہیں ہم
شمشیر عشق کے جو تھے "حاتم" کے دل میں داغ
سوزن پلک کی تار نگہہ سے سئے ہیں ہم

—

اس ابر اس ہوا میں، یوں آؤتا ہے دل پر
پی پی شراب، ہوویں بے اختیار ہم تم
"حاتم" کا اس گھڑی سے دشمن ہوا ہے حاکم
جس روز سے ہوئے ہیں اے یار! یار ہم تم

—

اُڑے ہے تو جو ایسی آسماں پر، ہر سحر شبنم
تجھے خورشید کے دیکھے سے، کیا لگتے ہیں پر؟ شبنم!

—

خدا بغیر نہیں، دل کو اب توقع غیر
کسو سے کام نہیں مجھکو، کام سے کیا کام
مثال گنگ ہوں خاموش، مجھ سے مت بولو
جو بے زبان ہو اس کو کلام سے کیا کام

—

کسو کو قید کرے ہے کسو کو باندھے ہے
اُسے ہے اپنے عمل بیچ بندوبست سے کام

—

مدت ہوئی ، پلک سے پلک آشنا ہوئے
کیا اس سے اب زیادہ کرے انتظار چشم
ظالم خدا کے واسطے " حاتم " کو منہ دکھا
مدت سے دیکھنے کی ہیں امیدوار چشم

قطعہ

ایک دن " حاتم " میں جاتا تھا بیاباں کی طرف
ناگہاں اک گور اوپر جا پڑا میرا قدم
خاک سے اُس شخص کی آواز آئی کان میں
یعنی وہ یہ بیت پڑھتا تھا ، بصد سوز و الم
" از فریب باغباں غافل مشو اے عندلیب
پیش ازیں من ہم دریں باغ ، آشیانے داشتم "

اس درجہ دلبروں سے گئی رسم دلبری
دل ہاتھ پر لئے ہوں ، کوئی دلستاں نہیں

میں کس امید پر "حاتم" بناؤں گھر کو یہاں
جہاں میں عمر کی بنیاد پائدار نہیں

ایک ہم ہیں کہ ترے ظلم و جفا سے خوش ہیں
ورنہ تجھ سے کوئی بیزار کہاں ہے ، کہ نہیں

چلو شراب پئیں بیٹھ کر کنارے آج
که هووے رشک سے ماهی کباب ' دریا میں

——

جدا هوتا نهیں یک آن ' صدقے اُس کی الفت کے
نه دیکھا درد سا هم نے کوئی غم‌خوار دنیا میں

——

قطعه

ایک دن گذرا میں گورستان میں
دیکھکر مردوں کو آیا دھیان میں
یه وهي سب هیں که جن که واسطے
حق نے سب پیدا کیا اک آن میں
کس طرح یه جامهٔ زیبان جهاں
یوں پڑے هیں خاک کے دامان میں
کون اس میں نیک هے اور کون بد
کون خوش هے کون هے زندان میں
تها اسي غم‌میں که ناگه پیر غیب
کهه گیا آهسته میرے کان میں
رحمت حق سے نهیں کوئي ناامید
دیکهه لے '' لاتقنطو '' قرآن میں
سنتے هی دل‌کو تسلی هوگئی
پهر کے آئی جان میري جان ' میں

——

بسکہ میں تشنۂ شہادت ہوں دل کو اپنے شہید کرتا ہوں

میکدے میں صاحب جام و شراب و شیشہ ہوں
محتسب! دونوں جہاں کے غم سے بے اندیشہ ہوں

تجھے تو اپنی عبادت پر ہے نظر لیکن
میں اس کے فضل کے اوپر نگاہ کرتا ہوں

افسوس کہ آپ مجھ کو اب تک معلوم نہیں کیا کہ کیا ہوں

جنوں جب سے ہوا ہے آشنا اے ناصح مشفق
خرد کیساتھہ اک مدت ہوئی دست و گریباں ہوں

قیامت تک جدا ہووے نہ یارب جنوں کے دست سے میرا گریباں

منھ سے ٹک دور کر نقاب کے تئیں
لے غلامی میں آفتاب کے تئیں

گالیوں میں غریب پرور ہے میرے بد وضع بدزباں کی زباں

آرزو ہے ' مجھے صیاد اگر دے رخصت
ایک پرواز کروں تاسر دیوار چمن
عندلیبو ! تمھیں گلگشت مبارک ہو وے
ہم سے اب دشت نوردوں کو کہاں بار چمن

ھاتھہ سے ' دشت جنوں ! میں ترے ' عاجز آیا
خار پانوں سے نکالوں میں کہ خار دامن
کس طرح چاک کروں آہ ' کہ ہے پاس ادب
ہے گریباں میں نشانی تری ' تار دامن

چڑھایا آسماں پر ہم کو ' آخر خاکساری نے
بگولے کي طرح گو خانماں برباد رکھتے ھیں

بجز صبح قیامت ' رات اُس زلفوں کے عاشق پر
نہیں کوتاہ ہونے کي ' درازی اِس کو کہتے ھیں
اُٹھاکو خاک سے '' حاتم '' چڑھایا آسماں اُوپر
مرے اللہ کي ' بندہ نوازی اس کو کہتے ھیں

لطف اس کا ' ستم سمجتے ھیں
ایسي باتوں کو ' ہم سمجھتے
جس کو ھستي کہے ھیں اھل جہاں
ہم تو اُس کو عدم سمجھتے ھیں

میں پیمایش کیا مجنوں صفت یکسر بیاباں کو
نہ پہنچا دامنِ صحرا مرے چاکِ گریباں کو

تم کہ بیٹھے ہوئے اک آفت ہو
اُٹھ کھڑے ہو تو، کیا قیامت ہو؟

"حاتم" اب کس کی مجھ کو پروا ہے
کوئی میرا خدا نہیں تو نہ ہو

کیا کہیں اُس کا گھر ہے کتنی دور
تھک گئے ہم تو راہ سے پوچھو
حسن سے کیوں ہے عشق کا دعوے
حق ہے شاہد گواہ سے پوچھو

فدوی ہے، جاں فشاں، ہے غلام قدیم ہے
"حاتم" کی بندگی کو فراموش مت کرو

اُس کے ہاتھوں سے نہ جیتا ہوں، نہ میں مرتا ہوں
کس مصیبت میں گرفتار ہوں اللہ اللہ

مے وحدت کا طلب‌گار ہوں سبحان اللہ
کس خرابات کا مےخوار ہوں سبحان اللہ

آنکھوں کو چھوڑ تیری نظر کس طرف کروں
رھتی ھے میکشوں کی سدا جام پر نگاہ

ترا دھن ھے گویا انگشتری کا حلقہ
اور ھونٹھ رنگ پاں سے، ھے لعل کا نگینہ

تو سیر کرے ھے جس چمن کی
ھر گل میں صبا! اُسی کی بو ھے

کاملوں کا یہ سخن مدت سے مجھ کو یاد ھے
یعنی بے معشوق جینا زندگی برباد ھے

تنہا نہیں چلا ھوں میں "حاتم" بتاں کے شہر
ھمراہ اس سفر میں مرے، آہ و نالہ ھے

خواب میں تھے جب تلک، تھا دل میں دنیا کا خیال
کھل گئیں آنکھیں تو دیکھا ھم نے سب افسانہ ھے
معتکف ھو، شیخ اپنے دل میں مسجد سے نکل
صاحب دل کے بغل میں دل، عبادت خانہ ھے

مدت ھوئی کہ مر کر میں خاک ھو گیا ھوں
جینے کا بد گماں کو اب تک مرے گماں ھے

آپ ھی میں دیکھ ''حاتم'' وحدت کے بیچ کثرت
تو ایک جا ہے اور دل کہاں ہے

بزم میں کس کے تئیں فرصت مےنوشی ہے
نگہِ مست تری ، داروئے بےھوشی ہے

بےخود اس دور میں ہیں سب ، ''حاتم''
اِن دنوں کیا شراب سستی ہے ؟

جس کو تیرا خیال ہوتا ہے   اس کو جینا محال ہوتا ہے

خاکساروں کا دل ، خزینا ہے
اِس زمیں میں بھی کچھ دفینا ہے
اُس کے وعدے سبھی ہیں سچ ''حاتم''
دن برس ہے ، گھڑی ، مہینا ہے

بخشی ہے مجھے بےپروبالی نے اسیری
آپہونچ شتابی ، مرے صیاد کہاں ہے !
کس کو ہے توقع کہ ہو آزاد قفس سے
احوال اسیروں کا ، اُسے یاد کہاں ہے
''حاتم'' میں جسے دیکھوں ہوں بندا ہے خدا کا
کہنے کو ہے آزاد ، پر آزاد کہاں ہے

ہماري عقل بےتدبیر پر، تدبیر ہنستی ہے
اگر تدبیر ہم کرتے ہیں تو تقدیر ہنستي ہے
اسیروں کا نہیں غل یہ، جو تم سنتے ہو زنداں میں
مرے دیوانہ پن کو دیکھ کر، زنجیر ہنستی ہے

مریض عشق ہوں، مطلب نہیں مسیحا سے
تو منھ دکھا کہ مرے درد کی دوا تو ہے

دل سے بوئے کباب آوے ہے　　کون مست شراب آوے ہے

اے صبا کس طرف کو گذري تھی　　تجھ سے بوئے نگار آوے ہے
تک ادھر بھي گذر کہ اس بو، سے　　میرے دل کو قرار آوے ہے
اِس قدر بس، کہ روز ملنے سے　　خاطروں میں غبار آوے ہے

عشق کے شہر کی کچھ آب و ہوا اورھي ہے
اُس کے صحرا میں جو دیکھا تو فضا اور ھي ہے

تو، ہم سے جس طرح مل جانتا ہے
زباں سے کیا کہیں؟ دل جانتا ہے
مرے کیونکر نہ تیرے غم میں، عاشق
یہی جینے کا حاصل جانتا ہے

تک کھول زلف اپني ' زنجیر ھے تو یہ ھے
دیوانہ پن کی میرے تدبیر ھے تو یہ ھے
میں راستي کہوں ھوں تم بخشو یا نہ بخشو
دل چاھتا ھے تمکو ' تقصیر ھے تُو یہ ھے
کس کام کي ھمارے یہ کیمیائے ھستي
محتاج یک نظر ھوں ' اکسیر ھے تو یہ ھے

ہر قدم پر ھمیں ھے سیر بہشت اُس کا ھر نقش پا ' گلستاں ھے

نکلے سے جس کے " حاتم " شہروں میں عید آوے
سارے برس میں مجھہ کو وہ ایک ماہ ' بس ھے

سر پٹکتے ھیں پڑے ' کنج قفس میں مجھہ سے سو
ایک میري بے پروبالي سے کیا پروا مجھے

مزا لےلے کے جلنے کی طرح سے شمع واقف ھے
جلے تو ھے ' پر اِس لذت کے تئیں پروا نہ کیا جاے

رو رو ھوا ھوں خشک یہاں تک ' کہ دیکھہ لو
آنسو بھی اب نہیں کہ مري چشم ' تر کرے
دعویٰ کیا ھے شیخ نے " حاتم " سے عشق میں
دونوں میں دیکھئے یہ مہم ' کون سر کرے

جو اپنے کام کو سونپے خدا کو تو "حاتم"
تو سب سے خوب ترا کام، کارساز کرے

دل مرا لے کے پھر مکرتے ہو تم تو ایسے نہیں، خدا نہ کرے

گردن اپر مرے سر پرشور، بوجھ ہے
ابرو کو تک دکھا کے، سبک بار کیجئے

ابھی مسند نشین طارم افلاک ہو جاوے
جو سب کچھ چھوڑ دل، تیرے قدم کی خاک ہو جاوے
چمن میں خون سے بلبل کے گل آسودہ داماں ہے
اگر شبنم اُسے دھووے تو شاید پاک ہو جاوے

جہاں کے باغ میں کرتا ہے سیر اس واسطے "حاتم"
کبھو شاید محبت کی، کسو بھی گل سے بو آوے

دل کی دعاؤں سے ہے مري اُس کو سب خبر
درکار نامہ بر نہیں پیغام کے لئے

کبھو دیکھی نہ اُس سے "حاتم" نے
دلبري، دل دهي و دل جوئی

جانتے تھے ، اپنے ہیں ہوش و حواس
یک نگہہ میں سب تمہارے ہو گئے
جب ہوئے "حاتم" ہم اُس سے آشنا
دوست بھي دشمن ہمارے ہو گئے

تمہارے عشق میں ہم ننگ و نام بھول گئے
جہاں کے کام تھے جتنے ، تمام بھول گئے

معلوم ہے کسو کو کہ وہ آج شعلہ خو
مجھ کو لگا کے آگ لگانے کدھر گئے

کیا مدرسہ میں دہر کے ، اُلٹي ہوا بھی
واعظ نہي کو امر کہے ، امر کو نہي [۱]

امانی

خواجہ امامي نام ، شاہجہاں‌آباد کے رہنے والے تھے - مرثیہ خواني اپنا پیشہ بنا لیا تھا -

کلام میں ذہانت اور شوخي ہے ، سلاست اور زبان کا لطف نہیں ، مضمون آفرینی بھی کم ہے - سنہ ۱۱۸۷ھ میں مرشدآباد جاتے ہوئے انتقال کیا -

اُس کے کوچے ستی ، غبار اُٹھا کون سا ، واں سے خاکسار اُٹھا
عندلیبو ! بساؤ اب صحرا باغ سے موسم بہار اُٹھا

---

[۱] انتخاب حسرت - خمخانۂ جاوید - تذکرہ مصحفي -

ہچکیاں سے گلا بیاں روئیں   بزم سے جب وہ مے گسار اُٹھا
عزم رخصت ہوا جب ہی اس کا   میرے دل سے وہیں قرار اُٹھا

وائے اپنی اس بصارت پر ، کہ ہر ذرے میں آہ
جلوہ‌گر ہے آفتاب ، اور تاب بینائی نہیں

کون سا دن ہے کہ مجھ کو یاد تو آتا نہیں
کون سا دم ہے ، کہ آنکھوں بیچ پھر جاتا نہیں
عشق میں کس کے "امانی" مبتلا ہے ، جس بغیر
تجھ کو نظارہ گُلوں کا ان دنوں بھاتا نہیں

چمن سب لہلہاتے ہیں پڑے ، بادل برستے ہیں
شتاب آ ساقیا ! ہم بادہ نوشی کو ترستے ہیں
زمانہ جائے عبرت ہے ، چمن کا حال چل دیکھو
تجمل جن گُلوں کا کل تھا سو وے آج جھڑتے ہیں
مساوی جانیو خوش طالعی و بدنصیبی کو
"امانی" ! منعم و مفلوک سب کے دن گذرتے ہیں

"امانی" تو ہوا تیغ تغافل ہی ستی بسمل
بھلا بتلائیے کس پر کمر اب آپ کستے ہیں

ہم ترا نزع تلک ، جور سہے جاتے ہیں
یاد آویں گے بہت اتنا کہے جاتے ہیں

واے واماندگی اپنی، یہ آنکھوں آگے
کارواں رو میں ہے، ہم پیچھے رہے جاتے ہیں

——

اثر ہو سنگ میں کیا، کیونکہ اس کو رام کریں
بتوں کے دل ہو، تو یا رب یہ آہیں کام کریں

——

دیکھ تو، کیا ہے وہ بت، سنگ دلی پر نازاں
تجھ میں اے نالۂ جانکاہ! اثر ہے کہ نہیں

——

یارو گر دار پہ منصور نہیں دیکھا ہے
نوک مژگاں پہ مرے لخت جگر کو دیکھو

——

صف مژگانِ آہوچشم کا ہوں کشتہ، اے یاراں
سرِ تربت پہ چن دیجو مری، خار بیاباں کو
زباں پر راز عاشق کا نہ لانا سر کٹا دینا
سر شتہ کس سے ہاتھ آیا ہے یہ شمع شبستاں کو

——

میں نے پہلو سے گم کیا تجھ کو
آہ دل! کن نے لے لیا تجھ کو
اشک! آوارگی سے تو نہ تھما
میں نے آنکھوں میں گھر دیا تجھ کو

——

اللہ رے صنم ! یہ تري خود نمائیاں
اس حسن چند روزہ پہ اتنا غرور ہے

دم بدم اس کی خلش سے اب مجھے آزار ہے
دوستاں یہ دل نہیں ، پہلو میں میرے خار ہے

چاہ میں کس کي ، دل ڈبو بیٹھے
آہ ! ہم کیسے دل کو ارو بیٹھے
کیوں '' امانی '' گیا نہ آخر دل
کف افسوس اب ملو بیٹھے

ہم سا جو ناتواں عقب کارواں رہے
جوں نقش پا وہیں کے ہوئے پھر جہاں رہے

صدمے جو پڑے ہیں دل پہ غم کے
آنسو نہیں تھمتے چشم نم کے
خوش خواب میں ہیں مگر ، جو اب اتک
جاگے نہیں خفتگاں عدم کے
ہے صبح کو عزم رفتن یار
تک نکلیو آفتاب تھم کے

آنکھیں نہیں ملدتی هیں ' عجب جی یہ تعب هے
یارب دل حیراں کو مرے کس کی طلب هے

دم لیلے نہیں دیتے هیں ' پیہم کے یہ نالے
کیا جانئے کیا دل کو مرے درد کدھب هے
هجراں کے شب و روز کا مت پوچھو گذرنا
دن کت گیا جوں توں کے ' تو پھر رات غضب هے
مدت سے سروکار غم هجر سےتي هے
کچھہ عیش سے تو کام نہ آگے تھا نہ اب هے

فغاں

اشرف علي خاں نام ' احمد شاہ (بادشاہ) کے کوکا تھے ' شعر و شاعری کي مہارت کے ساتھہ لطیفہ گوئی اور بدلہ سنجی میں بھي طاق تھے اسي وجہ سے احمد شاہ نے اُن کو ظریف‌الملک کا خطاب دیا تھا - دھلی میں سکونت تھی ' درانیوں کے حملے سے پریشان ھو کر مرشدآباد اپنے چچا کے پاس چلے گئے ' وھاں سے فیض‌آباد آکر نواب شجاع‌الدولہ کے خاص مصاحب ھو گئے پیسے سے ھاتھہ جلنے کی وجہ سے نواب سے خفا ھو کر عظیم‌آباد راجہ شتاب راے کے دربار میں آ گئے ' باقي عمر عزت سے یہیں بسر کر دي -

اُن کی شاعري ' گداز کا آئینہ ' اور کہنہ مشقي کا ثبوت هے ' زبان اتني صاف هے کہ دور موجودہ میں بھی اکثر شعرا کے بس سے باھر هے -

چھوٹے چھوٹے الفاظ کے کوزے میں معانی کا دریا بھر دیتے ہیں - لطف محاورہ میں بے ساختگی ، بندش کی چستی یعنی غزل کے تمام لوازم موجود ہیں اور بہتر صورت میں موجود ہیں -

علی قلی ندیم کے شاگرد تھے [۱] ، سنہ ۱۱۸۶ ھ میں وفات پائی -

صنم بتا تو خدائی میں تجھ کو کیا نہ ہوا
ہزار شکر کہ تو بت ہوا خدا نہ ہوا

زخم دل تو سیا نہیں جاتا بن سیئے بھی رہا نہیں جاتا
اے "فغاں" دیکھنا سمجھ لینا دے کے دل ، پھر لیا نہیں جاتا

ایسی نگاہ کی ، کہ مرا جی نکل گیا
جھگڑا مٹا ، عذاب سے چھوٹے خلل گیا

عالم کو جلاتی ہے تری گرمئی بازار
مرتے ہم ، اگر سایۂ دیوار نہ ہوتا

جب گلشن بہار کو رنگ خزاں نہ تھا
مشفق ہمارے حال پہ تو مہرباں نہ تھا

---

[۱] تذکرۂ مصحفی -

دل بستگی قفس سے یہاں تک ہوی مجھے
گویا کبھي چمن میں مرا آشیاں نہ تھا

ر کو فداے خنجر بیداد کرچکا
پہونچا میں اپني داد کو فریاد کرچکا

ابھي مٹا نہیں دعوی ستم رسیدوں کا
کفن ہوا نہیں میلا ترے شہیدوں کا

کیا تو شب فراق میں جیتا رہا " فغاں "
یاں تک گماں نہ تھا ترے صبر و قرار کا

بے سبب شمع کب جلے ہے " فغاں "
لطف سوز و گداز میں پایا

مت قصد کر صبا تو دل داغ دار کا
ظالم ! یہ ہے چراغ کسی کے مزار کا

ساقي نہ میں ' یاں آپ سے کچھ چشم تر آیا
دل ' دیکھتے ہي ابر کو بے ساختہ بھر آیا

آوارہ پریشان و شکستہ دل و بد نام
سنتے تھے " فغاں " جس کو سو آج ہی نظر آیا

اس قدر طاقت نہیں ' جو بال و پر بھي وا کروں
کس گرفتاري میں آیا ہوں الٰہی کیا کروں ؟

نہ اے قاصد ' میں دو دو یار کي فریاد کرتا ہوں
ترے دیکھے سے ' میں اپنے لکھے کو یاد کرتا ہوں

میري طرف سے خاطر صیاد جمع ہے
کیا اُڑ سکے گا طائر بے بال و پر کہیں ؟

کاش ! آ جاوے قیامت اور کھلے دیوانِ حشر
وہ " فغاں " جو ہے گریباں چاک فریادي کہاں

صیاد ! راہ باغ فراموش ہوگئی
کُنجِ قفس سے ' مت مجھے آزاد کیجیو

تقویت ہے داغ سے میرے دل بیمار کو
اے فلاطوں ! کہہ تو ' کیا کہتے ہیں اس آزار کو ؟
چھوڑ کر مجھ کو کہاں جاتا ہے ' اے خانہ خراب
سونپتا ہے کیا مرے سر سے درو دیوار کو

نکالا خط، ہمیں پیغام کیا ہو؟ اب اس آغاز کا، انجام کیا ہو
نہ اُلفت، نے محبت، نے مروت تری خاطر کوئي بدنام کیا ہو

مجھ مبتلا کي چشم، کہاں تک پرآب ہو
اے دل! خدا کرے ترا خانہ خراب ہو

اس کے وصال و ہجر میں یوں ہي گزر گئي
دیکھا تو ہنس دیا جو نہ دیکھا تو رو دیا
کیا پوچھتے ہو حال "فغاں" کا سنا نہیں
خانہ خراب عشق نے دنیا سے کھو دیا

ہستي کے خرابے نظر آتے جو عدم میں
ہرگز کوئي اس خواب سے بیدار نہ ہوتا

ممکن نہیں کہ غیر نہ ہو وے رکاب میں
تجھ کو خدا نہ لاے ہمارے مزار پر

یہ امتحاں نہ کر، اے میرے مہربان عزیز!
جہاں میں کوئی بھي تجھ سے رکھے گا جان عزیز

پائوں چلتے ہوئے دیکھے، تو بیاباں کي طرف
ہاتھ اُٹھتے نظر آئے تو گریباں کي طرف

کہتا ہے یہ، بہشت میں مستوں کی جا نہیں
زاہد کا کیا خدا ہے ہمارا خدا نہیں؟

خط دیجیو چھپا کے، ملے وہ اگر کہیں
لینا نہ میرے نام کو، اے نامہ بر کہیں

نے زندگی میں وصل میسر، نہ بعدِ مرگ
عاجز ہوا ہوں اے دل ناشاد، کیا کروں؟

ملے ہے غیر سے، ہرگز اسے حجاب نہیں
کہوں تو کہہ نہیں سکتا، رہوں تو تاب نہیں
خراب دیکھ، کہے گا مری خرابی کو
ہزار حیف! کہ وہ خانماں خراب نہیں

عاجز ہوں ترے ہاتھ سے، کیا کام کروں میں؟
کر چاک گریباں تجھے بدنام کروں میں

مت کوئی روشن کرو، مجنوں کی تربت پر چراغ
روح جل جائے گی، دیوانے کی پروانے کے ساتھ

بک گیا اب تو یہ دل کافر خوں‌خوار کے ہاتھ
بندھ گئے رشتۂ الفت سے، گنہگار کے ہاتھ

صنم کھنے سے کیا خوش ھے وہ کافر
خدائی کا تصور، بندھ رھا ھے
"فغاں" کو وصل میں آرام کیا ھو
جدائي کا تصور، بندھ رھا ھے

عبث ! تو تڑپے ھے، کُنج قفس میں مرغ چمن
اسي تڑپ سے تو یہ بال و پر گئے اپنے

شب فراق، نہ تنہا مجھے رلاتی ھے
یہ صبح وصل بھی، آنسو سے منہ دھلاتي ھے

اگر میري زباں پر، بار دیگر انتظار آوے
ابھي رونے پہ ظالم دل، مرا بے اختیار آوے

دل، زلف میں اُلجھا مجھے آرام یہی ھے
میں صید بلا کش ھوں، مرا دام یہی ھے

تار کی طرح کھیں زلف بتاں سے توتے
یا الٰہی ! دل بیمار بلا سے چھوتے

ضعیف ہے دل بیمار ، اس قرینے سے
اٹک کے آہ نکلتی ہے میرے سینے سے

عشاق تیرے ، گرمی بازار کر گئے
اس جنس کو گراں ، یہ خریدار ، کر گئے

اُٹھ چکا دل مرا ، زمانے سے اُڑ گیا مرغ ، آشیانے سے
ہم نے پایا ، تو یہ ستم پایا اس خدائی کے کارخانے سے

غیر از دوئی کے ، مانع دیدار کون ہے
وہ یار ہوگیا تو پھر اغیار کون ہے ؟
بیم غضب ، رکھے ہے ہمیں مغفرت سے دور
گر وہ کریم ہے تو گنھگار کون ہے

مجھ سے جو پوچھئے ، تو بہر حال شکر ہے
یوں بھی گزر گئی ، مری ووں بھی گزر گئی

صنم نامہرباں ہے اس قدر ، اے میرے رب ! کیا ہے ؟
مری تقصیر کچھ ثابت نہیں ، وجہ غضب کیا ہے ؟

بھر لیجئو ! دامن میں "فغاں" لخت جگر کو
ہم خانہ بدوشوں کا ، سر انجام یہی ہے

تیرے ہی دل سے پوچھئے ، اس غم کو ہاں "فغاں"
الفت ، بری بلا ہے ، کسی کو خدا نہ دے

یہ دل ، ترے وصال کا مذکور کیا کرے ؟
مقدور جب نہووے ، تو مجبور کیا کرے ؟

ترے فراق میں ، کیوں کر یہ درد ناک جئے
مرے تو مر نہیں سکتے ، جئے تو خاک جئے

اثر کرتی نہیں ، اس بت کے دل میں آہ ، کیا کیجے
عجب حالت ہے میری ، اے مرے اللہ ، کیا کیجے

مجھ دل ناشاد کو ، ہر وقت غم سے کام ہے
کیا خوشی یارو زمانے میں اسی کا نام ہے ؟

کٹ گئی ساری عمر ، غفلت میں
کچھ تری بندگی ادا نہ ہوئی

عکس میرا ، شب ہجراں میں تماشائی ہے
ایک میں آپ ہوں اور گوشۂ تنہائی ہے

میں تو وہ ہوں ، کہ مرے لاکھ خریدار ہیں اب
لیکن اس دل سے میں ڈرتا ہوں کہ سودائی ہے

نالاں نہ ہو تو ، یار کے شکوے سے باز آ
سن پائے گا "فغاں" کوئی فریاد رس ابھی

قاصد ، جو نا امید پھرا کوئے یار سے
خفت مجھے ہوئی ، دل امیدوار سے

دل میں اس شوخ کے ہو پاس وفا ، سو معلوم
کہنے سننے کے لئے ، بات بنا رکھا ہے

مظہر

شمس‌الدین نام ، جانجاں لقب تھا - ان کے والد مرزا جان عالمگیر کے منصب‌دار تھے ، نسب ، ماں کی طرف سے محمد بن حنفیہ تک پہونچتا ہے ، باپ کی طرف سے تیموری خاندان سے تعلق تھا -

جب یہ پیدا ہوے تو عالمگیر نے "جانجان" کا خطاب دیا اور کہا کہ "پسر جان پدر می باشد" ۱۸ برس کے ہوے تو ان کے والد نے انتقال کیا ، تقدیر یاور تھی شیخ محمد افضل

سیالکوٹي شیخ المحدثین سے حدیث کي تکمیل کي - تیس برس تک مشائخ نقشبندیہ سے فیوض حاصل کئے -

مرزا صاحب نہایت خوش تقدیر ، اور صاحب فضل و کمال تھے ، مستغني ایسے تھے کہ کسی امیر کے سامنے نہ کبھي حاجت لے گئے اور نہ کسي کو خاطر میں لائے -

چونکہ فارسی تغزل میں خاص پایہ رکھتے تھے ، اور دل میں تصوف نے گداز پیدا کردیا تھا ، عشق حقیقي کی کھٹک دل میں تھی اس لئے اُردو کي غزلیں شراب کیف کے پیمانے ھیں ، معانی کا جوش ، الفاظ کي بندش سے باھر ھوا جاتا ھے -

مرزا صاحب نے اُردو تغزل کے آب حیات میں سب سے پہلے تصوف کی شیرینی ملائی ھے - ان کي زبان بھی سلیس ھے ، بندش کي چستی ، لطف دوبالا کرتي ھے -

انعام اللہ خاں یقیں ، - میر محمد باقر حزیں - خواجہ احسن اللہ بیان - بساون لعل بیدار - ھیبت قلی خاں حسرت - محمد فقیہ درد مند - مشہور تلامذہ تھے - مرتب گل رعنا نے ان کے شاگردوں میں '' یکرنگ '' کا نام بھي لیا ھے -

ان کے علاوہ بھي ، بعض شاگردوں کا نام لیا جاتا ھے - بقول بعض تذکرہ نویس ، ان کي تصانیف کے سلسلے میں '' خریطۂ جواھر '' شعرائے فارسي کے کلام کا انتخاب ، فارسی کا منتخب دیوان ھے -

شاہ شاھد علي صاحب سبز پوش ، تخلص فانی رئیس گورکھپور کا بیان ھے کہ مرزا صاحب کا مکمل دیوان اردو قلمي ، کتب خانہ

خانقاہ جونپور میں موجود ہے ، اس کے علاوہ اور کوئی نشان نہیں ملتا -

۱۱ رمضان سنہ ۱۱۱۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰ محرم سنہ ۱۱۹۵ھ میں شہید ہوئے -

---

چلے اب گل کے ہاتھوں سے لٹا کر کارواں اپنا
نہ چھوڑا ہائے بلبل نے چمن میں کچھ نشاں اپنا
یہ حسرت رہ گئی ، کس کس مزے سے زندگی کرتے
اگر ہوتا چمن اپنا ، گل اپنا ، باغباں اپنا
الم سے یاں تلک روئیں ، کہ آخر ہو گئیں رسوا
ڈبویا ہائے آنکھوں نے مژہ کا خانماں اپنا
جو تو نے کی ، سو دشمن بھی نہیں دشمن سے کرتا ہے
غلط تھا ، جانتے تھے تجھ کو جو ہم مہرباں اپنا
مرا جلتا ہے جی ، اس بلبل بیکس کی غربت پر
کہ جس نے آسرے پر گل کے ، چھوڑا آشیاں اپنا
کوئی آزردہ کرتا ہے سجن اپنے کو ، ہے ظالم
کہ دولت خواہ اپنا " مظہر " اپنا " جانجاں " اپنا

گر چہ الطاف کے قابل یہ دل زار نہ تھا
لیکن اس جور و جفا کا بھی سزاوار نہ تھا
لوگ کہتے ہیں موا "مظہر" بیکس افسوس
کیا ہوا اس کو ، کہ اتنا بھی وہ بیمار نہ تھا

جواں مارا گیا خوباں کے اوپر، میرزا "مظہر"
بھلا تھا یا برا تھا زور کچھہ تھا خوب کام آیا

زخمي تري نگھہ کا، اک پل جیا تو پھر کیا
صیاد کي بغل میں، تک دم لیا تو پھر کیا

اس گُل کو بھیجنا ھے مجھے خط، صبا کے ھات
اس واسطے لگا ھوں چمن کي ھوا کے سات
"مظہر" چھپا کے رکھہ، دل نازک کے تئیں مرے
یہ شیشہ بیچنا، ھے کسي میرزا کے ھات

سب یہ کہتے ھیں مر گیا "مظہر"
فی الحقیقت میں، گھر گیا "مظہر"

ھم نے کي ھے توبہ اور دھومیں مچاتي ھے بہار
ھاے بس چلتا نہیں، کیا مفت جاتي ھے بہار
ھم گرفتاروں کو، اب کیا کام ھے گلشن میں، لیک
جي نکل جاتا ھے جب سنتے ھیں، آتي ھے بہار

اتني فرصت دے، کہ رخصت ھو لیں، اے صیاد! ھم
مدتوں اس باغ کے سایہ میں تھے آزاد ھم

گر، گل کو گل کہوں، تو ترے رو کو کیا کہوں ؟
بولوں نگہہ کو تیغ، تو ابرو کو کیا کہوں ؟

توفیق دے، کہ شور سے اک دم، وہ چپ رہے
آخر، یہ میرا دل ہے، الہي ! جرس نہیں

مت اختلاط کر، اے نو بہار تو ہم سے
چمن میں ہونے کا اس خاک کو دماغ نہیں
یہ بلبلوں کا، صبا ! مشہدمقدس ہے
قدم سنبھال کے رکھیو ترا، یہ باغ نہیں

آج مت رنگ حنا سے کف پا، لال کرو
اے بتاں اس دل پر خون کو، پامال کرو

کسی کے خون کا پیاسا، کسی کی جان کا دشمن
نہایت منھہ لگایا ہے صنم نے بیرۂ پاں کو

آتش کہو، شرارہ کہو، کوئلا کہو
مت اِس ستارہ سوختہ کو دل کہا کرو

الہي ! مت کسو کے پیش، رنجِ انتظار آوے
ہمارا دیکھئے کیا حال ہو جب تک بہار آوے

تجلی، گر تری، پست و بلند اُن کو نہ دکھلاتی
فلک یوں چرخ کیوں کھاتا زمیں کیوں فرش ہو جاتی
حنا، تیرے کف پا کو، نہ اس شوخی سے سہلاتی
یہ آنکھیں، کیوں لہو روتیں اُنھوں کی نیند، کیوں جاتی؟
الهي ؟ درد و غم کي سر زمیں کا، حال کیا هوتا
محبت گر هماري چشم تر سے مینھ نہ برساتي

یہ دل، کب عشق کے قابل رہا ہے؟
کہاں! اس کو دماغ اور دل رہا ہے
نہ تو ملنے کے اب قابل رہا ہے
نہ مجھ کو، وہ دماغ و دل رہا ہے
خدا کے واسطے اس کو نہ ٹوکو
یہي، اک شہر میں قاتل رہا ہے

خدا کو اب تجھے سونپا ارے دل یہیں تک تھي، هماري زندگاني

اگر ملے تو رخصت ہے، نہ ملے تو قیامت ہے
غرض، نازک مزاجوں کی محبت سخت، آفت ہے

حسرت

میر محمد حیات نام، عظیم‌آباد وطن تھا، هیبت قلی خاں کے لقب سے مشہور تھے –

نواب سراج الدولہ، ناظم بنگالہ کی سرکار میں داروغہ تھے، لطیفہ گوئی اور بذلہ سنجی میں شہرت رکھتے تھے، اُردو شاعری کو ترقی دینے، اور سلیس بنانے میں اُن کا نام بھی مشہور ہے بعض جگہ اُن کے کلام میں تعقید ہے - مرزا مظہر جانِ جاں کے شاگرد تھے [ا] -

کیا پہلے عزیز اتنا، گرایا آنکھ سے آخر
قیامت دور لے جا کر، مجھے اے سر و قد پٹکا

عشق پوشیدہ، نمایاں نہ ہوا تھا سو ہوا
چاک دل، چاک گریباں نہ ہوا تھا سو ہوا

طلب نہیں مجھے، حسرت، بتوں سے دل کا کام
کہ عہد ہے مجھے، دیدار کی گدائی کا
ہزار حیف نہ سمجھا تو، رسم دلداری
رہا ہمیشہ، تجھے ذوق دلربائی کا

مہربانی سے تو گھر کس کے نہ آیا تنہا
اک ہمیں نے ترا سایہ بھی نہ پایا تنہا

[ا] مظہر کے شاگرد ہونے کی وجہ سے اُن کا نام دھلی کے شعرا کے سلسلے میں لکھا گیا ورنہ لب و لہجہ، بعض خصوصیات زبان و ترکیب کے اعتبار سے اُن کو دھلی کی شاعری سے کوئی نسبت نہیں - مرتب -

رات اُس خانہ برانداز نے ، بزم اپنی سے
اور سب بیٹھے رہے مجھ کو اُٹھایا تھا

سیر رکھتا ہے ہمارا شیوۂ دیوانگی
عشق نے ، داغ جلوں سے ہم کو گلدستہ کیا
عالم بالا سے ، حسرت ! پہنچے ہے فیض سخن
فکر قد نے اُس کی ، اپنا شعر برجستہ کیا

ترے سلوکوں سے ، دل اب تو سیر ہے جاں سے
فریب لطف کا ، ہرگز نہیں میں کھانے کا

نظروں میں اُس کی ہیں ، کس کے لب خنداں " حسرت "
کیا بلا جوش میں ، یہ دیدۂ گریاں ہے آج !

دلدار کا وصال ، میسر ہو یا نہ ہو
مشتاق کو ہے شام و سحر ، انتظار فرض

خواری نے مجھے عشق کی ، جینے سے کیا سیر
جی جائے کہیں ! تاکہ مٹے یہ خلش دل

میں تیرے قول کا قائل ہوں ، ناصح مشفق !
ولے قرار دل بے قرار ، ہے مشکل

نسبت رکھے ہے اُس سے جفا ، اور جفا سے ہم
نالاں رہے ہے ہم سے وفا ، اور وفا سے ہم
ہم خاک کوے یار رکھیں ہیں ، وہ بوے گل
سودا کرے ہے ہم سے صبا ، اور صبا سے ہم
اس کی امید وصل میں ، از بس ہے ناقبول
ہے ہم سے شرمسار دعا ، اور دعا سے ہم

برھمن ہونے کو آتا ہے ، بتا سچ آج کون ؟
ہو رہی ہے ہر طرف ، "حسرت" صنم خانے میں دھوم

کب تلک دیکھیں تجھے دور سے ، حیراں ہیں ہم
کیا کوئی حسن کی دولت کے ، نگہباں ہیں ہم
کون دیوانۂ بد مست کی ، رمزیں پاوے
حسرت اس چشم سخن گو کے ، زباں داں ہیں ہم

تپا کرتا ہے دل ہر لحظہ ، لب پر رہتی ہیں آہیں
نگاہیں تھک گئیں ، تکتے ہی تکتے یار کی راہیں

ہم سے وحشت ، اسے کیا کہتے ہیں ؟
سب سے الفت ، اسے کیا کہتے ہیں ؟
لی اُٹھا ، چشم مروت ہم سے !
بے مروت ! اسے کیا کہتے ہیں ؟

اس کے دل میں ، کبھی تاثیر نہ کی
اے محبت ! اسے کیا کہتے ہیں

یاں بھی آ آ کر ستاتے ہیں ، ملامت گر مجھے
چھوڑ کر جاؤں میں یا رب ! کنج تنہائی کہاں ؟

میں جدائی میں بھی ، دلدار سے مہجور نہیں
دل میں بستا ہے وہ ، آنکھوں سے مری ، دور نہیں

ہاتھ سے اپنے نہ دے ، وصل کی فرصت راحت
پھر خدا جانے ، کہ ہم ہوویں کہاں ، یار کہاں ؟

گرچہ ہیں غواص دریاے سخن ، "حسرت" ! سبھی
ہر قلم کو ، دست گاہ گوہر افشانی نہیں

توقع ، عشق میں ، کس سے رکھوں میں دوست داری کی
ہماری ہمدمی ہے ، بار خاطر آہ و افغاں کو

کم نگاہی سے ، کم اِدھر دیکھو دیکھتے ہو تو ، پھر نظر دیکھو

دل مرا لے کے ، میاں ! جان طلب کرتے ہو
لوٹ تم نے تو مچائی ہے ، غضب کرتے ہو

جو ہوتا محرم راز رموز عاشقی ، "حسرت"
وہ ان طرزوں کو کیا جانے ، وہ یہ انداز کیا سمجھے

مقید زلف کا ہوں ، اُس کے رخ سے مجھ کو کیا نسبت ؟
ہوائے سیر گلشن کو ، اسیر دام کیا جانے ؟

میری بات سنتا ہے اس طور سے
کہ کہتا ہوں گویا کسي اور سے

سر مرا خاک ہوا ، راہ وفا میں آخر
شکر ! ضایع تو مری ناصیہ سائي نہ گئي

عاشق زار کي عرض ، اے شہ خوباں سن لے
دل پر درد کا آزار برا ہوتا ہے

بلا کش عشق کے ، اجر وفاداري کے طالب ہیں
بتوں کو ، حسن توفیق جفا کاري ، خدا دیوے

اے دل ! نہیں سینے میں ، قرار اب تجھے اک دم
پھر کس سے ؟ تری ، خانہ خراب آنکھ لگي ہے

بھرا ھے دل ، مژۂ اشک بار سے اب کے
اماں ھے ، گریہ بے اختیار سے اب کے

عشق میں ، خواب کا خیال کسے ؟
نہ لگي آنکھہ ، جب سے آنکھہ لگی
یـــار آتـا ، نظـــر نہیـں آتـا
ھے اُدھر میری کب سے آنکھہ لگي

حسد سے ھم صفیروں کے چمن ھے تنگ اب ھم پر
دعا تک میري ، اے باد صبا ! صیاد کو پھونچے

جو دلدار اپنا ، کوئي اور ٹھہرے
محبت میں ، کچھہ زیست کا طور ٹھہرے

تمھیں اے مے کشو ! ھو نوش جاں پیمانۂ عشرت
لبالب خون دل سے ، ھم تو اپنا جام کر بیٹھے

ایک پر خوں ، ایک ھے پر اشک ، تیرے ھجر میں
یعني چشم و دل کا پیمانہ ، یہاں لبریز ھے

عشق کي ، عاشق و معشوق میں نسبت نہیں ایک
طـرز سوزش ھے جـدا ، شمع سے پـروانے کـي

دشوار پڑا سخت، ترے کوچے تک آنا
ہر روز مری راہ میں، اک سنگ نیا ہے

موحد بھی نہیں ہوتے ہیں ملکر، بت پرستی کے
بنایا جس نے تجھ سا بت، میں اُس اللہ کے صدقے

یہ دوستی، یہ مروت، یہ غم گساری ہے
کہ ناخوشی میں ہماری، خوشی تمہاری ہے

اتنا نومید نہ ہو، دل کو خوشی رکھ، "حسرت"!
صبر کر، دیکھ تو کیا ہوتا ہے ہوتے ہوتے

یقین

انعام اللہ خاں یقین، مرزا مظہر کے خاص شاگردوں میں تھے - ۲۵ برس کے سن میں انتقال کیا، لیکن اس عمر میں بھی طبیعت قیامت تھی، اپنے زور طبیعت کے سامنے کسی کی حقیقت نہ سمجھتے تھے، میر تقی میر کی یہ رائے صحیح نہیں کہ "ذائقہ سخن فہمی نہ دارد" -

ان کے کلام کو دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ "مرتبہ استادی" میں کسی سے کم نہیں، کلام میں سلاست اور گداز ہے، مختصر الفاظ میں مضمون آفرینی کی شان نمایاں ہے - دیوان شایع ہو گیا ہے -

سریر سلطنت سے ، آستان یار بہتر تھا
ہمیں ظل ہما سے ، سایۂ دیوار بہتر تھا
مجھے زنجیر کرنا ، کیا مناسب تھا بہاراں میں
کہ گل ہاتھوں میں اور پاؤں میں میرے خار بہتر تھا

" یقیں " ! امید جینے کی نہیں تیری ان آنکھوں سے
اگر پرہیز تو کرتا ، تو یوں بیمار کیوں ہوتا ؟

شکوہ حسن سے آنسو ہمارے سوکھ جاتے ہیں
" یقیں " ! سورج کے آگے کب اثر رہتا ہے شبنم کا ؟

رہا میں بے خبر ، افسوس ، لذت سے اسیری کی
جو میں یہ جانتا ، کنج قفس میں آشیاں کرتا
کیا مجھ کو " یقیں " ! اس ناتوانی نے خجل ، ورنہ
گلی کو یار کی ، اپنے لہو سے گلستاں کرتا

اُس گل سے کچھ حجاب ، ہمیں درمیاں نہ تھا
جس دن کہ یہ بہار نہ تھی ، گلستاں نہ تھا

یہ کوہ طور ، سرمہ ہوگیا سارا ہی ، کیا کہیے
کوئی پتھر بھی بچ رہتا ، تو دیوانے کے کام آتا

نہیں معلوم، اب کے سال، مے خانے پہ کیا گذرا
ہمارے توبہ کر لینے سے، پیمانے پہ کیا گذرا
مجھے زنجیر کر رکھا ھے، ان شہری غزالوں نے
نہیں معلوم، میرے بعد ویرانے پہ کیا گذرا
برھمن سر کو اپنے پیٹتا تھا، دیر کے آگے
خدا جانے، تری صورت سے بت خانے پہ کیا گذرا

ھیں زخم مرے کاری، اس سینے سے کیا ھوگا؟
اب مرنا ھی بہتر ھے، اس جینے سے کیا ھوگا؟

پاؤں کو اپنے، "یقیں" کی چشم گریاں پر، نہ رکھ،
مت کر اے گُل، آب جو میں دامن رنگیں خراب

تری آنکھوں کی کیفیت کو، میخانے سے کیا نسبت؟
نگہہ کی گردشوں کو، دور پیمانہ سے کیا نسبت؟
یہ جیوے ھجر میں، وہ وصل میں بھی جی نہیں سکتا
تکلف برطرف! بلبل کو پروانے سے کیا نسبت؟

تصور کرکے لیتا ھوں مزہ میں اُس کی باتوں کا
مرے اِس چپکے رھنے کا ھے، وہ شیریں دھن باعث
محبت کا نہیں ھے ظلم بھی، خالی عدالت سے
ھوا پرویز کے جینے کا، مرگ کوہ کن باعث

رنگ گُل کی آگ پر، دامن نہ مار اے باد صبح
کیا کریں گی بلبلیں، پھر آشیانے کا علاج
شیشۂ دل کے تئیں اپنے، سنبھال رکھ "یقیں"
پھر کرے گا کون، اس کے پھوٹ جانے کا علاج

فصل گُل بھی آن پہنچی، دیکھیے کیا ہو "یقیں"!
اب کے چلتا ھے جلوں پر، جی ھمارا بے طرح

باغباں بے رحم اور دربند، دیواریں بلند
بلبل بے بال و پر، گلشن میں جاوے کس طرح

کرے ھے آئینہ، بے طرح نکتہ چینی حسن
نہ کر تو اِس کو، اب اتنا بھی روبرو گستاخ
ترے ادب سے، جنوں کو گیا ہو، ایسا بھول
کہ ھاتھ جیب سے گویا نہ تھا کبھو گستاخ

پھڑک کر جی نکل جاوے گا، بلبل کی طرح میرا
کھلا بند گریباں کو نہ رکھ اے گل بدن بس کر

بہار آخر ھوئی ھے، اب تو سینے دے گریباں کو
"یقیں"! کرتا ھے کوئی اس قدر دیوانہ پن، بس کر

ایک شب ، تو یار کے کوچے میں رہنے دے ہمیں
اس قدر بھی پاسباں ! بے خانمانوں کو نہ چھیڑ

آپ سے ہم نے مقرر کی ہے ، اپنی جا ، قفس
ورنہ تنگ پھڑکیں ، تو ہو جاویں تہ و بالا قفس

جنوں کے ہاتھ سے محفوظ اک دم رہ نہیں سکتا
رفو کرنا '' یقیں '' ! میرے گریباں کے نہیں لائق

کیوں عبث سیتا ہے ناصح ! تو '' یقیں '' کا چاک جیب
ہاتھ اس کا چھوڑتا ہے کب ، گریباں کا خیال

ہمارے درد کی دارو ، اگرچہ ہے تو دارو ہے
یہ سب کچھ سن کے ساقی ! بات پی جانے کا کیا حاصل ؟

بہ مقدار جفائے یار ، بڑھتی ہے وفا میری
کوئی چاہے تو آ دیکھے محبت اس کو کہتے ہیں

درد بن ، ہم کو کچھ اس آگ سے مقصود نہیں
عشق پھیکا ہے اگر داغ نمک سود نہیں

هم تو حاضر هیں، عشق یار کہاں
خار و خس جمع هیں، شرار کہاں

کرتا هے کوئي یارو، اس وقت میں تدبیریں
مرتا هے یہ دیوانہ، اب کھول دو زنجیریں

گلي میں عشق کي، دل بھول جاپڑا تھا "یقیں"!
پھر ان دنوں سے دوانے کا کچھ سراغ نہیں

عمر آخر هے، جنوں کر لوں، بہاراں پھر کہاں
هاتھ مت پکڑو مرا یارو! گریباں پھر کہاں
هے بہشتوں میں "یقیں"! سب کچھ ولیکن درد نہ
بھر کے دل رو لیجئے، یہ چشم گریاں پھر کہاں

کوئي دن اور کرنے دو جنوں، مجھ کو بہاراں میں
عبث سیتے هو اس کو، کیا رها هے اس گریباں میں

بلائے عقل سے، کچھ چھوٹنے کی راہ نہیں
بغیر مے کدہ، یارو کہیں پناہ نہیں

بتاں خدا کی خدائي کے سب مظاهر میں
جو ان کا بندہ هوا هے تو کچھ گناہ نہیں

اسیران قفس کي ناامیدي پر ، نظر کیجو
بہار آوے ، تو اے صیاد ! مت ہم کو خبر کیجو
کہا جاتا نہیں مجھ سے ، جو کچھ تیں کہہ سکے کہیو
مری اس بے زباني پر نظر ، اے نامہ بر کیجو

جفا کے عذر میں ، اے ظالمو نہ دیر کرو
مری زباں کو ، شکایت پہ مت دلیر کرو

یہ محراب نماز بے خودی ہے زاہداں ! سمجھو
خدا کے واسطے ، مستوں کے پیمانے کو مت چھیڑو

عمر میں ، تیں نے تو دیکھي ہے ، بہت غم خواری
اب تو اے چرخ ! تک اک اس دل ناشاد کو دیکھ

جو نہ جي سکتے ہوں بے تابي سے پھر ، وہ کیا کریں
جی نکل جانے میں کیا ہے بے قراروں کا گناہ

کسو کا دست کوتہ ، اس کے دامن تک کہاں پہونچے
تمنا کي زباں ، مت کر دراز اے بوالہوس چپ رہ

کیا دھوم مچائي ہے ، صحرا میں دوانوں نے
اس فصل مبارک میں ، آباد ہے ویرانہ

بدلہ ترے ستم کا ، کوئي تجھ سے کیا کرے ؟
اپنا ھي تیں فریفتہ ھووے ، خدا کرے
قاتل ھماري لاش کی ، تشہیر ھے ضرور
آئندہ ، تا کوئي نہ کسی سے وفا کرے

اس اشک و آہ سے مجھ کو ، ھوا [۱] یہی معلوم
یہ دل کچھ آب رسیدہ ھے ، کچھ جلا بھي ھے

حق ، مجھے باطل آشنا نہ کرے
میں بتوں سے پھروں ، خدا نہ کرے
ناصحو ! یہ بھی کچھ نصیحت ھے
کہ ''یقیں'' یار سے وفا نہ کرے

اپنے بندوں کو جلا کر خاک کرتے ھیں ، ''یقیں'' !
اِن بتوں کی ضد سے ھوجاؤں مسلماں تو سہی

چلا آگے سے جب کشتي میں ، وہ محبوب جاتا ھے
کبھي آنکھیں بھر آتي ھیں کبھي دل ڈوب جاتا ھے

نوٹ - [۱] مصحفي نے اپنے تذکرے میں یہ مصرعہ اس طرح لکھا ھے :—
اس اشک و آہ سے سودا بگڑ نہ جاے کہیں '' - مرتب ٭

بہار آئی ، بجاؤ عندلیباں ساز عشرت کے
گئیں حسرت کی وہ راتیں گئے وہ دن مصیبت کے

دوانا ہوں میں ، جی دینے میں مجنوں کے سلیقے کا
مزا لے لے کے ، مرنے کی طرح ، فرہاد کیا جانے

اجل نہ چھوڑے گی آخر ، "یقیں" کو لازم ہے
کہ اپنے سر کو ، ترے پاؤں پر نثار کرے

اگر اس کی جگہہ ، پہلو میں ہوتا خار ، بہتر تھا
بہت دیتا ہے میرا دل مجھے آزار ، کیا کہیے

بے قراری کب ٹھہرنے دے ہے مجھ کو ، زیر تیغ
مارنا سیماب کا مشکل ہے ، قاتل کیا کرے

نہ دے فرصت کہ اِن ہاتھوں سے کچھہ کام اور ہی نکلے
ہم آخر ہوں گے دامن گیر اس چاک گریباں کے

عجب سج سے کیا ہے قتل مجھ کو ، کوئی مت ٹوکو
طلب کرتا ہے ایسے قاتلوں سے خوں بہا کوئی

نہ نکلا صبر سے کچھ کام اب فریاد کرتا ہوں
مری فریاد ہی شاید، مری فریاد کو پہونچے

اگر زنجیر میرے پاؤں میں ڈالی، تو کیا ہوگا
بہار آتے ہی میرے ہاتھ ہیں، اور یہ گریباں ہے

گریباں چاک کرنے سے کسو کے، کیا تجھے ناصح؟
ہمارا ہاتھ جانے اور ہمارا پیرہن جانے

مفت کب آزاد کرتی ہے، گرفتاری مجھے
جان آخر لے کے چھوڑے گی، یہ بیماری مجھے

عاشق جو رہے جیتا، معشوق کے کام آوے
کیا لطف ہے جل جانا پروانے کو کیا کہیے

سبزے میں "یقیں"! آہو کیا حور سے پھرتے ہیں
فردوس نہ کہیے تو ویرانے کو کیا کہیے [۱]

بیان

(خواجہ) احسن‌اللہ نام، آباد و اجداد کا وطن اکبرآباد تھا،
دہلی میں پیدا ہوئے، آخر عمر میں حیدرآباد گئے اور وہیں

---

[۱] گل رعنا۔

زندگي بسر کي ' وفات بھی وھیں ھوئي ' خلیق ' پاکیزہ مزاج ' ظریف‌الطبع ' کثیرالاحباب اور متواضع تھے ' شاعري کے فنون پر عبور تھا -

کلام میں سادگي ' سادگي میں لذت اور کشش ھے ' جابجا نمکیني دل کے زخم پر نمک پاشي کرتي ھے ' محاورات کی بندش چست اور بے ساختہ ھوتي ھے - مرزا مظہر کے شاگرد تھے ' راے گلاب چند ' ان کے مشہور شاگرد ھیں ان کا قلمي دیوان انڈیا آفس میں موجود ھے سنہ ۱۲۱۳ھ میں وفات پائی [۱] -

مت سمجھہ بے حواس ' اے ھمدم
شکوۂ ھجر ' میں جو سر نہ کیا
گو کہ خسرو نے ' سو بنائے قصر
دل میں شیریں کے ' ایک گھر نہ کیا
کیا غبار اُس کے دل میں تھا ' کہ '' بیاں '' !
خاک پر بھی مري ' گذر نہ کیا

اس راہ عاشقي میں چلنا اسے روا ھے
سر اول قدم پر ' جو شخص کھو سکے گا
تقلید کر '' بیاں '' کی رویا تو بوالھوس بھي
پر سخت دل ' مژہ میں کیونکر پرو سکے گا

---

[۱] تذکرۂ مصحفي - دیوان یقیں -

قفس میں، میں رہائی کے لئے کیا کیا نہیں کرتا
پھڑکتا ہوں، تڑپتا ہوں، کوئی پروا نہیں کرتا

سیرت کے ہم غلام ہیں، صورت ہوئی تو کیا
سرخ و سفید مٹی کی مورت ہوئی تو کیا

یہ حساب دوستاں درد دل، مثل مشہور ہے
پر عجب ہیں دوست، جو دل میں بھی کرتے ہیں حساب
خان و ماں کچھہ ہم بھی رکھتے تھے کبھو، لیکن "بیاں"
اب یہی در ہے، یہی گھر، خانۂ الفت خراب

تو بزم سے اُٹھا، کہ ہوئی تلخ مے کشی
میں سچ کہوں، شراب کو سمجھا حرام آج

خدا کے واسطے مت کہیو پھر کہ مے، کم ہے
کہ اُس کے سنتے ہی ساقی خمار ہے موجود

حال غربت میں، دیکھئے کیا ہو؟
رہ خطرناک اور منزل دور
گو کہ ہے یار تو، بہ دل نزدیک
سیکڑوں کوس مجھ سے ہے دل، دور

جز خدا ، آشنا نہیں کوئی
کشتی ٹوٹی ہے اور ساحل دور

ہم سرگذشت کیا کہیں اپنی کہ مثل خار
پامال ہوگئے ترے دامن سے چھوٹ کر

جھانک ، تک باغ دل میں اپنے '' بیاں ''
اس چمن میں بھی ، کم بہار نہیں

چراغ صبح ہوں ، یا آفتاب وقت آخر ہوں
کوئی ساعت کا مہماں ہوں ، کوئی دم کا مسافر ہوں
تمنا بادشاہی کی ، کسی سفلے کو ہووے گی
مرے دل میں خدائی کا بھی خطرہ ہو تو کافر ہوں

صد حیف کہ دریا کے کنارے ہوں تشنہ
خم پاس اور افسوس کہ مجبور پڑا ہوں

کہتا ہے کون ، ہجر مجھے صبح و شام ہو
پر وصل میں بھی لطف نہیں ، جو مدام ہو

بوسے کے نام ہی پہ ، لگے کاٹنے زباں
کتنی عمل سے آگے مکافات بڑھ گئی

کوئی ایسا، جہان میں نکلے
کہ درست، امتحان میں نکلے
سو برس میں، نہ نکلے دل کی خلش
اور نکلے، تو آن میں نکلے
کچھ یہ لازم نہیں، کہ جنس عزیز
مصر ہی کی دکان میں نکلے

رسوا نہ کر، خدا سے ڈر اے چشم تر مجھے
آنا ہے اُس کی بزم میں، بار دگر مجھے
میں سست گام، قافلۂ عمر تیز رو
تنہا نہ چھوڑ جائیں کہیں، ہم سفر مجھے
ساقی تری نگاہ کے صدقے، میں، ایک بار
دونوں جہاں کی فکر سے کر، بے خبر مجھے
جتنا ستم کرے وہ اُٹھاؤں گا میں ''بیاں''
دل کے عوض بھی، حق نے دیا ہے جگر مجھے

جادو تھی، سحر تھی، بلا تھی
ظالم! یہ تری نگاہ، کیا تھی؟
مارا ہے ''بیاں'' کو جس نے، اے شوخ!
کیا جانئے؟ کون سی ادا تھی

کون کہتا ہے، چاہ مشکل ہے
چاہ آساں، نباہ مشکل ہے

صلح اور جنگ، تجھ کو سب آساں
مجھ کو ہر طرح، آہ مشکل ہے

مبارک ماہ کنعاں! اے زلیخا چشم ما روشن
بس اتنی بات، کھلے مصر میں یعقوب جاتا ہے

سلگتی ہے اِک آگ، مدت سے یاں
اس آتش کی گرمی، کدھر جاے گی
جو ہم بن، تمہاری، گزرتی ہے خوش
ہماری بھی، تم بن گزر جاے گی

میں جانتا تھا، وصل کی شب بھی دراز ہے
آنکھیں جو کُھل گئیں، تو در صبح باز ہے

اسی امید و بیم میں گذری
گاہ کی اُن نے مہر، گاہ نہ کی

ہے کدھر قیس، کہاں ہے فرہاد
عشق سے، نام چلا جاتا ہے

مری ناؤ پہونچی ہے، آ، منجدھار
تری اک توجہ سے، بس پار ہے

بہار آئی ہے اے ناصح! ہمیں بے باک رہنے دے
ہمارے طور پر ہم کو، گریباں چاک رہنے دے

یا ہوجیئے افلاطوں، یا عقل کو کھو مجنوں
دنیا میں بھر مضموں، اک نام تو کچھ کرئے
آیا وہ مہ تاباں، جاں ہم نے کری قرباں
جب آوے کوئی مہماں، اکرام تو کچھ کرئے

پائے طلب، بیٹھ کے کھینچوں کہاں
خانہ نشینی کو بھی، گھر چاہئے
دل تجھے، جیسا کہ خدا نے دیا
مجھ کو بھی، ویسا ہی جگر چاہئے

شب فراق کی دہشت سے، جان جاتی ہے
یہی ہے صبح سے دھڑکا، کہ رات آتی ہے

کہا تھا سارباں کے کان میں، لیلیٰ نے آہستہ
کہ مجنوں کی خرابی کا، کہیں مذکور مت کیجو [۱]

---

[۱] انتخاب حسرت – تذکرہ مصحفی – نکات الشعرا –

تاباں

میر عبدالحئی نام، دھلی کے رھنے والے، حضرت موسیٰ علی رضا کی اولاد میں تھے - بہت خوبصورت تھے، ابتدائے جوانی میں انتقال کیا، صاحب دیوان ھیں - سلاست کے ساتھہ اشعار میں زبان کے چٹخارے بھی موجود ھیں - عناصر سوز و گداز اور اثر کا پتا مشکل سے چلتا ھے - مرزا صاحب کے شاگرد تھے، شفیق نے حاتم کا اور میر نے حشمت کا شاگرد لکھا ھے ان کا ایک قلمی دیوان کتب خانہ، الاصلاح دسنہ، ضلع پٹنہ میں موجود ھے، دیوان چھپ بھی گیا ھے -

---

آشنا ھو چکا ھوں میں سب کا
جس کو دیکھا سو اپنے مطلب کا

بھلے برے کی ترے عشق میں اُڑا دی شرم
ھمارے حق میں کوئی کچھہ کہو، ھوا سو ھوا

جو کہ عاشق ھو میں کہتا ھوں اُسے، ایوے سیکھہ
شمع جلنے سے کی، پروانے سے مرنے کی طرح

کیا قتل اُن نے مجھہ کو، غیر سے مل
ھوا دشمن جدا خوش، وہ جدا خوش

بے وفاؤں سے ' جی میں ہے '' تاباں ''
اور سب کچھ کروں وفا نہ کروں

گر تو ناخوش ہے ' مرے شور جنوں سے ناصح
کر مجھے شہر بدر لائق زنداں تو نہیں

اب ہم ' دنوں کو اپنے نہ رووین تو کیا کریں
کرتے تھے جن میں عیش وہ ایام ھي نہیں

ان جان ہو تو اُس سے کوئي درد دل کہے
جو جانتا ہو اس کو میں آگاہ کیا کروں

برستا ہے ملھ ' میں ترستا ہوں مے کو
غضب ہے یہ ' باران رحمت نہیں ہے

مجھے ان دنوں سخت دیوانہ پن ہے
کدھر کو ہے مجنوں ' کدھر کوہ کن ہے

بیاں کیا کروں ناتوانی میں اپني
مجھے بات کہنے کی طاقت کہاں ہے
تمنا تری ٹھوکروں کی ہے لیکن
رکھوں پاؤں پر سر ' یہ جرات کہاں ہے

ممکن نہیں کہ ان سے کبھو دل مرا پھرے
گو ان بتوں کے عشق میں ناصح خدا پھرے
شور جلوں کا سرد ہے بازار، ان دنوں
آوے بہار جلد، الٰہی ہوا پھرے [۱]

شاعر

میر کلو نام، میر درد کے عزیز اور مرزا مظہر کے شاگرد تھے [۱] تفصیلی حالات معلوم نہ ہوسکے -

مرزا مظہر کے شاگردوں کا جو رنگ ہے ان کے کلام میں بھی موجود ہے -

ہر بوالہوس سے مل کر اے "عشق"! مت سبک ہو
ہے کام عاشقوں کا، تجھ سے نباہ کرنا

بھول کر بھی ادھر نگاہ نہ کی
کہہ! ترا اس میں کیا ضرر ہوتا

دشمن ایمان و جان و طاقت و آرام ہے
یہ بتاں کا حسن اور یہ جوش ایام شباب

---

[۱] گلشن ہند - خمخانۂ جاوید - مخزن نکات - تذکرہ مصحفی -

دیوانہ ہے ، جنوں سے کہیں مر نہ جائے دل
نام بہار روبرو اس کے نہ لو عبث

رونے میں دم کے رکنے کي گر ہے یہي طرح
تو جوش غم سے ہم نہیں بچتے کسی طرح

کس سے جاکر کروں تري فریاد
توهی دے آپ اپنے ظلم کی داد

ہے روشني کو بس ، دل سوزاں مرا مجھے
تربت پہ میري لائے کوئي یا نہ لائے شمع

یاں تک تو عزیز تھا ترا غم   لے گور میں بھي اسے گئے ہم

کوئی ہو کعبے میں خوش ، کوئي دیر میں محظوظ
ہمیں تو ایک دن اس بن کہیں قرار نہیں

کیوں نہ ہووے بہار آنکھوں میں
ہے مرا گل عذار آنکھوں میں

کیا کیا اثر دئے ہیں بتوں کی نگاہ کو
یارب عطا ہو کچھ تو ہماری بھی آہ کو

کروں میں جوش جنوں ضبط کس طرح یارو
کہ آہ سینے میں میرے' نہیں سماتی ہے

کیا کام ہے تک تو ٹھیر ظالم
کیوں پا بہ رکاب ہو رہا ہے [۱]

ضیا

(میر) ضیاءالدین نام ' دھلی کے رھنے والے تھے ' آخر میں عظیم آباد کو مسکن بنا لیا تھا متواضع اور درد بھرا دل رکھتے تھے ' میر حسن اپنے تذکرے میں لکھتے ہیں کہ جب کوئی شعر سوز و گداز سے بھرا ہوا سنتے تھے ان کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو نکل آتے تھے -

غزلیں درد کا مرقع ہوتی ہیں ' سادگی بیان میں دل نشیں انداز ہے رباعیوں میں بھی گداز ہے -

میر حسن - راجہ شتاب راے (ساکن عظیم آباد) کے بیٹے ان کے شاگردوں میں مشہور ہیں - سنہ ۱۱۹۴ ھ میں وفات پائی -

---

[۱] خمخانۂ جاوید - تذکرہ میر حسن -

جمع کرکے درد سارے ، تونے پیدا دل کیا
کہہ تو اے دست قضا ! پھر اس سے کیا حاصل کیا ؟
کیا مزے سے جي نکلتا جو وہ تک پھر دیکھتا
کام آساں مجھ پہ قاتل نے مرے ، مشکل کیا

باؤ بھی کھائي نہ تھی دل نے کہ مرجھانے لگا
آہ یہ غنچہ تو کچھ کھلتے ھي کمھلانے لگا
کل کي رسوائي تجھے کیا کم نہ تھي اے ننگ خلق ؟
اُس کے کوچے میں " ضیا " تو آج پھر جانے لگا

برس اے ابر جتنا چاھے تو ، اب تیري باري ھے
کبھي دل تھا تو میں بھي رو رو ، اک دریا بہاتا تھا

کیوں گریباں دم بہ دم کرتا ھے اپنا ، چاک تو
ھاتھ سے تیرے " ضیا " ! کس گل کا دامن چھٹ گیا

ھر طرف زخم تھا ، ھر سو سے داغ تھا
دل بھي " ضیا " ! ھمارا کبھي رشک باغ تھا

کیا کہا قاصد ؟ " ضیا " سنتے ھي جس کے مر گیا
بات تھی کچھ یاس کي یا ھجر کا پیغام تھا

آہ کرتے دھک گئے ہیں ہم کیا شتابی بھڑک گئے ہیں ہم
آپ کو آپ میں نہیں پاتے آہ کیدھر بھٹک گئے ہیں ہم

جیسے دو ہم درد آپس میں کریں غم خوار گی
دل ہمارا درد اپنا ' دل کا غم کھاتے ہیں ہم

جان کر زلف ' دل ! نہ دھس اس میں
دام ہے دیکھ تو نہ پھس اس میں
دل نو غنچہ ' جھڑ پڑا افسوس
رہ گئی کھلنے کی ہوس اس میں

پڑے برق تجلی ایسی ازلی لن‌ترانی پر
کہ موسیٰ ہووے بے خود اور ہو دیدار پتھر کو

کبھی جا گل کو دیکھے ہے ' کبھی دیکھے ہے نرگس کو
خدا جانے یہ چشم اپنی ' پھرے ہے ڈھونڈتی کس کو

آہوں سے سلگوں کب تک ؟ اے شعلہ تو بھڑک اُٹھ !
بجلی کی طرح مجھ پر ' اک بارگی کڑک اُٹھ

آہستہ پانو رکھیو اے بوئے گل چمن پر
سوتے ہیں اس زمیں میں ' نازک دماغ کتنے

تربت " ضیا " کي دیکھی : کل رات دور سے میں
آئے مجھے نظر واں ، شمع و چراغ کتنے

سب اُمید اپني کر حصول ، گئے
اک ترے در سے هم ملول گئے
بھول کر بھی کبھي نہ یاد کیا
هم ترے جي سے ایسے بھول گئے

برعکس وضعیس آئیس ، اس کے نبھانے کي
شاید یہي هے تاثیر اس دل کے چاهنے کي
جلدی " ضیا " خبر لے ، آتی هے تجھ جگر سے
آواز ناتواں سی ، دل کے کراهنے کي

تک آہ بچ نکل ، نہ کہیں دل تھلک پڑے
یہ جام بھر رها هے مبادا چھلک پڑے
ترے " ضیا " کا حال ، میں پوچھا تھا شمع سے
اک آہ اُس نے کھینچی اور آنسو ڈھلک پڑے

کسی کا نام لے ، کوئی عشق اپنا یاد کرتا هے
مروں هوں بدگمانی سے کہ شاید تجھ پہ مرتا هے

کیا جور ؟ کیا تعدی ؟ جو کچھہ کرو بجا ھے
بدلا ھے دل دھی کا ، اس کی یہی سزا ھے

یہ آرزو '' ضیا '' کے دل کی ، بتاں ! خدا دے
تم اُس کو گالیاں دو اور وہ تمھیں دعا دے

اک تبسم میں کیا خلق کو ساری تسخیر
مسکرانا ھے ترا یا کہ کوئی افسوں ھے

کون سے زخم کا ، کھلا ٹانکا   آج پھر دل میں درد ھوتا ھے

نہیں کھلنے کی اُمید ھی ، نہیں بو کی آس ھے
غنچہ ھوں دل کا ، مجھ میں فقط داغِ یاس ھے
تم تو ھمارے پاس سے جاؤگے کل ، پہ ھائے
اپنی نظر میں ، آج جہاں سب اُداس ھے

کعبے میں چھپ رھا ھے یا دھر میں نہاں ھے
خانہ خراب ! جلدی تو بول اتھ کہاں ھے

(رباعی)

کیا عیش و نشاط شادمانی کرتے
کیا ناز و نیاز جاودانی کرتے
گر یار کہے میں اپنے ہوتا، تو ہم
کیا خوب طرح سے زندگانی کرتے [۱]

احسن

مرزا احسن علی نام، دھلی کے باشندے تھے - نواب شجاع‌الدولہ لکھنؤ کے سرکار میں ملازم تھے غزل اور قصیدے کا خاص رنگ ھے، ان کي غزل میر ضیا کا عکس معلوم ھوتي ھے، اس لئے میر ضیا کے ساتھ دور اول میں ان کا نام شامل کیا گیا - سنہ ۱۱۶۵ھ میں بہ مقام عظیم‌آباد پٹنہ، انتقال کیا -

---

اسي لئے تو میں تجھ سے خفا ھوں اے "احسن"
گھڑی گھڑی مرے پاؤں کو چشم تر، نہ لگا

ھجر میں کیوں کر نہ ھووے آہ و زاري بیش تر
ھے قرار اس دل میں کم اور بے قراري بیش تر
روز ھجراں ھي میں تنہا، کچھ نہیں روتے ھیں ھم
وصل کي راتیں کٹیں یوں ھی ھماري بیش تر

---

[۱] خمخانۂ جاوید - چمنستان شعرا - تذکرہ مصحفی - گلشن ھند -
ان کے دیوان کا انتخاب پٹنہ سے شائع ھوا ھے - مرتب --

خاک چمن میں ، کس کی ملی آرزوے دل
جو غنچہ یاں کھلے ھے تو آتي ھے بوئے دل
جو دل اُدھر گیا سو وہ ماتی میں مل گیا
تیري گلي میں خاک کریں جست وجوے دل

سجدہ گہ ھے خاکِ "احسن" اب تو ساري خلق کي
جان دي تھي اُس نے کس کي حسرت پابوس میں

تم غیر کے ھاتھوں سے ، واں جام چڑھاتے ھو
یاں حلق میں ، لوھو کے سو گھونت اُترتے ھیں

چھٹتا ھے کوئي نالہ ، ھم سے دم آخر تک
دم جب تئیں ھے دم میں ، دم آپ کا بھرتے ھیں

محروم ھم ھوں ، محرم اسرار ھو کوئی
خلوت میں ھو کوئی ، پس دیوار ھو کوئي
راتوں کو اُس کے کوچے میں جاتا تو ھوں ولے
دھڑکے ھے دل پڑا کہ نہ بیدار ھو کوئي

زخم لگا کے سیکڑوں ، کرنے لگا شمار وہ
جو ھوئی سو ھوئی دلا ! اب تو سر حساب ھے

نامہ پتنگ کے ہاتھ سے، آئینہ دیکھنے لگا
اس سے یہ ہم پہ کُھل گیا صاف ہمیں جواب ہے

یاد ہے "احسن" ان دنوں، کن نے ہمیں بھلا دیا
سینے میں دل کو اپنے کچھ خود بہ خود اضطراب ہے

اسی منہ سے تمھیں دعویٰ مے خواری ہے اے "احسن"
ہوا ظرف اپ کا معلوم، دو ہی جام میں بہکے [۱]

عشق

رکن الدین نام، گھسیٹا عرف تھا - دھلي کے رھنے والے تھے - شاہ فرھاد مشہور درویش کے نواسے تھے -

شروع جواني میں دھلي سے مرشدآباد گئے تھے، جب تک وھاں رھے اعزاز دنیاوي حاصل تھا، وھاں سے عظیم آباد آئے تو ان کے پاس تو کل سرمایہ تھا اور فقر و درویشی طرۂ امتیاز -

تغزل میں تصوف کي چاشنی بھري ھوئی ھے، انداز بیاں دل نشیں، زبان سلیس اور اثر انداز، ترکیب میں بے ساختگي ھے -

---

[۱] گلشن ھند - تذکرہ میر حسن -

اس کی لذت کو دل سمجھتا ھے
اُس کو میں کیا کہوں ؟ کہ کیا دیکھا

دشت ! تجھ کو قسم ھے مجنوں کی
''عشق'' سا کوئی برھنہ پا دیکھا

اپنی آنکھوں سے دیکھ اے خوش چشم
مجھ سے کیا پوچھتا ھے کیا دیکھا

اُس کے دامن تلک نہ پہنچے ھم
خاک میں آپ کو ملا دیکھا

ترا یہ وعدۂ فردا تو دل کو روز فردا ھے
کہاں فرصت ھے اے ناداں ؟ بھروسا ھے کہاں ؟ دم کا

چاک دل تابہ گریباں ، نہ ھوا تھا سو ھوا
لخت دل زینت داماں ؟ نہ ھوا تھا سو ھوا

بات کہنے کی نہیں طاقت ، شکایت کیا کروں
''عشق'' رخصت دے تو شور حشر اب برپا کروں

جوں آفتاب تاباں ، گو نام کو یہاں ھوں
یہ پرتوا ھے تیرا تک دیکھ میں کہاں ھوں

باتیں نہ سن تو میری جل جائےگا دوانے
میں برق آسماں ہوں ، یا '' عشق '' کی زباں ہوں

دیکھے بن اُس کے یک دم ، چین یہ رهتا نہیں
اس دل کافر کے هاتھوں سخت گھبرائے هیں هم

قدرت

میر قدرت‌اللہ نام ، میر شمس‌الدین فقیر کے عزیز اور شاگرد تھے ، دھلی وطن تھا ، آخر عمر میں مرشدآباد میں سکونت کر لی تھی ، یہاں کے امرا نے ان کی عزت کی ، اس لیے فراغت سے زندگی بسر کی -

اشعار میں اگرچہ سلاست نہیں لیکن پھر بھی روکھے پھیکے معلوم نہیں هوتے ، حتی‌الوسع زبان کا خیال رکھتے هیں ، غزل گوئی کے نکات اور ضروریات سے واقف هیں - سنہ ۱۲۰۵ ھ میں وفات پائی [۱] -

---

هنگامۂ پرهیز و ورع اب بہ سر ایا
اے بادہ کشاں مژدہ کہ پھر ابرتر آیا
کچھ دیر هوئی ، اشک نہیں آنکھوں سے گرتے
شاید تہِ مژگاں ، کوئی لخت جگر آیا

---

[۱] گل رعنا -

ترے حضور میں، جب قصد عرض حال کیا
ہجوم گریہ نے، میری زباں کو لال کیا
میں داغ تازہ میں، توڑے یہاں تلک ناخن
کہ ایک بدر کا کاسہ، پُر از ہلال کیا

ٹوٹی کمند، بخت کا وہ زور رہ گیا
جب بام دوست، ہاتھ سے کچھ دور رہ گیا
اُوپر سے زخم گرچہ ہرے ہو چلے ولے
ناسور تھا جگر میں، سو ناسور رہ گیا

مدتوں سے رخنۂ دل، یاں جو نت مسدود تھا
اک ذرا کھولا تو دیکھا خانۂ پر دود تھا
کبریائی کا جو دیکھا میں نے جس جاپر ظہور
اپنی اپنی حد میں جو پشہ تھا اک نمرود

بے تابیوں سے، یہ دل بے تاب رہ گیا
اپنی طپش میں جل کے یہ سیماب رہ گیا
آنسو تھمے ہیں، پر نہیں سوکھی ہے چشم تر
دریا اتر گیا ہے، یہ گرداب رہ گیا

ہم پہ ایام مصیبت، آج پھر آنے لگا
یار گھر جانے لگا، اے وائے گھر جانے لگا

جب مسیحا دشمن جاں ہو تو کب ہو زندگی
کون رہ بتلا سکے ، جب خضر بھکانے لگا
کب تلک ، اے نالہ ! زیر لب رہے گا تو گرہ
حوصلہ باقی نہیں بس جی تو گھبرانے لگا

دل سدا ، سینے میں جلتا ہی رہا
لخت دل آنکھوں سے ڈھلتا ہی رہا
تونے گو مجھ کو دلاسے میں رکھا
جی مرا ، تو بھی تو گھلتا ہی رہا

آگے نہ چل سکا ، ترے کوچے کو چھوڑ کر
خورشید ، جا کے تابہ لب بام ، رہ گیا
'' قدرت '' ! کس آسرے پہ کٹے گی یہ زندگی
آنے سے اب تو نامہ و پیغام رہ گیا

آتش فروز دل ہے ، تا حسن شعلہ رو کا
ہر اشک ہے شرارہ ، ہر آہ ہے بھبو کا
ڈھونڈھے ہے پاس اب کیا ؟ سینے میں غمزدوں کے
مدت سے لٹ چکا یاں ، سامان آرزو کا
کشتہ ہوں جان و دل سے ، تیرے خدنگ کا میں
بھر کساں میں ، ہے گا پیاسا مرے لہو کا

تشنہ لب مرتا ہے نت ، موجِ دمِ شمشیر کا
اے غرور ناز! کچھ بھی فکر اس نخچیر کا
رنگ خون تشنگاں ، جس جا سے اُڑ سکتا نہیں
ہوں اسیر ناتواں اُس خاک دامن گیر کا

گھر سے جس وقت ، وہ غارت گر ایماں نکلا
کفر سے گبر گیا ، دیں سے مسلماں نکلا

اس چشم سے ہو کے آب نکلا سینے سے دل خراب نکلا
جو نالہ جگر سے پار نکلا لے سیخ پر اک کباب نکلا

بیت‌الحزن میں ، شب کہ ترا انتظار تھا
کھٹکا ہر ایک دل کا ، مرے جی کے پار تھا
ایدھر بھی ایک بار ، جفا کی عناں کو پھیر
دل ہے خدنگ دوست ، جگر ہے سناں طلب

دست‌برد ظلم سے تیرے ، ہیں جتنے ہم خراب
اس قدر بھی ہو وے گا عالم میں کوئی کم خراب
زخم سے دل کے ابھی اے چارہ گر بہتا ہے خوں
مت ڈبو بے فائدہ پھائے ، نہ کر مرہم خراب

کبھے رونا ، کبھے سر کو پٹکنا خوشا ایامِ اوقاتِ محبت

هرزہ گردي سے رهائي کی چهرا
پهر مجهے زنداں میں ، اے زنجیر ! کهینچ
جان هے وابستہ ، اس پیکاں کے ساتھ
میرے پہلو سے نہ اپنا تیر کهینچ

——

ذرا قفس سے قفس ، تو ملا کے رکھ صیاد
کہ تا اسیر کریں مل کے ایک جا فریاد

——

کسے جز خون دل ، مے خانے میں منظور ہے ساغر
مري آنکھوں میں تجھ بن ، دیدۂ ناسور هے ساغر

——

آہ روے پاک تیرا ، کس طرح آوے نظر
لخت دل جب چها رها هو دیدۂ غم ناک پر

——

یہ دلِ شوریدہ ، جب سے ساتھ هے زیر زمیں
شور محشر هي رها '' قدرت '' کي مشت خاک پر

——

تجلي ، جلوہ چاهے تو صفائي سینہ پیدا کر
اگر دیدار کا طالب هے تو آئینہ پیدا کر

——

هے نالۂ شام ، آتش و آہ سحر آتش
کیا زیست هو اپني ، اِدهر آتش اُدهر آتش

——

چل بسے دنیا سے ، بن دیکھے ترا دیدار حیف
لے چلے حسرت بھرا ، یاں سے دلِ افگار حیف

صبح کے ہوتے ہی ، ہووے جس کی یہ حالت تباہ
آہ وہ بے چارہ پھر جیوے گا کیوں کر شام تک
کر چکا ہے کام اپنا ، یاں تو درد انتظار
جب تلک پہونچے ہے قاصد ، اِس بت خود کام تک
ہم نہ کہتے تھے کہ " قدرت " مت چمن کی راہ چل
لے گئی آخر ہوائے گل ، شکنجِ دام تک

رنگ کچھ اور ہی بدلتا ہے مرا بے تاب دل
ہے گھڑی آتش کا پرکالہ ، گھڑی سیماب دل

ہوا یوں پھر گئی ، اِس بزم میں اپنے نصیبوں سے
گئے جاتے ہیں اور سب دوست تیرے ، ایک دشمن ہم
شب ہجراں کو " قدرت " ! اس طرح ہم روز کرتے ہیں
کبھی سر کو پٹکتے ہیں ، کبھی کرتے ہیں شیون ہم

نسبت ہے ہماری تری ، جوں سایۂ و خورشید
جس جا نہیں تو ہم ہیں ، جہاں تو ہے نہیں ہم

تیرے جاں سوختہ ، خورشید قیامت کے تئیں
ہر سحر ، پنبۂ ناسور جگر کرتے ہیں

بھیج مت مرہم کافور تو "قدرت" کے حضور
یہ علاج اور ھي زخموں پہ اثر کرتے ھیں

ابرو تیرے کہتے ھیں کہ میں تیغ دوسر ھوں
عاشق کا یہ دعویٰ ھے کہ میں سینہ سپر ھوں
شایستۂ دنیا، نہ سزا وار ھوں دیں کا
اے واے میں "قدرت"! نہ اِدھر ھوں نہ اُدھر ھوں

دل سے کہا سناں نے کہ سینے میں یاں رھوں
ناوک یہ پوچھتي ھے، بھلا میں کہاں رھوں
"قدرت"! بہ زیر خاک بھي آرام کب ملے
یہ درد و داغ ساتھ ھیں میرے جہاں رھوں

آگ اُس داغ کو لگیو کہ نمک سود نہیں
پھوٹے وہ آنکھ جو لخت جگر آلود نہیں
مرحبا آتش دوري کہ جلایا ایسا
جل بجھے سر سے لے پاؤں تک اور دود نہیں
زخم پر زخم لگے، تب ھو تسلی دل کی
حوصلے پر مرے اک زخم کچھ افزود نہیں

شام کو دھوتا ھوں، سو خوں جگر سے آستیں
صبح خون آلودہ ھے پھر چشم تر سے آستیں

تو بھی کم ابر بہاری سے نہیں اے چشم تر
کر دے اب رشک چمن خون جگر سے آستیں
لخت دل اور اشک ' ہرگز خاک پر گرنے نہ دے
بھر لے اے '' قدرت '' ! تو اِس لعل و گہر سے آستیں

جنوں تیرے ناخن مگر گھس گئے ہیں
کہ عقدہ پڑا ہے بہ کار گریباں
چھلکنے لگے ' اشک گل گوں مژہ سے
پھر آئی ہے فصل بہارِ گریباں

قافلے کے قافلے ' اس رہ میں جوں نقش قدم
ہو گئے پامال ' تیرے حسرت پا بوس میں

بہ نہ کر مرہم سے ' داغ سینۂ پر نور کو
کوئی بجھاتا ہے ارے ظالم چراغ طور کو
داغ نے دل کو مرے ' تنہا نہ چھوڑا ایک دم
زخم سینہ سے سدا اُلفت رہی ناسور کو

نہ جا اس بزم سے ہرگز ' جھٹک مت طرف داماں کو
نہ دے برباد اے ظالم ! غبار خاک ساراں کو
ہوا دست جنوں سے تار تار ' از بس کہ پیراہن
گریباں ڈھونڈھے ہے دامن کو اور دامن گریباں کو

تم نے تو منہ چھپایا ، اِس زلف عنبریں میں
یہ شام غم ہماری ، اب کس طرح سحر ہو ؟

میں رکھا ہے ابرو کماں کے نشاں کو
ہما ! چھیڑیو مت ، مرے استخواں کو
گلوگیر ہے ، یاں تلک ناتوانی
کہ سینے سے لب تک نہیں رہ فغاں کو
اُڑائی زبس خاک ، ماتم میں دل کے
کیا ہم نے آخر زمیں ، آسماں کو

نوح ! کشتی سے خبردار کہ یاں چھاتی سے
مرہم تازۂ ناسور کہن چھوٹتے ہے

کس کی نیرنگی ؟ یہ برق خاطر مایوس ہے
جو شرر دل سے اُٹھا ، سو جلوۂ طاؤس ہے
صبر و طاقت تو کبھی کے کوچ یاں سے کرگئے
اب وداع ننگ ہے اور رخصت ناموس ہے

لے گئی یک بارگی ، گور غریباں کی طرف
جس جگہہ ، جان تمنا سو طرح مایوس ہے
مرقدیں دو تین دکھلا کر لگی کہنے مجھے
یہ سکندر ہے ، یہ دارا ہے ، یہ کے کاؤس ہے

سینہ اُس کا ھے ' دل اُس کا ھے ' جگر اُس کا ھے
تیر بیداد جدھر رخ کرے ' گھر اُس کا ھے
اُس گلی سے جو کوئی گذرے سو جی سے گذرے
دیکھ ! اس راہ نہ چل ' راہ گذر اس کا ھے
لخت دل ' نوک مژہ پر نہ سمجھ اے ھمدم !
تخم غم ' دل میں جو بویا تھا ثمر اُس کا ھے

نہ تھی تاب نگہ ' جب لگ گیا وہ دور آنکھوں سے
نہ ھونا چشم کا بہتر تھا ایسی کور آنکھوں سے
زباں '' قدرت '' کی ضعف ھجر سے از بس ھے لکنت میں
اشارت بات کی کرتا ھے جوں رنجور آنکھوں سے

کر اقلیم قناعت کا سفر ' تا تجھ پہ روشن ھو
کہ چشم مور سے بھی تنگ تر ' ملک سلیماں ھے
لب '' قدرت '' سے جز فریاد کچھ ریزش نہیں کرتا
یہ کچھ شاعر نہیں ھے ' اپنے دل کا مرثیہ خواں ھے

نہ واقف کارواں سے ھوں ' نہ کچھ آگاہ منزل سے
کیا میں وادی الفت کو طے ' اک جذبش دل سے
گئے وے دن کہ بہتے تھے پڑے نالے ان آنکھوں سے
سر مژگاں تلک ' اک اشک اب آتا ھے مشکل ھے

غنیمت بوجھ ملنے کو، یہ عالم ایک افسوں ھے
کدھر فرھاد شیریں ھے، کدھر لیلیٰ و مجنوں ھے
تو کیا سامان پوچھے ھے کہ تجھ بن کیونکہ گذرے ھے
یہ سر ھے اور زانو، آستیں اور چشم پر خوں ھے

آساں نہ کٹے گی، یہ جدائی کی جو شب ھے
مشکل ھے، قیامت ھے، مصیبت ھے، غضب ھے

دلِ گم گشتہ خبردار! کہ یاں سینے میں
تیر بیداد سدا درپئے جاسوسی ھے

جس جگہہ جلوہ ترا، مایۂ مدھوشی ھے
یاد میں اپنی اگر ھے تو فراموشی ھے
آہ یہ کون سی منزل ھے کہ رکھتے ھی قدم
نقش پا سے، مرے سجدے کو ھم آغوشی ھے

سر گشتہ، ترے لیے جہاں ھے
اے خانہ خراب، تو کہاں ھے
جو زخم کہ ھوچکے نہ ناسور
وہ زخم نہیں، وبال جاں ھے
جو نقش قدم ھے اس زمیں پر
آئینۂ حال رہ رواں ھے
"قدرت"! تک کھول چشم عبرت
گر فکر سراغ رفتگاں ھے

اشک اب آنے ستی کچھ تھم رہے
لخت دل مژگاں پہ شاید جم رہے
اب تو اس منزل سے نہیں اُٹھتے قدم
همرهاں ! آگے چلو تم ' ہم رہے

ہر آن اک ستم ہے ہر لحظہ اک جفا ہے
کوچہ ترا ہے ظالم ' یا دشت کربلا ہے
ملتا نہیں کسی سے ' اس پر ہے کیا مصیبت ؟
یا رب یہ دل ہمارا کس سے جدا ہوا ہے

ہو گردباد جیدھر ' ہم کو اُدھر ہے جانا
صحرا میں گم رہوں کا یہ خضر رہنما ہے [۱]

مائل

میر محمدی نام ' دہلی کے رہنے والے تھے - غزل گوئی میں ایک خاص انداز کے مالک ہیں - قدرت اللہ قدرت کے شاگرد تھے -

اتنا میں مرکے دل سے ترے دور ہوگیا
ایک دن بھی آکے تو نہ سر گور ہوگیا

---

[۱] تذکرہ مصحفی - گلشن بے خار - گلشن ہند - نکات الشعرا - تذکرہ میر حسن - سخن شعرا -

جلوہ کرنے مدرسے ھي ميں تو اے جانا! نہ تھا
دير بھي ديکھا تو ترا خاص خلوت خانہ تھا

حال کھلنے کي نہ دي گريہ نے فرصت رات کو
آج پھر کہہ دو اسے "مائل" وہ کيا افسانہ تھا

بتوں سے مل کے گنواتا ھے دين و دل "مائل"
يہ کافر، آہ خدا کا بھي ڈر نہيں کرتا

نالے کو ہم نے ضبط کيا، ناصحا! تو کيا
منہ سے تو رنگ زرد، چھپايا نہ جائے گا

اشک کي طرح گرا جب، تو پھر اٹھنا معلوم
ميں وہ افتادہ نہيں ہوں کہ سنبھل جاؤں گا

معلوم کچھ نہيں، دل غمخوار کی خبر
کيا جانئے کہ کيا ھے مرے يار کي خبر
ہو جا نہ رفتہ رفتہ، تپ عشق کارگر
"مائل" شتاب لے تو اس آزار کي خبر

کيا کيا کہوں ميں تجھ سے دل زار کي ھوس
مشہور ھے جہاں ميں بيمار کی ھوس

عجب صحبت برار آتی ھے ' ان دونوں کی آپس میں
جدا اک دم نہیں رھتے ' جہاں ھو گُل وھیں بلبل

سب یار ھیں تمھارے ' اغیار ھیں تو ھم ھیں
آنکھوں میں یاں سبھوں کے ' اک خار ھیں تو ھم ھیں
چنگا بھلا ھے تو تو ' پیارے ! تری بلا سے
آزار ھے تو ھم کو ' بیمار ھیں تو ھم ھیں

" مائل " سے یارو ' مرد مسلماں پہ ' یہ ستم
اللہ کا بھي ' اس بت کافر کو ڈر نہیں

پیاپے ساقیا ! دے مجھ کو بھر بھر جام گلشن میں
کہ دونا لطف رکھے ھے ' مے گل فام گلشن میں
مجھے آہ و فغاں ' ان ھم صفیروں کا خوش آتا ھے
وگرنہ مجھ سے دیوانے کا ھے کیا کام ؟ گلشن میں

نالے میں سب کے ' فرض کیا میں اثر نہیں
اے آہ صبح ! تو بھی تو کچھ کارگر نہیں

کچھ تعجب نہیں گر مر گیا " مائل " تیرا
یار کیا لگتا ھے انسان کے مر جانے کو

کہتا نہ تھا میں باز آ ہردم کی اس ہنسی سے
آخر گیا نہ ظالم ! اک بے گناہ جی سے

حزیں

(میر) محمد باقر نام ' دہلی کے رہنے والے تھے غزلوں میں شیرینی سے زیادہ گداز ہے ' قریب قریب ہر صنف شاعری پر طبع آزمائی کی ہے - غزل کا خاص رنگ ہے - مرزا مظہر کے شاگرد رشید تھے - دیوان اُردو مرتب اور مکمل ہے لیکن کم یاب ہے [۱] -

---

ہے کہاں قدرت ہمیں یاں تک ' جو ہم سے ہوسکے
نعت پیغمبر کی یا اس شاہ حیدر کی ثنا
جس طرح جی چاہتا ہے ' ہو نہیں سکتی " حزیں "
حضرت استاد یعنی شاہ مظہر کی ثنا

غم نے آباد کیا خانۂ ویراں میرا
ابر مژگاں سے ہوا سبز بیاباں میرا

خوب سوجھا ہے مزا عشق میں رسوائی کا
معتقد دل سے ہوں ' اس دل کی میں دانائی کا

---

[۱] گل رعنا -

یہ کہہ کر باغ سے رخصت ہوئی بلبل کہ یا قسمت
لکھا تھا یوں کہ فصل گل میں چھوٹے آشیاں اپنا

میں تو بندہ ہوں ' تری جور و جفا کا لیکن
سخت دھڑکا ہے مجھے اس دل سودائی کا

شیریں نے دی تھی دل میں اگر کوہ کن کو جا
اس نے بھی جی کو دے کے ' حق اس کا ادا کیا
نالاں نہیں ہے جور و جفا سے ترے "حزیں"
جو تو نے اس کے حق میں کیا سو بجا کیا

جو ہیں آنکھوں کے مخمور ' ان کو مے خانے سے کیا نسبت
نگہہ کے ہیں جو تشنہ ' اُن کو پیمانے سے کیا نسبت
خبر لے یا نہ لے صیاد ! ان کو دام میں مرنا
گرفتاروں کو تیرے آب اور دانے سے کیا نسبت

اس پر نہیں ہوا ' یہ دل مبتلا عبث
ناصح ! تک اُس کو دیکھ ' مجھے مت ستا عبث

مری رنگیں کلامی کا ہے وہ گل پیرہن باعث
کہ ہو ہے بلبلوں کی خوش صفیری کا چمن باعث

" حزیں " ان شعلہ رخساروں سے مت جی کو لگا ہرگز
ہوئي آخر کو پروانے کے جلنے کي ، لگن باعث

وہ نگاہ مست ہے اِس چشم گریاں کا علاج
مے سے ہوتا ہے ، خسار مے پرستاں کا علاج

ریجھتا ہوں دیکھ کر الفت میں پروانے کي طرح
جي سے خوش آتي ہے مجھ کو اس کے مر جانے کی طرح
امتحاں نے کوہ کن کا ، کر دیا خانہ خراب
دیکھ لی شیریں کي ، ہم نے کام فرمانے کي طرح
نو بہار آئی " حزیں " اب کیجئے کیا جاں کا فکر
بے طرح مجھ کو نظر آتی ہے دیوانے کی طرح

دیکھنے میں اس کے ، کب آتی ہیں ایسی صورتیں
دیکھ کر تجھ کو ، نہ ہو آئینہ حیراں کس طرح

یہ شانہ زلف سے تیری ہے ، مو بہ مو گستاخ
نہ کر تو آپ سے ظالم ! ہر ایک کو گستاخ

کون دے گا ؟ دیکھ ! اس منھ کو دل محزوں کی داد
لی نہیں جائے گی محشر میں بھی ، اس کے خوں کی داد

گوارا ہوگیا دل پر ہمارے ، جور یار آخر
ہمیں رنج و الم سے ہوگئی صحبت برآر آخر

نہ ہو اے باغباں بلبل کو مانع گل کے ملنے سے
نہیں رہنے کی گلشن میں بہار آخر سدا ہرگز

خوب رو شاید مزا پاتے ہیں اپنے جور سے
اس قدر جو ، ان کو ہوتی ہے ستانے کی ہوس

شیشۂ دل کیوں نہ ٹوٹے عشق کے صدموں سے ہائے
اس بچارے کو ہے ، اس بار گراں سے اختلاط

بے خبر ہوتے ہیں جو کہ ، عشق کی لذت سنتی
وہ نہیں رکھتے ، مزے سے زندگی کی اطلاع

یہ تجلی حسن کی تیرے ، کہاں پاتی ہے ؟ شمع
دیکھ کر تجھ کو خجالت سے پگھل جاتی ہے شمع

بجھ گیا تھا مرگ سے مجنوں کی ، الفت کا چراغ
داغ نے میرے ، کیا روشن محبت کا چراغ

خجل رکھتی ہے ہم کو ناتوانی، جور جاناں سے
یہ تھوڑا سا لہو، اس تیر مژگاں کے نہیں لائق

نہ ہوتا اس قدر خوباں میں، گر وہ تند خو نازک
تو کب ہوتی؟ ہماری شاعری کی گفتگو نازک

آئی ہے نوبہار، دھڑکتا ہے دل کہ ہائے
پھر شور و شر کرے گا یہ خانہ خراب دل

دے کر دل اپنا، کیوں عبث افسوس اب کھاتا ہے دل
جاتا رہا جب ہاتھ سے پھر ہاتھ کب آتا ہے دل

فصل گل آخر ہوئی، کیا دیکھ ہوں گے شاد ہم
کچھ کر، اے صیاد! اب ہوں گے نہیں آزاد ہم

اس بے وفا کے عشق سے کچھ مجھ کو جس نہیں
پاؤں تلک بھی ہائے مجھے دسترس نہیں
جس دن سے میں سنا ہے کہ آخر ہوئی بہار
اس دن سے چھوٹنے کی مجھے کچھ ہوس نہیں

کچھ کہا شاید اس نے قاصد سے
دل پہ میرے ' وہ اضطراب نہیں

نہ وصل میں اسے راحت نہ ہجر میں آرام
کسی طرح سے ''حزیں'' دل کے تئیں قرار نہیں

لطف سے سرسبز کر اپنے محبت کا چمن
خشک رہتا ہے وفا بن ' جان الفت کا چمن
خاک پر میرے ترشح مت کر اے ابر بہار !
ہو رہا ہے اشک سے سیراب حسرت کا چمن

بے طرح دیوانگی پر ' عشق میں آیا ہے دل
دیکھئے ! اب زندگی کا کیا ؟ مرے اسلوب ہو

حال اے قاصد مرا ' جو کچھ کہ تو جاتا ہے دیکھ
اس طرح سے اس سے مت کہیو کہ وہ محجوب ہو

کچھ محبت میں نہیں ' عاشق بچاروں کا گناہ
دل کی گردن پر ہے سب دن ' دل کے ماروں کا گناہ
عاشقوں کے دل میں کب ہے ؟ صبر کی طاقت '' حزیں ''
نوحہ کرنے میں نہیں ' ان بے قراروں کا گناہ

میں چاھتا ھوں عشق چھپاؤں ، یہ کیا کروں
رسوا کرے ھے خلق میں ، یہ چشم تر مجھے

کچھ کٹے وصل میں ، کچھ ھجر میں گریاں گزرے
کیا مری عمر کے اوقات ، پریشاں گزرے

راحت نہ دل کے ھاتھ ، میں پاؤں گا ایک دم
جب تک کہ میرے ساتھ یہ خانہ خراب ھے

" حزیں " میں درد دل کا ، کس طرح ظاھر کروں اس سے
مجھے کہتا ھے ، " تیری بات مجھ کو خوش نہیں آتی "

وفا میری ، اگر جور و جفا تجھ کو نہ سکھلاتی
تو کیا آرام سے ؟ یہ زندگانی ھاے کٹ جاتی [۱]

لطف

مرزا علی نام ، ان کے والد کاظم بیگ ، اسطرآباد (ایران)
کے رھنے والے تھے ، مرزا کاظم بیگ نادرشاہ کے ساتھ ھندوستان آئے
تھے اور دربار میں داخل ھوگئے فارسی کے اچھے شاعر تھے -

---

[۱] انتخاب حسرت -

"لطف" نے عرصۂ قلیل میں اُردو میں ایسی مہارت پیدا کی کہ ان کا شمار استادوں میں ہونے لگا - سلاست کے ساتھ جذبات تغزل کا اظہار کرتے ہیں زبان کا بھی لطف ہے اور محاورہ بلدی کا بھي - انہوں نے اکثر ترکیب اور مضمون فارسی سے لیکر اُردو کو مزین کیا ہے - تذکرہ گلشن ہند نہایت تحقیق سے لکھا ہے [۱] -

پاس ناموس محبت ' فرض ہے پروانہ وار
شمع ساں ' سوز شب ہجراں زباں پر لائیں کیا
بلبل و گل میں وہ جوشش ' سرو قمری میں یہ ربط
گلستان دھر میں ' پھر دل کے تئیں الجھائیں کیا

چمن کو کل ' جو تري مے کشی کا دھیان رہا
ہر ایک پات کے کھڑکے پہ ' گل کا کان رہا
جو عمر خضر ہو شاید ' تو وصل ہوے نصیب
یہ زندگي جو تھي ' اس میں تو امتحان رہا

نہ کر ' اے بلبل دل سوختہ ! صیاد کا شکوا
کہ جاں بازوں کے دیں میں کفر ہے ' جلاد کا شکوا
نہیں شیریں پہ کچھ موقوف ' یہ قسمت کي خوبی ہے
زبان تیشہ سے کوئی سنے فرہاد کا شکوا

---

[۱] گل رعنا -

ایک دن، حال دل زار نہ دیکھا نہ سنا
سچ تو یہ، تجھ سا بھی دل دار نہ دیکھا نہ سنا
دیکھ، کل نبض مری، رو کے لگا کہنے طبیب
کبھی میں نے تو یہ آزار نہ دیکھا نہ سنا

ہے اس شدت سے، رنگینئ کوئے یار کا چرچا
کہ بھولا عندلیبوں کو گل و گل زار کا چرچا
ڈھکا رہ جائے اسرار محبت، تو غنیمت ہے
ہوا ہے اب حکیموں میں، مرے آزار کا چرچا
ہمیں ہے یار کے چرچے سے یہ فرصت، کہاں ہمدم؟
کہ اب دن رات بیٹھے کیجئے اغیار کا چرچا

زہے غفلت! کہ ہم دنیا کو بزم عیش سمجھے تھے
کُھلی چشم حقیقت بیں، تو کام اژدھا نکلا
نہ کر اے "لطف" ناحق رہ روانِ دھر سے حجّت
یہی رستہ تو کھاکر پھیر ہے کعبے کو جا نکلا

فرہاد سا نہ رنگ، نہ مجنوں سا کیا حال
کس منہ سے؟ اُسے بھیجئے پیغام محبت

کیوں کر نہ بھلا ہمدم! ہو زندگی اب مشکل
ہیں دل میں تو سو باتیں اور جنبشِ لب مشکل

اک آہ کے کرنے کو سو چاہئیں تمہیدیں
کس سے کہیں؟ حال دل، ہے آہ عجب مشکل
دو لاکھ بھانے ہوں، نت روئیے دو آنسو
دو دن کا ہوا جینا، ہم کو تو غضب مشکل

میں کیا ہوں باختہ رنگ، اُس شعلہ رو کے آگے
مہتاب کے بھی منہ پر، چھٹتی ہوائیاں ہیں
طاقت حباب ساں، اک نظارہ کی ملی ہے
ان فرصتوں پہ ظالم یہ خود نمائیاں ہیں
اے "لطف"! اس غزل پر کہنا بقول سودا
یہہ عاشقی نہیں ہے زور آزمائیاں ہیں

او میاں تیغ والے! اور اک زخم
کب سے ہم ایڑیاں رگڑتے ہیں
برگ گل، جس نمط خزاں میں جھڑیں
لخت دل، یوں مژہ سے جھڑتے ہیں
بس غم یار! اب نبڑ جلدی
ورنہ اب یار ہی نبڑتے ہیں

تم ہو، بزم عیش ہے واں، اور صحبت داریاں
ہم ہیں کنج غم میں یاں اور جان سے بے زاریاں
تم کو سیر باغ و گل گشت چمن کا واں ہے شوق
یاں بدن پر ہے ہجوم داغ سے گل کاریاں

دھیان ہے، آرایش زلف پریشاں کا تمھیں
یاد ھیں حال پریشاں کي مرے، کچھ خواریاں
یاں بہ رنگ پیکر تصویر، ہم خاموش ھیں
گفتگو کي تم دکھاتے ھو وھاں طراریاں

نہیں یہ شیشہ، مت اے محتسب مچادھومیں
دھرا ہے آبلۂ دل، ھمارے پہلو میں
کب اپني چشم میں طوفانِ نوح کو ھو قدر
نہاں ہے یاں، وھي عالم ھر ایک آنسو میں
اگرچہ فرق زمیں آسماں کا ہے تاھم
ملے ہے وضع فلک کي بہت، تري خو میں

گذر جا سر سے مانند قلم، گر ہے سر شاھي
نہ آساں سمجھیو، پانا سیہ بختي افسر کو
کبھي تو خاک ساروں کا بھي غم خانہ، کرو روشن
نہیں گو کچھ بھی، نقش بوریا تو ھوگا بستر کو

کیا ھم نے تو ترک مدعا کو، مدعا اپنا
خدا توفیق بخشے نیک، چرخ سفلہ پرور کو

نہیں معلوم، کیا اس سینۂ سوزاں میں پنہاں ہے
کہ ھر تار نفس، جوں رشتۂ شمع، آج سوزاں ہے

مري طرز سخن ' پہنچي کہیں اے '' لطف '' گلشن میں
نئے انداز سے ' بلبل چمن میں اب غزل خواں ھے

جس دن سے ہم ' جنوں کے ھیں داماں لگے ہوئے
دامن کي جا ' یہاں ھیں گریباں لگے ھوئے
اللہ رے قید خانۂ ھستي ' کہ دم کے ساتھ
ھر اک قدم پہ لاکھوں ھیں زنداں لگے ھوئے
بارے ! چھٹتے اسیر بلا ' اُس گلي میں آج
ھیں تودہ ھائے گنج شہیداں ' لگے ھوئے
بیداد کا ترے ' تو کھلا حال بعد مرگ
سینے میں زخم تھے کئي ' پلھاں لگے ھوئے
رکھ ! سوچ کر قدم مري وادي میں گردباد '
پاؤں سے اپنے ھیں یہ بیاباں لگے ھوئے

خورشید کي بھی آنکھ فلک پر جھپک گئي
تک جو گرہ نقاب کی اس کے سرک گئي

سب کنارہ گیر ' اپنے اور بیگانے ھوئے
اب کي فصل گل میں ھم ' بے طرح دیوانے ھوئے
سنتے ھیں ' کي محتسب نے بیعتِ دست سبو
مژدہ ' مے نوشاں ! کہ پھر آباد مے خانے ھوئے

وہ خودفروش آگیا بارے چمن میں ' کل
بوئے خودی ' نکل گئی گل کے دماغ سے

ہووے ' فضائے ہستي مرحوم کا برا
کنج عدم میں کاٹتے تھے کس فراغ سے ؟

گردش چشم بتاں کے ' بس کہ ساغر نوش تھے
گردش گردوں کو ' ہم کہتے تھے گردش جام کي
جب سے کھینچا " لطف " رنج فرقت یار و دیار
اب ہوئی معلوم ' محنت گردش ایام کی

کیوں دل پہ مرے جادو ' ان آنکھوں کا نہ تھن جائے ؟
جس پر کہ پڑے آنکھ ' سو دیوانہ سا بن جائے
بے چین بہت ' " لطف " کی ہے کل سے طبیعت
اللہ کرے ' آج وہ روٹھا ہوا من جائے

اِدھر سے جتلي یگانگت کي ' اُدھر سے اُتلي ہوئي جدائی
بڑھائي تھوڑي سي جب اِدھر سے ' بہت سی تم نے اُدھر گھٹائی
نہ ہم سے بگڑو نباہ دو جی ! نہیں ہے کچھ تم کو دھیان اس کا
کہے گی خلقت ' کہ ہوچکي بس ' وہ دیکھو دونوں کی آشنائي

(رباعیات)

جنت سے کہہ بزم ' مري بو دیکھو ؟
یوں جام کہے جم سے ' کہ مجھ کو دیکھو
ہر آئینہ ' آئینہ محل کا تیرے
کہتا ہے سکندر سے ' کہ منہ کو دیکھو

منه رکھتے ہیں کیا ؟ صاحب تاج و دیہیم
جو خاک نشینوں کے تئیں جانیں سقیم
ہم ، آنکھ اُٹھا دیکھیں نہ گردوں کی طرف
گر خم نہ ہو ماہ نو برائے تعظیم [۱]

رنگیں

(مرزا) سعادت یار خاں نام ، ان کے والد مرزا طہماسپ بیگ توران کے رھنے والے تھے ، لاھور آئے اور نواب حسین الملک کی سرکار میں ملازم ھوئے -

رنگیں سر ھند میں پیدا ھوئے ، دھلی میں تربیت پائی شہ سواری ، تیراندازی میں کمال تھا ، گھوڑوں کے بہت اچھے معالج تھے ، اکثر شاھزادوں کے مصاحب رھے ، کبھی کبھی تجارت بھی کرتے تھے ، شوخی اور بذلہ سنجی میں مشہور تھے ، زبان کے چٹخارے زیادہ ھیں ، لیکن مضمون آفرینی سے بھی نہیں چوکتے ، کلام میں گداز بھی ھے -

تصانیف میں چار دیوانوں کا مجموعہ ھے دواوین کے نام ریختہ - بیختہ - آمیختہ - انگیختہ ھیں ان کے سوا اور بھی کتابیں ھیں -

ایجاد رنگیں - فرس نامہ - رنگین نامہ - مجالس رنگیں - مثنوی دل پذیر - اپنی اپنی جگہہ پر مقبول اور قابل قدر ھیں - ایجاد

---

[۱] گلشن ھند - دیوان لطف -

رنگیں میں چھوٹی چھوٹی حکایتوں کے ذریعہ سے اخلاق کي تعلیم دی ھے - حاتم کے شاگرد تھے - سنہ ۱۲۵۱ ھ میں وفات پائي [۱] -

---

کر اپنے دل میں تو انصاف ، میں روتھا رھوں کیوں کر ؟
گلے میں ڈال کر با نہیں منانا تیرا ، یاد آیا

تا حشر رھے ، یہ داغ دل کا یارب ! نہ بجھے چراغ دل کا

کیا کرتے ھو ناصح ! تم نصیحت رات دن مجھ کو
اسے بھي ایک دن تم جا کے سمجھاتے تو کیا ھوتا ؟

کھینچ لائي ھے اسے ، اے کشش دل تو یاں تک
بارے صد شکر کہ تجھ کو بھی یہ مقدور ھوا

قسم ھے ایک عالم کو ، رُلا دیتا ھے اے "رنگیں"
وہ اس کي جھڑکیاں کھاکر ، ترا مجبور ھوجانا

جو لکھا تھا ، اُس نے ، وہ تو پڑھ لیا اے نامہ بر !
اب یہ جي میں ھے کہ لیں حرف زبانی کا مزا
لذت اُس کے تیر کي ، "رنگیں" ! بیاں کس سے کروں ؟
میں نے پایا ھے کچھ ، اس درد نہاني کا مزا

---

[۱] مہر جہاں تاب -

پابوس یار کی ہمیں حسرت ہے اے نسیم!
آہستہ آئیو تو ہمارے مزار پر

رہروانِ عدم، ذرا ٹھہرو!
ہم بھی چلتے ہیں ساتھ، دم لے کر

راکھ کا اک ڈھیر دیکھا اور کچھ پایا نہ خاک
اپنے سینے میں بہت سی، میں نے کی دل کی تلاش

مجھ سے ہے کعبہ و بت خانے کی یارو! رونق
نظر آتا ہے مجھے دونوں جگہ جلوۂ حق

کل شام کو، ''رنگیں'' سے کہیں آنکھ لڑی تھی
سر کے نہیں وہ، روزن دیوار سے اب تک

زاہد! بتا کہ کعبے میں کیا دیکھتا ہے تو؟
جاتے ہیں دیر میں تو صنم دیکھتے ہیں ہم

تو نہ گزرے گا جفا سے تو، یار!
جان سے اپنی گزر جائیں گے ہم
تیری دہلیز پر، اپنے سر کو
ایک دن کاٹ کے دھر جائیں گے ہم

دم کہیں لیں گے نہ پھر، تابہ عدم
تیرے کوچے سے اگر جائیں گے ہم
زیست باقي ھے، تو اپنا "رنگیں"
نام اس عشق میں کر جائیں گے ہم

گرم اِن روزوں میں، کچھ عشق کا بازار نہیں
بیچتا دل کو ھوں میں، کوئی خریدار نہیں

دل وہ کیا دل ھے کہ جس دل میں کوئي یار نہیں
یار کیا یار ھے جو یار کہ دل‌دار نہیں
غم وھي غم ھے کہ جس غم سے بھرا ھو سینہ
سینہ کیا سینہ ھے جو سینہ کہ افکار نہیں

ھم رھے کنج قفس میں، فصل گل جاتي رھے
اب، کہو چشم رھائي کیا رکھیں صیاد سے ؟

چاہ کر ھم اُس پری رو کو جو دیوانے ھوئے
دوست، دشمن ھو گئے اور اپنے، بیگانے ھوئے
پھر نئے سر سے یہ جي میں ھے کہ دل کو ڈھنڈھئے
خاک کوچے کی تري، مدت ھوئی چھانے ھوئے

دل کو کوئی کس طرح سنبھالے
یاں جان کے پڑ رہے ہیں لالے

روح نے جسم پر، گرانی کی اب یہ حالت ہے ناتوانی ہے

خوب ہے ایک ایک سے، دنیا میں جو محبوب ہے
پر جو ہم نے خوب دیکھا تو وہی کچھ خوب ہے

ہر گھڑی دھیان اُدھر، اے دل نادان نہ جائے
ہے یہی خوب کہ یہ بات کوئی جان نہ جائے
جوش سودا میں تو واشد نہیں ہوتی دل کو
جب تلک ہاتھ مرا، تابہ گریبان نہ جائے

تشنہ کاموں کو بھی کرنا، ایک دو قطروں سے یاد
جب کہ تو لبریز ساقی! ساغر صہبا کرے

" رنگیں " اک وضع پر گذارا نہ ہوا - دنیا میں آہ
گذرا جو کچھ، وہ پھر دوبارا نہ ہوا - ہر شام و پگاہ
چاہا ہم نے بہت نہ چاہا اس نے - مجبوری ہے
چاہا اس کا ہوا، ہمارا نہ ہوا - اللہ اللہ

رباعي

اے موجب عیش و شادمانی پھر آ
اے باعث لطف زندگانی پھر آ
میں ہوں ترے بن، چشم خوباں میں ذلیل
پھر آ تو اب اے میری جواني پھر آ [۱]

نمونہ مثنوي ایجاد رنگیں :—

حمد باري

ہوسکے ہے حمد کیا، اس پاک کي
پاک کي، جس نے یہ صورت خاک کي
سوخت ہوں جس جا، ملائک کے بھي پر
اس جگہہ میں کر دیا اس کا گذر
یاں تلک رتبہ دیا اس خاک کو
کر دیا فرماں میں ہفت افلاک کو
واقف اسرار اس کو کر دیا
تھا جو نور معرفت، سو بھر دیا
کنج مخفی میں جو تھا اسرار غیب
اس پہ ظاہر کو دیا بے شک و ریب
پھر "نفخت فیہ" فرمایا کسے
جز بشر، یہ حکم آیا ہے کسے
بے ستوں، برپا کیا افلاک کو
اور پانی پر بچھایا خاک کو

---

[۱] انتخاب حسرت -

پھر پکڑ نے جب لگا وہ رنگ فرش
کوہ کے ، اس پر رکھے تب سنگ فرش
صانع قدرت نے جس دم کی رقم
صفحۂ تقدیر پر لے کر قلم
کن کے کہتے جس گھڑی بنیاد کی
صورت کون و مکاں ایجاد کی
عاشق و معشوق کو پیدا کیا
ایک اوپر ، ایک کو شیدا کیا
طوق قمری کی دیا گردن میں ڈال
سرو کا ، دل میں رکھا اس کے خیال
کر دیا خاکستری ، اس کا لباس
اس کو بھی آزاد رکھا ہے اُداس
شمع کا جو کچھ کہ ہے سوز و گداز
دل پہ پروانے کے کھولا اس کا راز
یہ ادھر جلتا ہے اس پر ہر گھڑی
دیکھ کر روتی ہے اس کو وہ کھڑی
کر دیا معشوق ہر ایک گل کو پھر
عاشق اس کا کر دیا بلبل کو پھر
وہ تو ہے نالاں اُسی کے شوق میں
ہے گریباں چاک وہ بھی ذوق میں
اپنا مظہر ، پھر محمد کو بنا
نور سے اپنے اُسے پیدا کیا
کیا کہوں ؟ نعت اُس شہ لولاک کی
جس کے باعث ہے ، یہ عزت خاک کی

اس کي هستي کا نه هوتا گر سبب
تو یه مخلوقات ، کچھ هوتي نه تب

حکایت طوطا

ایک طوطا بولنے میں طاق تھا
اس کا پڑھنا شہرۂ آفاق تھا
شعر اچھے ، یاد تھے اس کو هزار
اور لطیفے بولتا تھا بے شمار
پوچھتا جو اس سے جو کچھ ، وہ شتاب
بات کا اس کے وهیں دیتا جواب
هر سخن اس کا تھا ، مصري کی ڈلي
بات اس کی سب کو لگتی تھي بھلی
گھولتا تھا قند ، هر اک بات میں
سو اُپچ لیتا تھا ، دن اور رات میں
کیا کہوں وصف ؟ اس کي میں تقریر کا
تھا وہ مشغولا جوان و پیر کا
مالک اس کا ، ایک اهل هند تھا
پر بہت بد وضع مرد رند تھا
اپنے افعالوں سے هوکر منفعل
ایک دن رونے لگا ، وہ سنگ دل
بولا طوطا ، بے سبب روتا ھے کیوں ؟
تو خلاف عادت ، اب روتا ھے کیوں ؟
بولا وہ ، اے مرغ دل‌کش خوش نوا
دردعصیاں کي دوا مجھ کو بتا

کہہ، تو تو، اس درد کو کہتا ہے کیا
ہوسکے مطلق نہ جس کی کچھ دوا
بولا طوطا جو ہیں دکھ، دنیا میں آج
کوئی اُن میں تو نہیں ہے لا علاج
اور لگا کہنے کہ یہ آ سان ہے
جو نہ جانے اس کو، وہ ان جان ہے
آج تک تو ہیں کھلے، توبہ کے در
حق سے ڈر کر، دل میں استغفار کر
جب خدا نا کردہ، ہو جاویں گے بند
تب نہیں ہونے کی توبہ سود مند
غرق گو عصیاں میں ہے، سرتا بہ پا
پر اُمید عفو سے، مت ہاتھ اُٹھا
کچھ خلل اپنے نہ لا، اوسان میں
ہے لکھا ''لا تقنطو'' قرآن میں [ا]

نثار

محمد امان نام، سعادت اللہ معمار کے بیٹے اور ''اُستا'' معمار کی اُولاد میں تھے، جامع مسجد دہلی اِنہیں کی بنائی ہوئی ہے - دہلی کے رہنے والے تھے -

دہلی پر جب آفت آئی تو یہ لکھنؤ چلے آئے، یہاں ان کی عزت ہوئی - غزل کی ضروریات، کلام میں موجود ہیں الفاظ

[ا] نسخۂ قلمی ایجاد رنگین -

معانی سے زیادہ لاتے ہیں، اپنے رنگ خاص کے استاد ہیں، شاہ حاتم کے شاگرد تھے -

---

گھوارے میں آپ اپنے، وہ جھولے ہے شب و روز
انسان میں یہ دم، نہیں آتا ہے نہ جانا
ہے نام "نثار"! اپنا حقیقت میں بھکاری
اور اسم شریف اس کا جو پوچھو تو ہے داتا

اک ایک سے کہا کہ مجھے چاہنا ہے یہ
خانہ خراب تو مرا پردہ اُٹھا گیا
اس سر زمیں پہ لاکے مجھے، آج آسماں
سجدے کو تیرے نقش قدم کے، بٹھا گیا

کیا فسوں تونے خدا جانے، یہ ہم پر مارا
تجھ سے پھرتا نہیں دل، ہم نے بہت سر مارا

تجھ سوا کوئی نہیں عشق بتاں میں یارب!
زور بازو کا بھروسا ہے نہ زر کا تکیا
ضعف کا کام کھنچا، اب تو بہت دور "نثار"
پنبۂ داغ کیا ہم نے، جگر کا تکیا

بگڑ نہ مجھ سے ' میں دیکھوں ہوں پاک نظروں سے
کچھ اور جی میں نہ لے جا ' کدھر گمان گیا

اچھا نہ ہوگا بیمار ' اُس چشم سرمہ سا کا
بس اے طبیب بس کر ! دیکھا اثر دوا کا
اقبال زخم سینہ ' ہے بر سر ترقی
شاید کہ تیر تیرا ' رکھتا تھا پر ہما کا

ہوگئی عید مرے کلبۂ احزاں میں " نثار " !
اس صنم کو جو مرے گھر میں خدا لے آیا

غیر ہمدم ہو گیا اور ہم ہوے دم میں جدا
واہ وا اے چرخ برہم ! کیا کیا تھا ' کیا ہوا

ہے جو سینے میں جگر ' دھکے ہے انگارا سا
دل جو پہلو میں ہے ' بے تاب ہے وہ ' پارا سا
دل کہیں ' دیدہ کہیں ' جی ہے کہیں ' جان کہیں
گردش چرخ میں ہر ایک ہے ' آوارا سا

ہم چھین لیں گے آئینہ ' مت دیکھ اپنی انکھڑیاں
اے شوخ تو بیمار ہو ' کیوں کر یہ دیکھا جاے گا ؟

کہتا ہے یار مجھ سے، تو ساتھ مت پھرا کر
میں بھی خراب ہوں گا، تو بھی خراب ہوگا

دل سے ترا خیال، کوئی کیا اُٹھائے گا
یہ نقش کالحجر ہے، اسے کیا مٹائے گا
میری طرح دیا ہے جسے حق نے داغ عشق
کس واسطے چراغ، وہ گھر میں جلائے گا

حیف صد حیف، ہمیں بھول گئے بندہ نواز
ایک پرزہ نہ کسی روز رقم فرمایا

منظور ہے جو تم کو، ہم زخمیوں کا جینا
تار نگہ سے پیارے؛ سینے کے زخم سینا
گو عید کو نہ آئے تو بعد ہی کو ملئے
اے رشک ماہ! خالی جاتا ہے یہ مہینا

گالی رہی اُدھر سے، اِدھر سے دعا رہی
اُس کا رہا یہ تول، ہمارا یہ ڈھب رہا
جانے دے مال و جان، دل و دیں گیا تو جائے
اپنی جو ایک آن رہی یاں، تو سب رہا

خبر رہی نہ مجھے تن بدن کی اپنے جب
مری خبر کے لئے، تب وہ بے خبر آیا
پھرے تھا دامن صحرا میں، جیب چاک کئے
"نثار" شہر میں آیا، تو راہ پر آیا

کس جفاکار سے ہم، عہد وفا کر بیٹھے
آخر اس بات نے، اک روز پشیمان کیا
آج بولا وہ صنم مجھ سے، مبارک ہو "نثار"
تیری مشکل کو خدا نے ترے، آسان کیا

چھوڑا جو کام باقی، پھر جیب میں رفو کا
اے پنجۂ جنوں! ہم جانیں گے تجھ کو چوکا
وہ خود بہ خود جو یاں تنگ آوے، تو زندگی ہے
ہم کو تو اب نہیں ہے، مقدور جستجو کا
کیا قہر ہے؟ میں جس کی دیدار کا ہوں تشنہ
وہ تشنہ ہو رہا ہے یارو! مرے لہو کا

اُمید شفا ہے لب جاں بخش سے، اس کو
شرمندۂ عیسےٰ نہیں بیمار تمہارا
ہے نام رہائی سے جسے ننگ، جہاں میں
محبوس سو وہ کون؟ گرفتار تمہارا

دل گرا چاہ زنخداں میں ، سنبھالا نہ گیا
سامنے آنکھوں کے ڈوبا ، پہ نکالا نہ گیا

صورت لکھوں کہ ناز لکھوں یا ادا لکھوں
مانی کہے ہے دیکھ تجھے ، آہ کیا لکھوں ؟

شاید کہ اُس گلی میں کسی سے لڑی ہے آنکھ
یاں بیٹھنا "نثار" ترا بے سبب نہیں

عید کا چاند ہوگئے ہو تم کب کے ؟ ہم انتظار بیٹھے ہیں

اس شوخ ستم گر سے ابھی یار ہوئے ہیں
ہم تازہ مصیبت میں گرفتار ہوئے ہیں

کچھ بات "نثار" اس کی نگاہوں کی نہ پوچھو
یہ تیر ، کلیجے کے مرے ، پار ہوئے ہیں

روبرو ہوتے ہی اُس کے ، عقل ہوجاتی ہے گُم
کچھ کا کچھ بکنے لگوں ہوں ، بات کر آتی نہیں
آہ کس بے درد ، بے پروا کے ہم پھندے میں ہیں
سیکڑوں مرتے ہیں ، اس کو ایک کا بھی غم نہیں

نے دھواں دل سے اُٹھے ' یارو ! نہ پروانہ جلے
آتش خاموش ھوں ' مانند گلزار چمن

بلبل رشتہ بہ پا ' لٹکے ھے شاخ گل سے آج
سخت الجھیڑے میں ھے ' یارب ! گنھگار چمن

جگر پہ ' عشق یہ کہتا ھے ' داغ دیتا ھوں
شب فراق ! میں تجھ کو چراغ دیتا ھوں

رات بہکي جو زباں ' یار کی ' مے نوشي میں
جو نہ کہنا تھا کہا ' عالم بے ھوشي میں

خط مرے یار نے ' واں جاکے لکھے سب کو "نثار"
رہ گئے ایک ھمیں ' ھائے فراموشي میں

اشک ھوئے ھیں اب تو ایسے ' ھم کو بہائے دیتے ھیں
تختي کیسی ؟ حیف یہ لڑکے ' دھوکے مٹائے دیتے ھیں

بہت کیوں لگ چلے اس سے ' جو ناحق جھڑکیاں کھائیں
وقار اپنے کو ' ھم نے کھو دیا بے امتیازي میں

شعلہ و پروانہ کا سا ' میرے اس کے ربط ھے
آشناؤں کا نہیں یارو ! میں شب کا یار ھوں

مہتاب نے دیکھا ہے جو اُس پردہ نشیں کو
بدلی میں سے وہ جھانکے ہے، چھپ چھپ کے زمیں کو

یارو؟ مجھے سنا کے نہ تم اس کا نام لو
سر پھوڑ مر نہ جاؤں، مجھے پہلے تھام لو

لڑاتا ہے جو آئینہ سے وہ آنکھیں، لڑانے دو؛
اگر آتا ہے اپنے دام میں آپھی، تو آنے دو
ہمارا ہاتھ مت پکڑو، بہار آئی ہے جانے دو
گریباں کی، ہمیں اب دھجیاں یارو، اڑانے دو

بد عہد ہو، بد قول ہو، گم راہ تمہیں ہو
ہاں سچ ہے کہ جھوٹوں کے شہنشاہ تمہیں ہو

کہاں رہا ہے مجھے؟ اپنے تن بدن کا ہوش
ہوا ہوں مست، تری پر خمار آنکھوں سے

رخ پر جو ترے، زلف سیہ فام نہیں ہے
یہہ صبح قیامت ہے، اسے شام نہیں ہے
ہر صبح، ترے در پہ نہ آبیٹھوں میں کیوں کر
ناچار ہوں، مجبور ہوں، آرام نہیں ہے

غنچہ ساں، اپنی زباں قفل ہے لاچاری سے
بول سکتے نہیں کچھ، دل کی گرفتاری سے

مژگاں پہ، جو انگشت نما لختِ جگر ہے
اس ماہ سے، یہ آنکھ لڑانے کا ثمرا ہے

شوق پروانہ کو اب مژدۂ مایوسی ہے
کیونکہ وہ پردہ نشیں شعلۂ فانوسی ہے

شعلہ کاری جوں نگیں، یارو، ہمارا کام ہے
کوہ کن کی طرح، اپنا بھی جہاں میں نام ہے

یہاں تو جلدی ہے جی سے جانے کی
دیر ہے بس تمھارے آنے کی
صورتِ نقشِ پا "نثار"! اسے
آرزو ہے ترے مٹانے کی

تو غیر کے گھر جا کے بغل گرم کرے ہے
مرتا ہے جو تجھ پہ، وہ دمِ سرد بھرے ہے

جل بجھے شعلے میں دل، لیکن نہ نکلے منھ سے آہ
ہو متامل کر کے، میں گھر کو جلاؤں تو سہی

وہ سوئے خواہ جاگے ، جاویں گے کام کر کے
سرکیں گے ہم تو اپنا قصہ تمام کر کے

اتراؤ بہت ، نہ پان کھا کے باتیں نہ کرو ، چبا چبا کے

گریہ و نالہ و فریاد و فغاں رکھتے ہیں
عاشقوں میں ہیں ، ترے ہم سروساماں والے

کہتا ہے مبارک ، کوئي کہتا ہے سلامت
ہے روٹھ کے ملنا بھي ، ملاقات مزے کي

اے ہم نشیں ! تمنا مت پوچھ میرے جی کي
اظہار کیا کروں میں ، ہے آرزو کسي کی

ہم کو تو یاد کوئي غزل ہے ، نہ فرد ہے
مصرعہ ہے ایک یاد ، سو وہ آہ سرد ہے

جوں سایہ ، ساتھ ساتھ پھروں کیوں نہ یار کے
ہوں اختیار میں ، دل بے اختیار کے
تارے جو گن رہا ہوں جدائي کی رات میں
گویا کہ ہوں عذاب میں روز شمار کے

لبریز فغاں، ہجر میں تاچند رہوں میں
یہ عمر کا ساغر، کہیں اب جائے چھلک بھي

جگر تو ٹکڑے ہوا، تیغ غم سے کٹ کٹ کے
خدا کرے نہ کسی کا کسی سے دل اٹکے
ہر ایک تار میں، افسوں جدا جدا ہے دلا
ہزاروں یاد ہیں زلف نگار کو لٹکے
نہ سوکھ سوکھ وہ کانٹا ہو کس طرح سے "نثار"
کہ جس کے دل میں سدا خار غم پڑا کھٹکے

بے کار کبھو رات کو بھي میں نہیں رہتا
جوں شمع، مجھے تا بہ سحر مشق فنا ہے
کیا قہر ہے ہم دیکھ کے خوش ہوتے ہیں جس کو
سو اس کی یہ صورت ہے کہ صورت سے خفا ہے

معلوم حال میرا، یارو تمہیں نہیں ہے
بیٹھا تو ہوں میں تم میں، پر دل مرا کہیں ہے

آ بنی ہے اب "نثار" ناتواں کی جان پر
دیکھنا تک اے دل نا کام، تیرے واسطے

اُس آئینہ طلعت کي ، اب مجھ سے یہ صورت ہے
ظاہر میں صفائي ہے باطن میں کدورت ہے

ہم سے کیا پوچھتے ہو ؟ گوہر دل کی قیمت
ہم نے مختار کیا آپ ہي ٹھہرا دیجے

تھا جنھیں حسن پرستي سے ہمیشہ انکار
وہ بھي اب طالب دیدار ہیں ، کن کے ؟ ان کے

خنجر نہ کمر میں نہ وہ تلوار رکھے ہے
آنکھوں ہي میں چاہے ہے جسے ، مار رکھے ہے

ہے درد سے بے کل ، جو ترا چاہنے والا
پہلو میں مگر دل کی جگہہ ، خار رکھے ہے

کہتا ہے کوئی برق ، کوئی شعلۂ آتش
اک دم جو ٹھہر جائے ، تو اک بات ٹھہر جائے

بوندوں کی جٹا کھولے ، آتي ہے گھٹا کالي
لا ساغر مے ساقي ، بدلی بھي ہے متوالي

سیماب ہے یا شعلۂ آتش ہے الٰہی
کیا چیز ہے سینے میں کہ دل جس کا لقب ہے

کیا کام ہوا ہم سے خدا جانئے ایسا
اپنا ہی، جہاں سنتے ہیں مذکور رہے ہے

نقاب اپنے منہ سے اُٹھادے اُٹھادے
تجلی کا جلوہ دکھادے دکھادے

جانے کا اپنے نام نہ لو تم، زبان سے
تم شہر سے گئے، تو گئے ہم جہان سے

یارو معاف رکھیو درخود نہیں رہے ہم
اب اختیار، اپنے ہاتھوں سے جارہا ہے

دل نہیں، ہوش نہیں، صبر نہیں، تاب نہیں
اب وہ، کس چیز کی خاطر مرے گھر آتا ہے؟

انکار تو نہ کر؛ مرے ہاتھوں سے پان لے
کافر! خدا کے واسطے یہ بات مان لے

اگر جھولے تو میرے دل کے جھولے میں تواے ظالم!
رگ جاں، سے ترے جھولے کو، میں رسی بنائی ہے

تجھ بن، چمن کي سیر سے، کیا یار لے گئے
جوں لالہ، داغ سینے پہ دو چار لے گئے

حسرت

جعفر علی نام، ابوالخیر عطار کے بیٹے اور لکھنؤ کے رھنے والے تھے - معمولی تعلیم پائي تھی لیکن شعر و سخن سے فطری مناسبت ھونے کي وجھ سے مہارت اور کمال پیدا کر لیا تھا - زندگی کا بڑا حصہ فراغت سے گزرا، آخر عمر میں فقیری کے رنگ میں آکر گوشہ نشیں ھو گئے تھے - مشھور ھے کہ جس قدر ان کے تلامذہ تھے کسي شاعر کو نصیب نہ ھوے، اشعار میں جذبات کي موجیں ھیں، خیالات بلند اور پاکیزہ ترکیبیں موزوں ھیں، بندش چست، بے ساختگی اور انداز بیاں بہت دلچسپ ھے -

راے سرب سنگھ دیوانہ کے شاگرد اور جرأت اور خواجہ حسن کے سے مشھور اساتذہ فن کے استاد تھے - سنہ ۱۲۱۷ ھ میں وفات پائي [۱] -

---

کیوں مرے خوں سے شمشیر کو آلودہ کیا
آپ نے رنج اُٹھایا، مجھے آسودہ کیا
زیست میں بادہ کشي، حسن پرستی سے مرا
اس سوا جس نے کیا کام سو بے ھودہ کیا

---

[۱] - گل رعنا - گلشن ھند -

یوں خزاں آئي چمن پر ' ھاے بلبل کیا ھوا ؟
لالہ و سوسن کہاں ھیں ؟ سنبل و گل کیا ھوا

دل پر نہیں اختیار اپنا افسوس ! گیا قرار گیا
کي دل نے بھي آہ بے وفائي کوئي نہیں غم گسار اپنا
تو آنے کو یاں کے ' دن گنے ھے ھم کرتے ھیں ' دم شمار اپنا
تیرا تو تب اعتبار کیجئے جب ھووے کچھ اعتبار اپنا

شاید اس کوچے میں جاکر ' وہ بھي کھو آیا حواس
بولے ھے بہکا ھوا ' پیغام بر کو کیا ھوا

مجھے تک سانس بھي ' یہ دردِ غم لینے نہیں دیتا
عجب کچھ درد ھے دل میں ' کہ دم لینے نہیں دیتا
اجل سو بار آئي ' رنج میرا دور کرنے کو
ولے احساں ' مجھے تیرا کرم لینے نہیں دیتا
تمنا خاک کو میری قدم بوسی کي ھے ' لیکن
چلے ھے بچ کے وہ ظالم ' قدم لینے نہیں دیتا

پھر ادھر قتل کو ' آنکھوں سے اشارا نہ کیا
جسم بسمل ھي رکھا ' کام ھمارا نہ کیا

اے دل! اگر تڑپتا تیرا یہی رہے گا
کاہے کو تو جئے گا کاہے کو جی رہے گا

رہنے دے مے کو ساقی! ہم تو چلے یہاں سے
قسمت میں جس کی ہوگا، سو جام پی رہے گا

کوئي اپنا، نہ آشنا دیکھا جس کو دیکھا سو بے وفا دیکھا
بھولتا ھي نہیں وہ دل سے، اُسے ہم نے سو سو طرح بھلا دیکھا

خدا حافظ ھے، کیوں محفل میں اُس کا نام آیا تھا؟
تڑپنے سے ابھي دل کو مرے، آرام آیا تھا

کیا مجال اس کي، کہاں تو اور کہاں میرا غبار؟
لگ چلا دامن سے، تیري مہربانی کے سبب

اپنے لب تو، وا کر اے خندۂ زخم جگر
چرخ دے گا لاکھ غم، اس شادماني کي سبب

نہ تیغ یار سے گردن پھراؤں میں ھرگز
کہ عین لطف سمجھتا ھوں میں، جفائے حبیب

پتنگے شمع کے صدقے ھوں، بلبلیں گل پر
کوئي کسي کا فدا ھو، میں ھوں فدائے حبیب

دن تو کٹتا ھے شغل میں، لیکن
درد دیتا ھے زخم کاری رات

وصل ہے ، عیش کی آمد ہے ، ادھر آج کی رات
غم کا اس دل سے ہے ، آہنگ سفر آج کی رات
کل کو کیا جانئے ? صحبت یہ رہے یا نہ رہے
ساقیا ! جام جو بھرنا ہے تو بھر ، آج کی رات

آنکھوں میں دم تھا سو بھی چلا ، بے وفا ! پہونچ
آنا اگر ہے تجھ کو ، تو جلدی سے آ پہونچ

دیکھی نہ ایسی جنگ ، نہ میں زینہار صلح
سو بار دن میں لڑتے ہو اور سو ہی بار صلح
پسائے رقیب ، صلح کے اب درمیان ہے
کس طور سے رہے گی میاں پائیدار صلح

مجنوں ! ترے ہی پاؤں کے ، ٹوٹتے ہیں آبلے
ہر نوک خار سرخ ہے ، دیتا ہے بن ، بہار

حس کی قسمت میں رہائی تھی ، چمن جا دیکھا
فصل گل بھی چلی ، ہم تو رہے زنداں میں ہنوز
سیکڑوں بار کیا تو نے خراب اس دل کو
پر محبت ہے تری ، اس دل ویراں میں ہنوز
سووے آرام سے ، کس طور ? کوئی زیر زمیں
فتنۂ عشق تو بیدار ہے ، دوراں میں ہنوز

اپني خاطر ' نهیں منظور رهائی مجهہ کو
هم هوں آزاد تو هو رنج سے آزاد قفس

مست میں تو هوگیا ' تیري نگهہ سے ساقیا !
اب نهیں مجهہ میں رها ' مے اور پیمانے کا هوش

قابل غارت نهیں ' اس خانۂ ویراں کی بساط
دیکهہ لے دست جنوں ! میرے گریباں کي بساط

اتني مجهے نهیں هے دل و جاں کي احتیاط
منظور جتنی هے ترے پیکاں کي احتیاط
گر هے یهي بهار کي شورش ' تو ناصحا !
تجهہ سے نہ هوسکے گي ' گریباں کی احتیاط
وہ جس کو معصیت سے بچائے ' وهي بچے
"حسرت" ! نہ کام آئي کچهہ انساں کی احتیاط

بهت مشتاق هے سننے کا ' "حسرت"
کوئي تو منهہ سے کهہ ' بهر خدا لفظ

جان جاتی هے مري ' درد و الم سے کیا کروں ؟
آہ اے بے تابي دل ' وائے شورش هائے داغ ؟

اک نظر دیکھا تھا کیا تجھ کو کہ آیا مجھ پہ ظلم
کیا کہوں میں ؟ ہوگئے سب اپنے بیگانے حریف

ہم کو نہ مرگ نے نہ قضا نے کیا ہلاک
اس کے ستم اور اپنی وفا نے کیا ہلاک

تری فرقت میں ہے شام و سحر مجھ کو، عجب مشکل
جو شب کاٹی تو دن مشکل، جو دن کاٹا تو شب مشکل
کرم سے کھول ! جو عقدے پڑے ہیں کام میں میرے
ترے آگے ہیں سب آساں، مرے نزدیک سب مشکل
ابھی تو ''حسرت'' اس پر عشق یہ پوشیدہ ہے تیرا
وہ جب پہچان جائے گا تجھے، ہووے گی تب مشکل

صبح روشن رہے، گلشن میں مبارک گل کو
''حسرت'' ! اپنی مجھے غربت کی ہے اس شام سے کام

آخر ترے غم میں، مر گئے ہم
بھرنا تھا جو دکھ سو بھر گئے ہم
عقبیٰ کی بھی، کچھ خبر نہیں ہے
دنیا سے تو بےخبر گئے ہم
کر تک تو اثر، کہ اپنے جی سے
اے نالۂ بے اثر گئے ہم
شبنم کی مثال، اس چمن میں
شب آئے تھے ہم، سحر گئے ہم
واماندوں پہ دیکھئے کہ کیا ہو ؟
اپنا تو نباہ کر گئے ہم

نہ ہووے درد کیوں کر؟ آہ صبح و شام پہلو میں
کہ دل لیتا نہیں اک آن بھی آرام پہلو میں

بھلادیں یار نے دل سے ہمارے اور بھی یادیں
عجب تاثیر یہ رکھتی ہیں اہل دل کی فریادیں

جو بےتابی، دل عشاق کی باطل سمجھتے تھے
مرے سینے پہ آکر ان دنوں وہ ہاتھ دھر دیکھیں
لگیں تھیں آہ اک مدت سے جس کے ساتھ یہ آنکھیں
سو غائب ہوگیا آنکھوں سے اپنی، اب کدھر دیکھیں
سدا آہٹ لگی رہتی تھی ہم کو، جس کے آنے کی
سو کس اُمید پر اب ہائے ہردم سوئے در دیکھیں

نہ دیکھ اے شیخ تو ان کی طرف چشم حقارت سے
گدایان خرابات اک نگہہ میں شاہ کرتے ہیں
قفس میں ہم نہیں کچھ بولتے صیاد کے ڈر سے
چمن کے مرغ، نالے اپنے خاطر خواہ کرتے ہیں
سخن آورد کا "حسرت" نہ پہونچے درد کو ہرگز
کہ دل پر، آہ نکلے ہے تو اِس پر واہ کرتے ہیں

دشت میں کر، چلنے کی تدبیر ہونا ہو سو ہو
توڑ دیوانے تو اب زنجیر، ہونا ہو سو ہو

موت آجائے کہیں اس دل شیدائي کو
روز سمجھائے کہاں تک؟ کوئی سودائی کو
ناتواني سے تڑپنے کی بھی طاقت نہ رہی
کس طرح کاٹیے یارب! شب تنہائي کو

ہر آن ہے مژگاں پر لخت جگر تازہ
یہ نخل محبت میں دیکھا ثمرِ تازہ

زنہار نہیں پیارے یہ وضع پسندیدہ
ہر آن ہو آزردہ ہر وقت ہو رنجیدہ
آ نکلے اگر ایدھر، کیا کیجئے نثار اس پر
اک جان ہے سو والہ، اک دل ہي سو شوریدہ
ایک عمر ہمیں گذري وصلت کا نہ دن دیکھا
جاگیں بھی کہیں یارب! یہ طالع خوابیدہ

جگر سوزاں ہے دل بے تاب ہے اور چشم گریاں ہے
اِلٰهي! دن ہے میري مرگ کا یا شام ہجراں ہے
جو ایسا ہی دل دیوانہ میرے درپئے جاں ہے
تو پھر اک روز میرا ہاتھ اور اُس کا گریباں ہے

شروع عشق ہے اے ہم نشیں اور جوش سودا ہے
نہ کر زنجیر مجھ کو میں ہوں اور دامانِ صحرا ہے

نہیں چین ایک آن، کیا کیجئے ؟
مفت جاتی ہے جان کیا کیجئے
تجھ سے کیا کہئے درد دل لیکن
نہیں رکتی زبان کیا کیجئے
آشیاں ہی اُجڑ گیا اپنا
رہ کے اے باغبان کیا کیجئے

موا بھی میں، تو تری چشم کی کبھو نہ گئی
یہ شکر ہے کہ گیاجی پہ آبرو نہ گئی
بہار ہو چکی اور شور بلبلوں کا گیا
مرے دماغ سے اس گل کی ہائے بو نہ گئی
غبار ہو کے صبا سے ملے کہ واں پہونچے
غرض کہ خاک ہوئے تو بھی آرزو نہ گئی
نہ جانوں کیا تجھے الفت تھی گل سے اے بلبل
کہ اپنے جی سے گئی، پر چمن سے تو نہ گئی

پٹکنے دے مجھے سر اس کے آستانے سے
خبر کروں ہوں میں اپنی، اسی بہانے سے
مثال نقش قدم، یاں سے اٹھ نہیں سکتے
تری گلی میں نہ جانا، بھلا تھا جانے سے
تسلی ہے دل بیمار کو ترے باعث
خدا کے واسطے مت اٹھ ! مرے سرھانے سے

کسی کا حال کوئي پوچھتا نہیں ہرگز
وفا کا رسم اٹھا "حسرت" ! اس زمانے سے

کھینچتا ہوں نالۂ جاں کاہ ، دل کے ہاتھ سے
آہ دل کے ہاتھ سے ، صد آہ دل کے ہاتھ سے

مجھ کو تجھ سے خدا ، جدا نہ کرے
تجھ سے میں ہوں جدا ، خدا نہ کرے
اُڑ گئي پر سے ، طاقت پرواز
کہیں صیاد اب رہا نہ کرے
تم جو کہتے ہو کہہ دو "حسرت" سے
آہ و فریاد یہاں کیا نہ کرے

سرشک و خون ، مري چشم سے ملے نکلے
مگر یہ پھوٹ کے سینے کے آبلے نکلے
تمام دن تھے جدا ، آہ شمع و پروانہ
ملے جو شب کو تو آپس کے سب گلے نکلے
سراغ پوچھوں میں کیا ؟ اشک و آہ کا دل سے
کہ اس دیار سے ہو ، کتنے قافلے نکلے

واعظ نے قیامت کي اک بات بتائی ہے
کہتے ہیں جسے محشر ، سو روز جدائي ہے

معلوم ہے مجھ کو کہ میں تجھ بن نہ جیوں گا
کیوں کر نہ کروں تجھ سے میں انکار جدائی

ترے بن، کس طرح یارب مری اوقات گزرے گی
الہی! دل کو بے تابی ہے کیونکر رات گزرے گی

تمہیں غیروں سے کب فرصت، ہم اپنے غم سے کم خالی
چلو بس ہوچکا ملنا نہ تم خالی، نہ ہم خالی

نہ تنہا مشت خس کے پھونکنے سے باغباں گزرے
ہمارے آشیاں سے برق بھی دامن کشاں گزرے
گذر اس کا ادھر ہو یا ادھر اپنا گذارا ہو
جو اپنی گردشوں سے ایک دم بھی آسماں گذرے
جو کچھ شرط وفا تھی سو بجا لاے ہیں ہم دونوں
نہ گذرے تم ادھر اور اپنے جی سے ہم یہاں گذرے

کہہ بیٹھے برا منہہ سے، بھلا اور بھی کچھ ہے
دشنام ہی دی جاتی ہے یا اور بھی کچھ ہے

ہمارے کام پہ ہرچند، آسمان پھرے
تجھے قسم ہے جو تو اس طرف کو آن پھرے

رونا نہیں جو یارو ! اپنا دیار چھوٹا
مرنا ہے یہ کہ ہم سے اب کوئے یار چھوٹا
قول و قرار اس کا ، جھوٹا ہوا تو غم کیا
غم ہے کہ اپنے دل سے صبرو قرار چھوٹا
رونے سوا نہیں ہے فرقت میں کام اپنا
یہ کام ہے کہ تجھ بن سب کارو بار چھوٹا

ضبط کر کے ہم قلق کو دل میں ، گھبرائے بہت
منع بے تابی کیا پر اس میں دکھ پائے بہت
دل کو لے آئے تھے اس کوچہ سے ہوکر ہم خفا
پر دل و جان ہم پہ اب مل کر بلا لائے بہت

جاتی رہي غم سے ، دل ناشاد کي طاقت
سو ظلم کرے وہ ، کسے فریاد کی طاقت

سو گئے تم ، ہمیں نہ آئي نیند کس طرح سوئے پرائی نیند
چشم گریاں ہے مفت میں یارو سیل میں اشک کے بہائی نیند

اے برق ! آشیاں پہ مرے تو گذار کر
جاوے اب اس چمن سے مري بود و باش کاش

دے تو بیٹھا وہ ناز سے گالي شرم سے پر نہیں اُٹھائي آنکھ

کچھ دل میں جلوں تیرے ارمان نہ رہ جاوے
کي جیب تو سو ٹکڑے داماں نہ رہ جاوے

(ساقي نامہ)

کیفي اس کے ہمک رہے ہیں
اللہ اللہ بک رہے ہیں
بے شیشۂ عجب خلل ہوا ہے
دل آبلۂ بغل ہوا ہے
ساقي تجھے جام کي قسم ہے
مے خانے کے نام کی قسم ہے
اپني تجھے سر کشي کي سوگند
مت رکھیو خرد کا مجھکو پابند
ہردم ہے خزاں چمن کے درپے
لاتا ہے تو لاوے ساغر مے
تجھ کو اپنی ادا کي سوگند
تجھ کو دل بے وفا کی سوگند
برسات کي بدلیاں یہ کالي
اور تو رکھے اپنا جام خالی
رہ جائے گي اتنی یادگاري
ہم سے ساقی نے کي نہ یاري [۱]

---

[۱] انتخاب حسرت -

قسمت

(نواب) شمس‌الدولہ نام و لقب بارگاہ قلي خاں کے بیتے تھے مرثیہ اور سلام میں بقول مصحفي ید طولے رکھتے تھے ، غزل میں زبان اور محاورہ بندي کے علاوہ جذبات تغزل کم ھیں جعفر علی حسرت کے شاگرد تھے -

---

جوں ماہ منور ہو ، شب تار ھماري

'' قسمت '' ! وہ اگر چاندسی صورت نظر آوے

کہتے ھیں یوں چمن میں پھر آئی بہار کل

شکر خدا ، کیا تھا بہت انتظار کل

اگر تسبیح ھاتھہ آتي نہیں ھے تیرے اے '' قسمت '' !

تو دانے توڑ ڈال اس کے کہ پھر زنار ھاتھہ آوے

قاصد ! ترا گذر ہو اگر کوئے یار میں

کہیو کہ آرزو میں تري ، مرگیا کوئي

آتي نہیں کسي کي جو یارب صدائے پا

وا ماندگان قافلہ ، یارب ! کدھر رھے

آتا نہیں شب کو خواب ' تجھ بن
بیداری ہے عذاب ' تجھ بن
اے ماہ سپہر خوب روئی
سر گشتہ ہے آفتاب تجھ بن
سینے سے نکل پڑے گا گویا
ہے دل کو یہ اضطراب تجھ بن
''قسمت'' کی بھی تجھ کو کچھ خبر ہے
دیکھا میں اسے خراب ' تجھ بن

مرے اس خستہ دل کو پاس اپنے ' یار رہنے دے
کوئی پوچھے تو کہنا میرے عاشق کی نشانی ہے

شب ہجراں ہے اور میں ہوں یہ آنکھیں اور آنسو ہیں
اذیت ہے ' مصیبت ہے ' نہایت ناتوانی ہے [۱]

ممنون

میر نظام الدین نام ' فخرالشعرا لقب تھا ' میر قمرالدین منت کے بیٹے تھے محمد اکبر شاہ بادشاہ دہلی کے استاد تھے - پانی پت میں پیدا ہوئے ' دہلی میں تعلیم پائی ' عرصہ تک لکھنؤ میں رہے -

---

[۱] تذکرہ مصحفی -

کلام میں روانی بھی ہے ، اور لطف بندش بھی ، تلمیحات تصوف و ضروریات تغزل دونوں موجود ھیں اپنے والد کے شاگرد تھے - مفتی صدرالدین آزردہ کے استاد تھے ، سنہ ۱۲۶۰ع میں وفات پائي -

---

دیکھ کے نور جمال ، سوچ کے کنہ کمال
مائل حیرت نظر ، قائل حسرت ، ذکا
باز ھو گر راہ دید ، تو ہے ھر اک سو پدید
آئینہ خانہ جہاں ، حسن ترا جلوہ زا

موسی دل رہ خموش ! دل ھی میں رکھ دل کے جوش
اس کے جھگڑے سے ھوش ، کس کے رھے ھیں بجا
پائے خرد آبلہ ، سعی بلا راحلہ
عرصہ گم معرفت ، بے سرو بے اِنتہا
خوں میں تپاں سو بہ سو ، جان دو صد آرزو
ھر طرف اس دشت میں ، معرکۂ کربلا
ترس مناجاتیاں ناز خراباتیاں
کر کے گمان غضب ، رکھ کے یقین عطا
سینہ ہے صندوق راز ، نطق کرے قفل باز
ایک ہے گنج ھنر ، ایک خزاین کشا
یہ جو ہے ''ممنوں'' ترا ، بندۂ دل خوں ترا
تجھ سے ھي چاھے تجھے ، کس سے کرے التجا

تجھے ، نقش ہستی مٹایا تو دیکھا
جو پردہ تھا حائل ، اٹھایا تو دیکھا
یہ سب ، تیرے ہی حسن کا پرتوا ہے
نہ دیکھا تجھے ، تیرا سایا تو دیکھا

گماں نہ کیونکہ کروں تجھ پہ دل چرانے کا
جھکا کے آنکھ سبب کیا ہے مسکرانے کا
و فور گریہ ، ترحم ! ہجوم نالہ ، کرم !
کہہ ہے ارادہ ، اُسے درد دل سنانے کا

الٰہی جیب ، کہ دامن کہ آستیں ، دھوؤں
مژہ نے سیکھ لیا ، شغل خوں فشانی کا

رشک اُس پر ہے ، کہ یوں مر کر جو بسمل رہ گیا
سر قدم پر ، ہاتھ میں دامان قاتل رہ گیا
چل بسے پیش از سحر ، تھے جو رفیقان سفر
آہ اک سوتے کا سوتا ، میں ہی غافل رہ گیا

غش سے ہمیں افاقہ ، دم بھر کبھو نہ آیا
جب تک صبا کا جھونکا ، لے تیری بو نہ آیا

کیا کہہ گئے اطبا ، بیمار کو تمہارے
کہتے ہیں ، آسرے پر اِس کو خدا کے چھوڑا
"ممنون" ! مئے محبت ، پی سہل مت سمجھ کر
یہ جام ، کب کسی نے منھ سے لگا کے چھوڑا

سینے میں ایک نفس بھی ، نہ ترا تیر رہا
خون حسرت میں تڑپتا ، دل نخچیر رہا
ہائے رے بے کسی دامن و بے یاری جیب
کہ مرا دست جنوں ، بستۂ زنجیر رہا

غمزے نے کس کے ؟ تیغ لگائی کہ چشم میں
انداز صد نگاہ تمنا ، لہو ہوا

اس کی آنکھوں سے ستاروں کی نمک ریزی پوچھ !
صبح تک جس کا کھلا دیدۂ بے خواب رہا

گنہ میرا ہے ، رنگ چہرہ گونا گوں ہو مجلس میں
اشارہ غیر سے کرنا ، گنہ ہے جان من کس کا

تھا حسن میں نہ رنگ ادا کا ، نہ ناز کا
یہ نقش یادگار ہے ، آئینہ ساز کا

اے اشتیاق بیت صنم ! تیرے ہاتھ سے
چھٹتا ہے ساتھ، راہروانِ حجاز کا

تصویر بت چھپائی ہے "مسلوں" نے سجدے کو
گوشہ اُلٹ کے دیکھو تو تک جانماز کا

کس بے ادب کو، عرض ہوس ہر نگہ میں تھی
آنکھ اس نے بزم میں، نہ اٹھائی تمام شب

لگ اٹھی آگ، قفس میں صیاد !
برق ہے، اپنے نفس میں صیاد !

یہ نہ جانا تھا کہ اس محفل میں دل رہ جاے گا
ہم یہ سمجھے تھے، چلے آئیں گے دم بھر دیکھ کر

آہ کس کا دل زخمی ہے تہ خاک، ہنوز
کہ نکلتے ہیں لئے گل، جگر چاک ہنوز

کیوں کریں ؟ ہاتھ کو اب ہم سوئے مغرور، دراز
پاؤں، بیٹھے ہیں کیے ہم طرف گور دراز

دل خروشاں یہاں ہے، لب خاموش
خم سر بستہ میں بھرے ہیں جوش

کون محفل میں ، اب ہوا ساقی
هر طرف سے ہے ، بانگ نوشا نوش

کیا عشق کی ہے صید گہ ، یاں نیم زخم ناز کو
بے تاب اک جانب خضر ، مضطر مسیحا اک طرف

ساتھ اپنے ، گر گیا دل بے تاب زیر خاک
تو ہو چکا نصیب مجھے خواب ، زیر خاک

اے برق بس اُلجھ، کہ نہ اڑ جائیں دھجیاں
دامن اُٹھا کے آئیو ! اِس اشیاں تلک

ہے تیری بوئے عطر گریباں سے ، مست گل
گل سے چمن ، چمن سے ہوا ، اور ہوا سے ہم

ہونے پایا مرے قاصد کا نہ پیغام تمام
تھا سخن لب پہ، کہ قاتل نے کیا کام تمام
طپش دل نے نہ چھوڑا کہ کبھی ہم اک بار
لائیں تسکیں کے لئے ، لب پہ ترا نام تمام

"ممنوں"! جیتے رہے شب ہجر
منہ وصل میں کیا دکھائیں گے ہم

چشم گریاں، ترے رخسار پہ شب تھی کس کی
شبنم آلودہ سا، کچھ فکر سفر ہے کہ نہیں

صورت نقش قدم، مجھ سے اُٹھا جائے کہاں
اس سر راہ پہ بندہ تو رہا، جائے کہاں

خم میں بیٹھا جو فلاطوں تو یہ کہتا تھا سپہر
رہ! تری خاک کو، میں صرف سبو کرتا ہوں

صبا پیغام یہ کہیو ہمارا، ہم صفیروں کو
سنا جایا کرو، آواز گاہے ہم اسیروں کو

آپ کو خاک کیا، خاک کو برباد دیا
کوششیں کی ہیں دم عشقِ فنا، کیا کیا کچھ

یارب، یہ کس کا کوچۂ دل کش ہے، جو ادھر
جاتا ہے جی کھنچا مرا، ہر اک قدم کے ساتھ

روش کچھ اور ہے اس کی ، مرے طریق ہیں اور
دلا ! نظر نہیں آتی ہے کچھ نباہ کی راہ

پاؤں " مسنوں " نے نکالے ہیں بہت ، دیکھو تو
ہیں بھی اس شہر میں زنجیر بنانے والے

کھلا نہ ، حالت " مسنوں " ہے کیا ؟ پہ دیکھوں ہوں
کہ ہاتھ ، دو دو پہر تک دل طپاں پر ہے

غمزے کو پھر ہیں کا وشیں ، اِس دل پاش پاش سے
قطرۂ خوں ہے دو بدو ، دشنۂ جاں خراش سے
وصل میں بھی نگاہ شوق ، تامژہ یاں ، نہ آ سکی
عشوہ کے اهتمام سے غمزے کسی دور باش سے
حسرت و یاس ورنج و غم ، محنت و غصہ ، درد وسوز
خانۂ دل کو ، آئے ہیں ڈھونڈھ کے سو تلاش سے

دماغ اس شور ہستی کا کہاں نازک دماغوں کو
مگر اب ، خواب راحت ، زیر دامانِ عدم کیجئے
بھری آتی ہے چھاتی ، یاد میں یاران رفتہ کی
یہ دل اور اس قدر صدمے ؟ بھلا کس کس کا غم کیجئے

کرنے نہ پائے نیم تبسم ' کہ بس چلے
جوں غنچہ ' رنگ گلشن هستي پہ هنس چلے

رکے هے ' ضبط سے دم ' آہ سے جگر اپنا
نہ ضبط کرتے هی بن آئے هے نہ آہ کئے
سنا هے "مسدوں" آ مرز گار اس کا نام
اس آسرے پہ ' نہ کیا کیا ' یہاں گناہ کئے

بے طاقتي نے جس جا هم کو بٹھا دیا هے
پھر اضطراب دل نے واں سے اُٹھا دیا هے
خوبی پہ ناز اپني ' جو کیجیے بجا هے
مکھڑا خدا نے تم کو اک چاند سا دیا هے [۱]

وفا

تول رائے نام ' خوش گزران اور خوش اوقات تھے - بعض قول کے مطابق خواجہ حسن کے معاصر تھے - کلام میں قدرت اور مہارت کا رنگ هے اس کے ساتھ ضروریات غزل بھی هیں سلاست اور روانی بھي هے ' طرز بیان میں خوبي بھي ' لیکن اثر کم هے -

عارض پہ تمہارے ' یہ پسینا هیرے کا هے ' لعل پر نگینا
اس غم میں بڑی ' گر رها سلامت پتھر سے بھي سخت هے ' یہ سینا

---

[۱] انتخاب حسرت -

پہلے تو دل سہج میں ، گرفتار ہوگیا
اب چھوٹنا یہ زلف سے دشوار ہوگیا

کہیے ہے کس سے ؟ دل ، احوال اپنا
پڑا ہے یاں ہمیں ، جنجال اپنا

کل دل کو لیا ، مکر گئے آج
بس ! آپ کا اعتبار دیکھا

حباب آسا نہ بھول ! ہستی پر اپنی
کہ غافل ! کیا بھروسا ہے نفس کا ؟

اُس کو ، منظور یاں سے جانا تھا   گریہ میرا ، فقط بہانا تھا
دل نہ کرتا تھا اس طرح سے خراب   عاقبت ، وہ ترا ٹھکانا تھا

شعلہ زن ہے ہمیشہ ، داغ اپنا   بجھ نہیں جانتا ، چراغ اپنا

اپنی غرض کو ، ہم تو سبھی کچھ سہیں گے ، لیک
ہوتی ہے گالیوں سے ، تمہاری زباں خراب

عشق میں ، امتیاز رتبہ نہیں   خاک پائے ایاز ، ہے محمود

بت سے لیتے ہیں کار، حضرت حق
شیخ تک دیکھ اعتقاد هنوز

ہوئے گا دل سے محو، غم یار کب تلک
کیوں هم نشیں! یه جاوے گا آزار کب تلک؟
کہنے لگا وہ، سن کے مرا نالۂ و فغاں
یارب! جیا کرے گا یه بیمار کب تلک؟

نوبت، غم فراق میں پہنچی ہے، جاں تلک
ظالم! شکیب و صبر پھر آخر کہاں تلک؟

اک راہ کوئے زلف، سو سربسته اے وفا!
هم آہ کس طرف کے تئیں لیں سراغ دل

کچھ خیریت نہیں نظر آتی مجھے، اکہ آج
لگتے ہیں اس کے کان سے اغیار، دم به دم

بس که اپنے انقلاب بخت سے ڈرتے ہیں هم
بستر گل پر بھی سوزاں هی، قدم دھرتے ہیں هم

شعله، درهم باؤ سے هوتا نہیں اے اهل بزم
شمع، سو هنستی ہے کر کر یاد، پروانے کے تئیں

شیخ ! کچھ فرق ہے تیرے ہی نظر آنے میں
ورنہ ہے ایک وهي ' کعبہ و بت خانے میں

اپنی ہي چشم کے تئیں ' تاب نظر نہیں
ورنہ وہ آفتاب ' کہاں جلوہ گر نہیں

حسن عمل پہ اپنے ' نہ بھول اس قدر کہ شیخ
واں کے معاملے سے کسی کو خبر نہیں

پھول بہتے ' لب دریا جو نہ دیکھے ہوں تو آ
ساتھ آنسو کے ہیں ' یاں قطرہ خوں تاب رواں

بیچے ہے ' اک نگاہ پہ دل کے تئیں '' وفا ''
لینا ہو گر تمہیں تو کچھ اتنا گراں نہیں

مے کشوں نے ' مے میں پایا ' بنگیوں نے بنگ میں
مل رہا ہے وہ ' طرح پانی کي ہر اک رنگ میں [۱]

---

[۱] مخزن نکات -

راقم

بندرابن نام، قوم کائستھ، دھلي کے رھنے والے تھے - ان کي شاگردي کے متعلق مختلف اقوال ھیں، بعض، مرزا مظھر کا شاگرد بتاتے ھیں - بعض سودا کا اور کوئی میر کا شاگرد کھتا ھے، مگر صحیح یہ ھے کہ میر ھی کے شاگرد تھے کیونکہ خود میر نے ان کو اپنے تذکرے میں اپنا شاگرد بتایا ھے، آخر میں "سودا" کو بھي کلام دکھاتے تھے - فن شعر کے ماھر تھے، اور خوب کھتے تھے - ان کے اشعار میں روانی کافی ھے، غزل میں رنگ کسي قدر پھیکا ھے، تاھم لطف سے خالي نھیں -

---

دل، کنج قفس میں کر یاد بھت رویا
ھنسنے کے تئیں گل کے، کریاد بھت رویا

نامہ کا مھرے، اس سے لے کر جواب پھرنا
پر واسطے خدا کے، قاصد! شتاب پھرنا
اک وے بھی دن تھے یارب! جو تھا ھمیں میسر
گلشن میں ساتھ اس کے، پیتے شراب پھرنا

نہ ترے عشق میں بلبل ھي کو، نالاں دیکھا
چاک ھر گل کا، گلستاں میں گریباں دیکھا

سنتے ہیں ہم، کہ ہوتی ہے جگ میں دوام صبح
ہوگی کبھی اے چرخ! ہماري بھي شام، صبح

کہے کیا، درد دل بلبل گلوں سے
اُڑا دیتے ہیں اس کی بات ہنس کو
جو چاہے گوہر مقصود اے دل!
صدف کي طرح تو پاس نفس کو

صیاد کیا تو چھوڑے گا مجھ کو، قفس سے آہ
کھٹکے ہے میري دل میں بہت، خار خار باغ

اے عشق! مجھے کوئي طرح مار
تا یار کہے کہ ہاے عاشق

کس کے گلے کے قطرۂ خوں، ہیں تہ زمیں
جوں تکمہ، اُگتے ہیں گل اورنگ اب تلک

ابر ترسے، چشم گریاں کم نہیں
موج دریا ہے، شکنجِ آستیں

اے باغباں نہیں ترے گلشن سے، کچھ غرض
مجھ کو قسم ہے، چھیڑوں اگر برگ و بر کہیں

اتنا ھی چاھتا ھوں کہ میں اور عندلیب
آپس میں درد دل کہیں، تک بیٹھ کر کہیں

دیکھا نہ ھو جسے میں، کوئی سر زمیں نہیں
پر تخم دل ھو سبز جہاں، سو کہیں نہیں
سنتے تھے ھم جہان میں، اھل کرم کے ھاتھ
آیا جو دید میں تو کم از آستیں نہیں

مری بد شرابیوں سے، کریں توبہ مے گساراں
زھے وہ عمل کہ ھو وے، سببِ نجات یاراں

کام عاشقوں کے کچھ تجھے منظور ھي نہیں
کہنے کو ہے یہ بات کہ مقدور ھي نہیں
کہتا تھا کون یہ، کہ خوشي تھی جہاں کے بیچ
اس بات کا تو یاں کوئي مذکور ھی نہیں

یاں تک، قبول خاطر کیجے تري جفا کو
تا سب کہیں کہ "راقم! رحمت تري وفا کو"

معصیت میري بہت ہے، یا کہ بخشش تیري بیش
اپني رحمت پر نظر کر! میري عصیاں کو نہ دیکھ

مژگاں سے دل بچے تو ، ٹکڑے کرے ہے ابرو
یہ کہہ کے میں نے اس سے جب دل کی داد چاہی
کہنے لگا کہ " ترکش جس وقت ہو وے خالی
تلوار پھر نہ کھینچے تو کیا کرے سپاہی "

پہونچا نہ آہ درد کو ، میرے کوئی طبیب
یارب ! عجب طرح کا کچھ آزار ہے مجھے

بیچوں ہوں میں اُس پاس ، یہ دل نیم نگہہ کو
اس پر بھی ستم ہے ، جو خریدار نہ ہو وے

رونے میں اس قدر تو جگر ، اے جگر نہ کر
دیکھا نہ تونے کچھ کہ دل و دیدہ کیا ہوے [۱]

فیض

(میر) شمس الدین نام ، دکن کے رہنے والے امیر اور فارغ البال فاضل اور صوفی تھے ، اشعار میں ہندی الفاظ اور محاورات اکثر لاتے ہیں تاہم صاف اور سلیس کہتے ہیں - متعدد کتابوں کے مصنف تھے - وفا کے کئی دیوان بھی ہیں جو چھپ بھی گئے

---

[۱] مخزن نکات - نکات الشعرا - چمنستان شعرا -

ہیں - سنہ ۱۱۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۲۸۲ھ میں وفات پائی [۱] -

---

کفر جو تھا، دین مرا ہوگیا　　بت بھی، نصیبوں سے خدا ہوگیا
کیسی دوا! مجھ کو مسیحا نے دی،　　درد محبت کا، سوا ہوگیا

حرم میں، دیر میں، جب کوئی رو بہ رو آیا
مجھے یقین ہوا بس یہی کہ تو آیا
اُڑائیں جیب کی لاکھوں ہی دھجیاں میں نے
مگر نہ قبضے میں دامانِ آرزو آیا
کسی کا کوئی بھی ممنوں نہیں ہے کر انصاف
اِدھر سے میں نکل آیا، اُدھر سے تو آیا

کریں ہم کس کی پوجا اور چڑھائیں کس کو چندن ہم
صنم ہم، دیر ہم، بت خانہ ہم، بت ہم، برہمن ہم
در و دیوار ہیں نظروں میں اپنی، آئنہ خانہ
کیا کرتے ہیں، گھر بیٹھے ہوئے آپ اپنا درشن ہم
کب اُٹھتے ہیں اُٹھائے سے کسی شیخ و برہمن کے
درِ دلبر پر اپنے، مار کر بیٹھے ہیں آسن ہم

---

[۱] دکن میں اُردو -

خط جادو ہوں یا میں نقش پا ہوں
غرض ، افتادگاں کا رہ نما ہوں
عبث رکھتے ہیں مجھ پر تہمت مرگ
بہت راتوں جگا تھا ، سو رہا ہوں
نہ کر ! اس چشم کا پھر مجھ کو بیمار
ابھی اے '' فیض '' مر مر کے جیا ہوں

نہیں فرق کچھ دیر میں اور حرم میں
جو بت چاہتے ہیں ، خدا چاہتا ہے [۱]

خاموش

(شاہ) معین الدین نام ، بیدر (دکن) کے رہنے والے تھے صابریہ طریقے کے فقیر تھے ، کلام مین تصوف کا رنگ ہے ، اس کي خاص خاص اصطلاحیں موزوں طریقے سے لائے ہیں ، زبان عامی زیادہ ہے سنہ ۱۲۸۹ع میں انتقال ہوا [۲] -

---

[۱] دکن مین اُردو -

نوٹ - یہ بھي دکن کے رہنے والے لیکن دھلي کے پیرو تھے - مرتب -

[۲] دکن میں اُردو -

نوٹ - فیض اگرچہ دکن کے رہنے والے ہیں ، لیکن دھلي کے شعرا اور وہاں کی شاعری کے پیرو ہیں اس لئے ان کا نام شعراے دھلي کے سلسلے میں درج کیا گیا - مرتب -

کفر ؛ کافر کو بھلا ، شیخ کو اسلام بھلا
عاشقاں آپ بھلے ، اپنا دل آرام بھلا

شکل انساں میں خدا تھا ، مجھے معلوم نہ تھا
حق سے ناحق میں جدا تھا ، مجھے معلوم نہ تھا
ایک مدت ، حرم و دیر کو ڈھونڈھا ناحق
سیم بر ، بر میں چھپا تھا ، مجھے معلوم نہ تھا
ہو کے "خاموش" عجب سیر و تماشا دیکھا
رنگ بے رنگ ہوا تھا ، مجھے معلوم نہ تھا

آشیاں اپنا ، گلستاں سے اٹھا لے بلبل
باغ کو چھوڑ دے ، جنگل کی ہوا لے بلبل
چہچہے کرتی ہے کیا ؟ اس سے نہیں کچھ حاصل
مثل پروانہ پر و بال جلا لے بلبل

چڑھا ہے سولی پہ خاموش ہو کے ، جب منصور
سوائے حق ، نظر آئی نہ دار ، آنکھوں میں [۱]

امین

(خواجہ) امین الدین نام ، عظیم آباد کے رہنے والے تھے - ان کے خمیر میں دوستی اور دوست پروری تھی ، کچھ دنوں

---

[۱] دکن میں اردو -

مظفر جنگ بہادر کي مصاحبت میں رہے، اُس کے بعد گوشہ نشین ہوگئے - مضمون کي تلاش میں آمد کی پروا نہیں کرتے، بندش اور صفائي میں اِن کا کلام ممتاز ہے -

ان کا ایک مختصر دیوان ہے، سنہ ۱۲۵۹ ھ تک زندہ تھے -

دنیا میں جو آکر نہ کرے عشق بتاں کا
نزدیک ہمارے، ہے یہاں کا نہ وہاں کا
مانند نگیں آپ سے کاوش میں پڑا ہے
مشتاق جو کوئي ہے، یہاں نام و نشاں کا

گھر مرے آنا اگر منظور تھا
آئے ہوتے لطف سے کیا دور تھا ؟

جس کا دل آپ نے لیا ہوگا
خاک میں لے ملا دیا ہوگا
ہم کو کیا، گر بہار آتی ہے
دل، وہ غنچہ نہیں کہ وا ہوگا
مل گیا ہوگا خاک میں، جوں اشک
تیري آنکھوں سے جو گرا ہوگا

شور ہے عالم میں، تیرے حسن عالم گیر کا
تو ہی ہوگا، گر کوئی ہوگا تري تصویر کا

دیکھ بھال ، اِس دل صد چاک کو لیتے ھیں بتاں
میں نے یہ شیشہ کیا ، کیا ھی ھنر سے پیوند ؟

ڈر سے ترے ، نالہ بھی نکلتا نہیں لب سے
ظالم ! ھے ترے ظلم کی تاثیر ھوا پر

دل خیال زلف میں ، بے خواب و بے آرام ھے
رات ھوتی ھے " امیں " بھاری ھر اک بیمار پر

کیا کہوں ؟ یار سے ، اپنی سی کیے جاتا ھوں
گالیاں کھاتا ھوں ، غصے کو پئے جاتا ھوں
جی نکلتا ھے ، یہ لب یاد میں ھلتے ھیں تری
مرتے بھی ترا نام لیے جاتا ھوں

چاک سینے کا مرے لوگ عبث سیتے ھیں
ھم تو زخمی ھیں نگاھوں کے ، مگر جیتے ھیں
فائدہ کیا ھے بھلا ھم جو کریں فکر معاش
غم کو کھاتے ھیں " امیں " خوں جگر پیتے ھیں

بتاں ، مجھ سے کہتے تھے کیا کچھ نہیں
و لیکن جو دیکھا ، تو تھا کچھ نہیں

میں بوسہ جو مانگا ، تو جھنجلا کے وہ
لگا کہنے : '' کیا ہے '' ؟ کہا ، کچھ نہیں

مجھے تو کبھی عمر بھر غم نہ ہو
ملاقات تیری اگر کم نہ ہو
میں در گذرا صاحب سلامت سے بھی
خدا کے لیے اتنا برہم نہ ہو
ہم آنے کو مانع نہیں غیر کو
پر اتنا بھی خلوت میں ہردم نہ ہو
'' امیں '' کی غذا اب رہی ہے یہی
الٰہی ! یہ خونِ جگر کم نہ ہو

ہوئی ہے آشنائی جب سے اُس مے نوش سے مجھ کو
جو صاحب عقل ہیں کہتے ہیں اہل ہوش سے مجھ کو
بھڑکتا ہے جگر میرا ، دل پر داغ کی دولت
'' امیں '' جلنا پڑا اس آتش خاموش سے مجھ کو

کیا کہیں ؟ درد آہ کی تاثیر ؟
گھر کا گھر ہے سیاہ ، مت پوچھو
مفت مارا گیا ، ہزار افسوس
تھا '' امیں '' بے گناہ ، مت پوچھو

جب دکھاتا ہے وہ شرابی آنکھ
وہ نہیں جاتی ہے گلابی آنکھ
لخت دل گتھ رہے ہیں مژگاں سے
ہے مگر خانۂ کبابی آنکھ

دن کٹا فریاد میں اور رات زاری میں کٹی
عمر کٹنے کو کٹی ' پر کیا ہی خواری میں کٹی ؟
صبح گر صبح قیامت ہو تو کچھ پروا نہیں
ہجر کی جب رات ' ایسی بے قراری میں کٹی
تیری آنکھوں کی پرستاری میں دل گھبرا گیا
ہائے اس بیمار کی ' بیمار داری میں کٹی
اِس زمانے میں ، "امیں" ، مت کر کسی سے دوستی
شمع کی گردن ' نہ دیکھی ' دوست داری میں کٹی ؟

رنگ چہرے کا زعفرانی ہے — عاشقی کی ' یہی نشانی ہے
کس سے تشبیہ دیں بھلا تجھ کو ؟ — دیکھا یوسف تو تیرا ثانی ہے
شمع رویاں سے اتنا گرم نہ مل — اِن کی جو بات ہے ' زبانی ہے
رات دن جھیکتے ہی جانا ہے — کیا " امیں " ایسی زندگانی ہے ؟

خضر نے اک دم پیا تھا ' لے کے آب زندگی
مانگتے ہیں اب تلک ' اُس سے حساب زندگی
کیا بھلا اس مے کدے میں ' جی کسی کا شاد ہو
مر گیا آخر کو پی جن نے شراب زندگی

معلئی آرام کیا ہے ؟ تو نہ کچھ سمجھا " امیں "
ہم تو مدت سے اُلٹتے ہیں کتاب زندگی

جتلے تھے محفل میں ، تھا سب سے تپاک اور اختلاط
ایک ہم کم بخت گویا واں گنہ گاروں میں تھے
ہاتھ اُٹھانا جان سے ، پیارے ! نپٹ دشوار ہے
کیوں ؟ نہ دیکھا کل سبھی تو ناز برداروں میں تھے

بھر عمر گدائی میں بھی کرتے رہے شاہی
دنیا میں جو ٹھانی تھی ، میاں ہم نے نباہی
کیا دین سے غافل ہیں ، " امیں " مردم دنیا ؟
سکے کو سمجھتے ہیں سدا اپنا اِلٰہی

نری نگہ کے جو ہوں گے مارے ، نہ مانتا ہوگا اُنہوں نے پانی
نہ ایسی دیکھی ہے تیغ ہم نے ، نہ ایسی دیکھی ہے آب داری

بتاں ، اُٹھا تے نہیں ہاتھ میرے سینے سے
رہے ہے سنگ کے تئیں لاگ ، آبگینے سے
نہ اُٹھ سکے گا مرے لب سے حرف بوسے کا
مٹا سکے ہے کوئی نام کو نگینے سے ؟
" امیں " ضعیف میں اتنا ہوا ، بقول " فغاں "
" اٹک کے آہ نکلتی ہے میرے سینے سے "

کیا برا وقت تھا، اُس شوخ سے جب آنکھ لگی؟
جب تلک جیتے رہے روز نہ شب، آنکھ لگی

حیات جاوداں بخشے ہے تیغ آب دار اُس کي
اگر باور نہ آوے جا کے کھاوے، جس کا جي چاھے

یار بھی اب گلہ لگا کرنے یہ بھي اپنے نصیب کی خوبي

ھاتھ میں اپنا سر، لیے رھنا
عشق کی پھلي یہ سلامي ھے

زاھد، کبھو تو گرد نہ پھر یو شراب کے
یاں اگ ھے چھپی ھوئي، پردے میں آب کے

کہا کرتے ھو مجھ کو، قابل جور و جفا ''یہ ھے''
جو کوئي چاھے کسی کو، اے میاں! اُس کي سزا یہ ھے
برھمن دیر پوجے ھے اور کعبہ کے تئیں زاھد
پرستش ھم جسے کرتے ھیں، وہ نام خدا یہ ھے

رباعي

یہ جور و جفا، یہ بے وفائی کب تک
بس کیجئے پاس آشنائي کب تک

کرتا ہے کوئی حسن پر اِتنا بھی غرور
دیکھیں تو رہے ہے یہ خدائي کب تک

——

مثنوي

ایک ہیں آشنا مرے غم خوار
پوچ گو ' بے وقوف بدالطوار
اُن کی تعریف کیا کروں میں بیاں
کیسی شرمائی ہے گی منھ میں زباں
دل ہے اُن کا کہیں ' دماغ کہیں
گھر میں ڈھونڈو تو بھونی بھانگ نہیں
منھ کو اُن کے خدا نہ دکھلاوے
گر کوئي دیکھے خاک کیا کھاوے ؟
چار پیسے کا سیر بھر تھرا
پي کے رکھتے ہیں جی میں یہ غرا
آج دنیا میں ہیں جو کچھ ' ہم ہیں
مالکِ چار دانگِ عالم ہیں
دیکھتا ہوں جو اُن کی میں صورت
یاد آتي ہے چین کي مورت
گال جبڑے سے یوں رہے ہیں لپٹ
لگ رہے ہوں کواڑ کے جوں پٹ [۱]

——

[۱] خمخانۂ جاوید - سخن شعرا -

حسن

خواجہ حسن نام، خواجہ اِبراھیم کے بیٹے اور خواجہ بھکھاري مودودي کے نواسے تھے، دھلی اِن کا وطن تھا - وجیہہ اور خوبصورت تھے، لطیفہ گوئی اور موسیقی میں کمال رکھتے تھے، لکھنئو کی رھنے والی بخشی نام کی طوایف پر عاشق تھے، اشعار اندر جابجا اپنے خیال میں اِس کے نام کا نگینہ جڑا ہے، نجوم میں کافی مہارت تھي - کلام میں موسیقیت کا رنگ لفظ لفظ سے نمایاں ھے، اکثر اشعار دل کی زبان سے کہتے ھیں - جذبات عشق کے اِظہار میں محاورات اور زبان کي چنداں پروا نہیں کرتے، جعفر علی خاں حسرت کے شاگرد تھے -

---

حال دل اپنا، میں ھر ایک سے کہوا دیکھا
واں کسي ڈھب سے یہ ھوتے نہ پزیرا دیکھا
وقت نظارہ نہ رو، کہتے تھے اے چشم تجھے
شدت گریہ سے، لے خاک نہ سوجھا دیکھا

یہي شوزش عشق ھے تو اِلھي
اِس آغاز کا، کیونکہ انجام ھوگا
وھی بے قراري اسیروں کی یوں ھی
تو صیاد! تکڑے ترا دام ھوگا
موئے ھم تو، پر بے قراري وھي ھے
خدا جانے کب دل کو آرام ھوگا

اگر نزع سے جاں بخشي کو آے
تو اِس میں تمھارا بڑا نام ہوگا

جو بلدۂ خانے میں آئے گا، فقیر تم کو دعا کرے گا
کسی کے دل کو جو خوش کروگے خدا تمھارا بھلا کرے گا

عالم اِس حور کي جو جلوہ گري کا دیکھا
پھر یہ جلوہ نہ کسي حور و پري کا دیکھا

پھونچے وہاں کچھ، جب تیئں پیغام ہمارا
یہاں تب تیئں آخر ھي ھوا کام ہمارا

کیا قتل اور جان بخشی بھي کی
"حسن" اِس نے احساں دوبارا کیا

اُمڈ کے آنکھ سے اک بار بہہ چلے آنسو
ھنسی ھنسي میں، جو ذکر وداع یار ھوا

وقت و داع یار دل بے قرار نے
یہ آہ کي کہ عرش مُعلّےٰ ھلا دیا

آنا محال، هوش میں ہے مجھ سے مست کا
بد ہوش ہوچکا ہوں، میں روز الست کا

کیسی صحبت اُٹھ گئی! کیوں یار، کیا تھا کیا ہوا؟
مٹ گیا نقشہ وہ سب، یک بار کیا تھا کیا ہوا؟

وہ جب تک کہ زلفیں سنوارا کیا کھڑا اس پہ میں جان وارا کیا

مانوں میں وعدہ، فردا اے یار جب ترے وعدے کا فردا ہوتا

تو جو ڈھونڈے ہے "حسن"! خلوت کو
عین خلوت میں اکیلا ہوتا

دل دلاسوں سے کرے ہے آہ و زاری بیش تر
خانۂ ماتم میں ہو پُرسے سے، زاری بیش تر

جان بخشی کو بھی آیا نہ دم نزع "حسن"
اِس نے اِس وقت میں بھي ہم سے چھپائیں آنکھیں

بھلا میں دوانا سہي پر یہ ناصح
مرے ساتھ بکتا ہے، عاقل کو دیکھو
یہاں تھک کے بیٹھے ہو کیا راہ میں تم؟
چلو راہ دو! اپنی منزل کو دیکھو

حقیقت کہیں کیا، ہم اِس انجمن کی
نہ تھي واں خبر، اپنے ھی تن بدن کي
اگر جاں کنی میں وہ جاں بخش آوے
تو ھو نزع سے جان بخشي "حسن" کی

——

یہ تو نے مجھ سے نالۂ شب گیر! کچھ نہ کی
یاں دل جلایا اور وھاں تاثیر کچھ نہ کی

——

کب میں کہتا ھوں کہ میري جان جانے سے رھے
پر تک ایسا ھو کہ یہ دل تلملانے سے رھے
آہ کس کس بے وفائي کا؟ میاں! کیجے شمار
اور تو سب اک طرف، منھ بھي دکھانے سے رھے
کس طرح سے زیست ھو وے گی بھلا اے دوستو!
اب تو قاصد بھی، اِدھر کو آنے جانے سے رھے

——

آکر بلا سے قتل ھي کر جائے مجھے
صورت اِسی بہانے سے دکھلائے مجھے

——

غم نے ایذا جو اے صنم بخشي
یہ بھي سرکار کي، کرم بخشی [۱]

——

[۱] سخن شعرا - خمخانۂ جاوید -

گرفتار

سنگي بیگ نام، قوم کے مغل فوج میں ملازم، حاتم کے شاگرد تھے، کلام میں تغزل کی شان ہے، زبان بھي صاف اور سلیس ہوتي ہے [۱] -

---

ساقی یہ غنیمت ہے جو دم جام سے گزرے
اس عالم فانی میں بھروسا نہیں دم کا

جستجو دنیا کی مت کر اے "گرفتار" اس قدر
کیا بھروسا ہے جہاں میں، عمر بے بنیاد کا

خانہ خراب، عشق اِکا ہو اور کیا کہوں
خواب عدم سے سوتوں کو ناحق جگا دیا

اُس طرف گزرے کبھو، اس شہہ سوار حسن کو
اے صبا! کیجو ہماري خاکساري کي خبر

لطف سے تیرے تو کچھ دور نہیں، پر ہم کو
ناتوانی سے ہے ہر ایک قدم پر منزل

---

[۱] مجموعہ نغز ج ۲ ص ۱۳۸ - میر قدرت‌اللہ قاسم، مرتبہ محمود شیراني -

خدا کے واسطے، کوئي کہو میرے مسیحا کو
جو آتا ھے تو آ! کوئي رمق ھے جان آنکھوں میں

—

اے "گرفتار" اس کی باتوں پر نہ بھول
یہ لگاوٹ کی ھیں دل آویزیاں

—

شکایت ترے جور کي، کیا کریں ھم ؟
خدا جو دکھاتا ھے ھم دیکھتے ھیں
جگر جل گیا، آتش غم سے اپنا
تعجب ھے آنکھوں کو نم دیکھتے ھیں

—

جلتا ھے جگر، جاکے کہو دیدۂ تر کو
اے خانہ خراب! آگ لگے ھے ترے گھر کو

—

آتش غم سے شب ھجراں میں با سوز و گداز
شمع کے مانند جلتا ھوں سحر تک شام سے

—

شب ھجراں میں تیری کیا کہوں ؟ جو کچھ کہ گذرے ھے
کٹے ھے دن تو جیوں توں، پر قیامت رات بھاري ھے

—

درد ھو جس کے، کچھ دوا کیجے
جي ھي بے چین ھو تو کیا کیجے ؟

—

موج گل ، حلقۂ زنجیر ہوئی ہے بلبل
پھنس گئے ہم تو ، کہیں تو نہ خبردار پھنسے

دل جو ہے بے قرار کیا جانے ؟
کس کا ہے انتظار کیا جانے ؟
درد مندوں میں ، دیکھئے وہ شوخ
کس کا ہو غم گسار ؟ کیا جانے

عظیم [۱]

(مرزا) عظیم بیگ نام ، کابلی اصل ، مگر دھلي میں آباد ہوگئے تھے ، " حاتم " کے شاگردوں میں ان کا درجہ بھی بلند تھا ، قریب قریب ہر صف میں طبع آزمائی کي ہے ، لیکن میدان غزل ھي رھا ہے ، کلام میں خیال بندي اور نفاست ، لطافت بیان اور مضمون آفرینی کي شان ہے - اور آخر عمر میں خواجہ میر " درد " اور " سودا " سے بھي توسل تھا - " میر انشا " کا زمانہ بھی پایا تھا ، بلکہ ان کي ھجو میں ایک مخمس بھی موجود ہے -

---

اتنی تو بے حواسي ، دیدار کی ہوس پھر
بس ہم نے موسئی دل دیکھا شعور تیرا

---

[۱] مجموعۂ نغز -

شوق میں تیرے ، لگا نام کو عالم کے کلنک
تو بھی تو مثل نگیں ، گھر سے نہ باہر نکلا

موقوف نہ ساقی ھی پہ رکھ کام ھمارا
تو ھي کہیں اے عمر ! بھر اب جام ھمارا

جلوہ فرما ، کل جو مے خانے میں وہ مے نوش تھا
مثل جام و شیشہ ، دل با دیدہ ھم آغوش تھا

ھر آن ھم غني ھیں ، عریاں تنی کي دولت
جامہ رکھے سو جانے ، دامن دراز کرنا

نالہ و شور و فغاں ھے تری دم سازی سے یار !
ورنہ جوں نے ، دل ھمارا محض بے آواز تھا

کل چشم خوں فشاں سے ، گلزار پیرھن تھا
دامن کا تھا جو تختہ ، یک تختۂ چمن تھا

عقل و ھوش ایدھر کو دل کھینچیں اُدھر وحشت جنوں
دیکھئے ھوتا ھے کس کے یہ دریکتا نصیب

بعد میرے ہوئی ، یہاں [ا] عشق کو تاثیر نصیب
مثل سیماب ، موئے پر ہوئي اکسیر نصیب

روشن کرے ہے نام نگیں کر کے روسیاہ
ہے اس میں بھی ہنر جو کرے اختیار عیب

خاک غبار خاطر و باد دم حباب
آب شراب و آتش رنگ گل بہشت
چاروں یہي عناصر موہوم کر بہم
دل کي ہمارے صانع قدرت نے کی سرشت

پیدا کرے جو نام کوئی تو مٹے ہے کھوج
عنقا کے جي سے پوچھئے نام و نشاں کی بات
بیٹھا ہوں سر لیے تری تقریر پر "عظیم"
جوں شمع سر کے ساتھ ہے میری زباں کي بات

ہوں میں وہ مست ازل ساکن ظلمات کہ جو
حشر کو بھی نہ سنوں کان سے آوازۂ صبح

جوں صبح چاک جیب سے ذرہ پھرے نہ آنکھ
یہاں ہے بہ شکل مہر نظر تار تار پر

[ا] تمام نسخوں میں "یہاں" ہے لیکن "یاں" پڑھا جائے گا ، اس دور میں اکثر یہي صورت نظر آتي ہے — مرتب -

غم میں ترے جو یونہیں اڑائے پھریں گے خاک
پہنچے گی کوئی دن میں زمیں آسمان پر
جوں شانہ سینہ چاک ہوں لیکن سوائے شکر
گذرا کبھی نہ شکوہ سر مو زبان پر
تقریر سر گذشت نہ پوچھو کہ خامہ وار
آتا ہے گریہ ہو سر حرف بیان پر

بانگ و صلوٰۃ شیخ پہ ناداں نہ جائیو
یہاں کاٹنا گلو کا ہے تکبیر سے غرض

ہے خاک درے تری' آرزو تیمم کی
بھرا اگرچہ ہے آب رواں سے خانۂ دل

حال دل کہنے کی یارب ہم سے کیا تدبیر ہو
جوں قلم پہلے زباں کٹ لے تو پھر تقریر ہو

خاک ساری پہ سیہ چشموں کی' مت جا اے دل
سرمہ سا پھرتے ہیں یہ' آنکھوں میں گھر کرنے کو

دیکھے ہے تری چشم تو کہتا ہے یہ ساغر
پیمانہ ابھی عمر کا یارب! کہیں بھر جائے

قطرۂ نیساں کا موتي، فيالحقیقت آب ھے
اشک جب آنکھوں سے ٹپکا، گوھر نایاب ھے

رباعی

پوشاک پہن کے، سج بنائي تو کیا؟
جوں آئینه کی جو خود نمائي تو کیا؟
موھوم ھے جوں عکس، نظر میں یه شکل
آئي تو کیا و اگر نه آئی تو کیا؟

مخمس هجو انشا

وه فاضل زمانه هو تم جامع علوم
تحصیل صرف و نحو سے جن کی مچي ھے دھوم
رمل و ریاضي حکمت و هیئت جفر نجوم
منطق، بیاں، معانی، کہیں سب زمیں کو چوم
تیري زباں کے آگے نه دھقاں کاھل چلے
اک دو غزل کے کہنے سے بن بیٹھے ایسے طاق
دیوان شاعروں کے نظر سے رھے به طاق
ناصر علي، نظیري کی طاقت ھوئی ھے طاق
ھرچند ابھي نه آئی ھے فہمید جفت و طاق
تنگري تلے سے قدسي و عرفي نکل چلے
نزدیک اپنے آپ کو کتنا ھي سمجھو دور
پر خوب جانتے ھیں مجھے جو ھیں ذي شعور

وہ بحر کون سی ہے نہیں جس پہ یاں عبور
کب میری شاعری میں پڑے شبہہ سے قصور
بن کر قسل نکالنے کو تم خلل چلے
موزونی و معانی میں پایا نہ تم نے فرق
تبدیل بحر سے ہوے بحر خوشی میں غرق
روشن ہے مثل مہر، بہ از غرب تا بہ شرق
شہ زور اپنے زور میں گرتا ہے مثل برق
وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے

بقا [۱]

بقاءاللہ نام، آبائی وطن اکبرآباد، مولد دھلی اور مسکن لکھنؤ تھا - شاعری کے ساتھ ساتھ تسخیر کواکب کا بھی شوق تھا - فارسی میں مرزا فاخر یکتا سے اصلاح لیتے اور غمگین تخلص کرتے تھے - اُردو میں درد اور حاتم دونوں کے شاگرد تھے - خودبیں اور زود رنج آدمی تھے - کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے، نازک دماغی میں میر اور تلخ‌مزاجی میں سودا کا جواب تھے - معرکۂ سخن میں دونوں سے دست و گریبان ہو جاتے تھے. میر کی نسبت کہتے ہیں :-

پگڑی اپنی سنبھالئے گا میر
اور بستی نہیں یہ دلی ہے

---

۱ - بقا، کو بعض تذکرہ نویسوں نے صرف "حاتم" کا شاگرد لکھا ہے، اگرچہ "درد" کا زمانہ بھی پایا تھا، لیکن ان کے کلام پر "حاتم" کی پیروی کا رنگ غالب، ہے اس لئے "حاتم" کے تلامذہ کے سلسلے میں ان کا نام رکھا گیا - مرتب -

ایک جگہہ ' سودا ' اور ' میر ' دونوں کے متعلق لکھتے ہیں -

' مرزا ' و ' میر ' دونون باهم تھے نیم ملا
فن سخن میں یعنے هر ایک تها ادهورا
اس واسطے " بقا " اب هجوؤں کي وسیماں سے
دونوں کو باندهه باهم میں نے کیا هے پورا [۱]

بقا کی زندگی افلاس اور تنگدستي میں گذري لیکن خود داري کا دامن کبھی هاتھہ سے نہیں چھوتا -

بقا کي طبیعت میں رنگیني اور شگفتگي تهي اس سے اُن کے کلام میں درد کم هے - زود رنجی اور تند مزاجی نے ان کو هجو گوئی کی طرف مائل کر دیا تها -

بقا سنه ۱۲۰۶ھ میں عتبات عالیات کي زیارت کے لئے روانه هوئے مگر راستے میں انتقال کیا -

---

خال لب آفت جاں تها مجھے معلوم نه تها
دام دانے میں نہاں تها مجھے معلوم نه تها
خواهش سود تهی سودے میں محبت کے ولے
سر بسر اس میں زیاں تها مجھے معلوم نه تها

---

[۱] مجموعۂ نغز ج ۱ ص ۱۱۱ -

میں تو آیا تھا "بقا" باغ میں سن جوش بہار
پر یہ ہنگام خزاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

پہنچی اُس بت کو خبر نالۂ تنہائی کی
مدعی کون کھڑا تھا پس دیوار لگا

قضا نے حال کل، جب صفحۂ تقدیر پر لکھا
مری دیوانگی کا ماجرا زنجیر پر لکھا

کعبہ تو سنگ وخشت سے اے شیخ مل بنا
کچھ سنگ بچ رہا تھا سو عاشق کا دل بنا

ڈالا نہ بار عشق، زمیں پر "بقا" نے یار
سر سے اگر گرا تو لیا تھام دوش پر

آئینہ دیکھ جو کہتا ہے کہ اللہ رے میں
اس کا میں دیکھنے والا ہوں "بقا" واہ رے میں

تجھ سیہ چشم سے امید وفا جو رکھیں
چاہئے اشک سے پہلے ہی وہ منہ دھو رکھیں

کیا کریں ? سینہ جو ناصح سے چھپاتے نہ پھریں
داغ سے داغ هیں کچھ اپنے گریباں کے تلے

دل سے نکلے کہیں پابوسئی قاتل کی هوس
کاش وہ خوں کو مرے رنگ حنا هی جانے
تیرے بیمار کو کب هووے شفا جس کے طبیب
نہ تو کچھ درد کو پہنچے نہ دوا هی جانے

کچھ تعین نہیں اس راہ میں جوں ریگ رواں
جس جگہہ بیٹھ گئے آہ وهي منزل هے
کھول دو ! عقدۂ کونین "بقا" کے پل میں
یا علی تم کو یہ آسان ، اُسے مشکل هے

جدا مت هو اے داغ چھاتی سے میرے
گئے دل کا ، اب اک نشاں هے تو تو هے

تصحیح اغلاط

نمبر شمار	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۵	۴	اشروع	شروع
۲	۱۲	۹	کرادیں	کردیں
۳	۲۲	۱۷	أساسان	أساساں
۴	۲۶	۳	فطب	قطب
۵	۲۶	۱۷	نانون	نانوں
۶	۲۶	۱۸	طوبان سون	طوباں سوں
۷	۲۷	۱۷	کون	کوں
۸	۲۸	۷	پھولان	پھولاں
۹	۲۸	۸	تون	توں
۱۰	۲۸	۹	چمنان	چمناں
۱۱	۲۸	۱۳	سون	سوں
۱۲	۲۸	۱۴	کون	کوں
۱۳	۲۸	۱۹	تون	توں
۱۴	۲۹	۷	اوس	أس
۱۵	۲۹	۱۹	کون	کوں
۱۶	۳۰	۱۲	شاهان	شاهاں
۱۷	۳۰	۱۷	میرا گلستان	مرا گلستاں

نمبر شمار	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸	۳۰	۲۰	تون	توں
۱۹	۳۰	۲۱	امامان	اماماں
۲۰	۳۱	۹	تین	تیں
۲۱	۳۳	۱۸	دپا	دیا
۲۲	۳۴	۶	تاز	ناز
۲۳	۳۸	۱	حمار	خمار
۲۴	۴۰	۳	نین	نیں
۲۵	۴۰	۱۶	اندان	انداں
۲۶	۴۵	۲	حون	خوں
۲۷	۵۴	۹	ایس	ایس
۲۸	۵۴	۱۶	رصوان	رضواں
۲۹	۵۶	۱۶	نین	نیں
۳۰	۹۱	۲۱	میزان	میزاں
۳۱	۹۲	۱	عاشقان	عاشقاں
۳۲	۹۷	۴	کون	کوں
۳۳	۹۸	۵	أن	اِن
۳۴	۹۸	۱۰	آئین	آئیں
۳۵	۱۴۷	۲۰	محزون	محزوں

نمبر	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۶	۱۵۹	۸	آسمان اور زمین	آسماں اور زمیں
۳۷	۱۵۹	۹	کون	کوں
۳۸	۱۵۹	۱۳	سکون	سکوں
۳۹	۱۵۹	۱۷	جہان	جہاں
۴۰	۱۹۷	۱	رمانے	زمانے
۴۱	۲۰۰	۶	الطوار	اطوار

ہندستانی اکیڈیمی (صوبۂ متحدہ) الہ آباد

کی مطبوعات

۱ - از منۂ وسطی میں ہندستان کے معاشرتي اور اقتصادي حالات - از علامہ عبداللہ بن یوسف علي - ایم - اے ' - ایل ایل - ایم سي - بی - اے - مجلد ۱ روپیہ ۴ آنہ -

۲ - ایضاً ایضاً غیر مجلد ۱ روپیہ -

۳ - اُردو سروے رپورٹ - از مولوي سید محمد ضامن علي صاحب ایم - اے - ۱ روپیہ -

۴ - عرب و ہند کے تعلقات - از مولانا سید سلیمان صاحب ندوي ۴ روپیہ

۵ - ناتن (جرمن ڈرامہ) مترجمۂ مولانا محمد نعیم الرحمان صاحب - ایم - اے ' ایم - آر ' اے - ایس - ۲ روپیہ ۸ آنہ

۶ - فریب عمل (ڈراما) مترجمۂ بابو جگت موہن لال صاحب ' رواں - ۲ روپیہ -

۷ - کبیر صاحب - مرتبۂ پنڈت منوہر لال زتشی - ۲ روپیہ -

۸ - قرون وسطی کا ہندستاني تمدن - از رائے بہادر مہا مہو پادھیا پنڈت گوري شنکر ہیرا چند اوجھا ' مترجمۂ منشی پریم چند -

۹ - ہندی شاعري - از ڈاکٹر اعظم کریوي -

۱۰ - ترقي زراعت - از خانصاحب مولوي محمد عبدالقیوم صاحب ' ڈپٹي ڈائرکٹر زراعت -

۱۱ - عالم حیواني - از بابو برجیش بہادر ' بي - اے ایل ایل - بی - ۶ روپیہ ۸ آنہ -

۱۲ - معاشیات پر لکچر - از ڈاکٹر ذاکر حسین ' ایم اے ' پی ایچ - ڈي - غیر مجلد ۱ روپیہ - مجلد ۱ روپیہ ۸ آنہ -

۱۳ - فلسفۂ نفس - از سید ضامن حسین نقوي -

زیر طبع کتابیں

۱ - مہاراجہ رنجیت سنگھ - از پروفیسر سیتا رام کوهلي ' ایم . اے -

---

سول ایجنٹ کتابستان ' الہ آباد